منارۂ ہدایت

جلد ۳

(سیرت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا)

مؤلف: سید منذر حکیم اور عدی غریباوی

مترجم: سید کمیل اصغر زیدی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

فہرست مطالب

حرف اول... ٧

پہلا باب... ١٠

پہلی فصل... ١٠

حضرت فاطمہ زہرا ٢٣٦ کا مختصر تعارف... ١٠

دوسری فصل... ١٢

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شخصیت کی تجلّیاں... ١٣

شہزادیٔ کائنات قرآن مجید کی روشنی میں... ١٣

فاطمہ زہراء سورۂ دہر میں... ١٥

فاطمہ زہراؑ آیت تطہیر میں... ١٦

مودت زہراء اجر رسالت... ١٧

فاطمہ زہراء آیۂ مباہلہ میں... ١٨

تیسری فصل... ٢٦

حضرت فاطمہ زہرا ٢٣٦ کی شخصیت کے چند نمایاں نقوش... ٢٦

ایمان اور اطاعت الٰہی ۳۴

آپ ؐکا انداز محبت ۳۶

دوسرا باب ۴۰

پہلی فصل ۴۰

حضرت فاطمہ [س]کی نشو ونما ۴۰

حضرت خدیجہؑ کی تجارتی سرگرمیاں ۴۱

پیغمبر اکرمؐ اور جناب خدیجہؑ کی شادی ۴۳

پیغمبر اکرم ؐکے نزدیک جناب خدیجہؑ کی منزلت ومرتبہ ۴۶

جناب فاطمہ سے جناب خدیجہؑ کی انسیت ۵۰

ولادت حضرت فاطمہ زہرا ۵۱

تاریخ ولادت ۵۲

دوسری فصل ۵۵

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی زندگی کے مراحل ۵۵

تیسری فصل ۵۷

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنے والد کے ہمراہ ۵۷

شادی سے پہلے اپنے والد بزرگوار کے زیر سایہ.......... ٦٣

شادی سے لے کر وفات پیغمبرؐ تک.......... ٨٦

تیسرا باب.......... ١١١

پہلی فصل.......... ١١١

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنے بابا کے بعد.......... ١١١

بر سر اقتدار پارٹی کے اقدامات.......... ١٢٥

آل محمدؐ کے مقابلہ کے لئے دوسرے عملی اقدامات.......... ١٢٦

شہزادی کائناتؑ کے خطبہ پر خلیفہ کا رد عمل.......... ١٤٩

ام سلمہؓ اور جناب فاطمہؑ کے حق کا دفاع.......... ١٥٠

مولائے کائناتؑ سے شکوہ.......... ١٥١

بائیکاٹ کا اعلان.......... ١٥٢

فدک کی سیاسی حیثیت (سیاسی راز).......... ١٥٣

نئے حالات میں مولائے کائنات کا طرز عمل.......... ١٥٦

جناب فاطمہؑ کے گھر پر چڑھائی.......... ١٦٣

آمنے سامنے کا مقابلہ.......... ١٦٨

زندگی کے آخری دن ۱۷۳

دوسری فصل ۱۷۶

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی بیماری اور شہادت ۱۷۶

شہزادیؑ کی عیادت کے لئے آنے والی خواتین ۱۷۷

آپؑ کا دوسرا خطبہ ۱۷۸

ابوبکر و عمر اور شہزادی کی عیادت ۱۸۱

حضرت علیؑ سے شہزادیؑ کی وصیتیں ۱۸۴

تاریخ اسلام میں پہلا تابوت ۱۸۷

زندگی کے آخری لمحات ۱۸۸

تشیع جنازہ اور دفن ۱۹۰

جناب فاطمہؑ کے لئے حضرت علیؑ کے بین ۱۹۲

قبر کھودنے کی کوشش ۱۹۴

تاریخ شہادت ۱۹۵

تیسری فصل ۱۹۷

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی علمی میراث ۱۹۷

مصحف فاطمہ سلام اللہ علیہا ۱۹۹

شریعت اسلامیہ کا فلسفہ اور اس کے اصول و مصادر ۲۱۶

اخلاقیات اور سلوک ۲۱۹

حکومت و سیاست اور تاریخ ۲۲۶

آپ کی دعاؤں کے بعض نمونے ۲۲۸

آپ کی بعض دعائیں یہ ہیں ۲۲۸

شہزادی کائنات کا ادبی رتبہ ۲۳۰

حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور غنچہ و کلیاں رنگ و نکھار پیدا کرلیتی ہیں تاریکیاں کافوراور کوچہ و راہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت و قابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔اسلام کے مبلغ و موسس سرورکائنات حضرت محمد مصطفیؐ غار حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم و آگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمۂ حق و حقیقت سے سیراب کردیا، آپ کے تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران و روم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑگئیں، وہ تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں۔

اگر حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے ہوں تو مذہبِ عقل و آگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان و مذاہب اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔اگرچہ رسولؐ اسلام کی یہ گرانبہا میراث کہ جس کی اہل بیتؑ اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت و پاسبانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہوکر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کردی گئی تھی، پھر بھی حکومت و سیاست کے عتاب کی پرواکئے بغیر مکتب اہل بیتؑ نے اپنا چشمۂ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء و دانشور دنیائے اسلام کے سامنے پیش کئے جنھوں نے بیرونی افکار و نظریات سے متاثر اسلام و قرآن مخالف فکری و نظری

موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشت پناہی کی ہے اور ہر دور اور ہر زمانے میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام و قرآن اور مکتب اہل بیتؑ پر لگی ہوئی ہیں، دشمنان اسلام اس فکری و معنوی قوت واقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامراں زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین وبے تاب ہیں،یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھاکر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا، وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا ۔ (عالمی اہل بیتؑ کونسل) مجمع جہانی اہل بیتؑ نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیتؑ عصمت و طہارت کے پیروؤں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینے کو وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے۔

کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے،تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہوسکے، ہمیں یقین ہے عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیتؑ عصمت و طہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندان نبوّتو رسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدو خال میں دنیا تک پہنچادی جائے تو اخلاق و انسانیت کے دشمن، انانیت کے شکار، سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کوامن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں، زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیتؑ کی ترویج و اشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے،جس کو فاضل جلیل مولانا سید کمیل اصغر زیدی صاحب نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے

آرزومند ہیں،اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے،خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

پہلا باب

پہلی فصل

حضرت فاطمہ زہرا ۲۳۶ کا مختصر تعارف

شہزادی کائنات حضرت فاطمہ زہرا ۲۳۶ حضرت محمد مصطفی ﷺ اور جناب خدیجہ بنت خویلد کی بیٹی ہیں۔آپ نے تاریخ بشریت کے سب سے زیادہ عظیم المرتبت والدین کی آغوش میں آنکھ کھولی نیز جس طرح آپ کے والد گرامی نے تاریخ کا رخ موڑا ہے اور چند سال کے اندر ہی جس طرح انسانیت کو جس برق رفتاری سے راہ ترقی پر گامزن فرما دیا اسکی مثال دنیائے بشریت میں کہیں نظر نہیں آتی ہے اسی طرح اہل تاریخ نے آپ کی والدۂ گرامی جیسی جری دل اور بے لوث کسی دوسری خاتون کا تذکرہ بھی نہیں کیا جنھوں نے نور ہدایت کے بدلہ اپنے عظیم الشان شوہر نامدار کے قدموں پر اپنی ساری دولت نچھاور کردی۔

ایسے عظیم المرتبت والدین کی شفقت و محبت کے زیر سایہ جناب فاطمہ زہرا ۲۳۶ نے سفر زندگی کے زینے طے کرنا شروع کئے اور انھیں کی آغوش میں پروان چڑھیں اور ایسے گھر میں پرورش پائی جو آپ کے والد گرامی کی شفقتوں اور مہربانیوں سے معمور تھا جبکہ ان کے کاندھوں پر نبوت کا ایسا بار گراں تھا جس کو برداشت کر لینا پہاڑوں کے بس کی بات بھی نہ تھی،آپ جہاں کہیں تشریف لے جاتے قریش اور ان کے بچے یا نوکر چاکر ہر جگہ آپ کی گھات لگائے ہوئے دکھائی دیتے،جناب فاطمہ زہرا ۲۳۶ نے اپنی کمسنی کے باوجود تمام باتوں کا مشاہدہ فرماتی تھیں،نیز آپ نے ان کمر شکن مصائب وآلام کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے اپنی والدۂ گرامی کا ہاتھ بٹاتی رہیں اور آپ کے اوپر جو سنگین مصیبت بھی پڑی آپ اس کا مقابلہ کرتی رہیں اس کے ساتھ آپ کو اذیت و آزار اور ظلم و بربریت کی اس وادی پُر خار سے گذرنا پڑا جس نے ابتدائی مسلمانوں کا جینا دوبھر کر رکھا تھا۔شہزادی کائنات نے اپنی کمسنی سے ہی تبلیغ رسالت کی آزمایشوں میں زندگی کا آغاز کیا حتی کہ اپنے والد اور والدۂ گرامی نیز دوسرے بنی ہاشم کے ساتھ شعب ابوطالب میں

اقتصادی اور سماجی محاصرہ کو بھی دیکھا جب کہ محاصرہ کی شروعات میں آپ کی عمر دو سال سے زیادہ نہیں تھی۔ تین سال تک جاری رہنے والا یہ تلخ محاصرہ اٹھا ہی تھا کہ آپ کی شفیق والدۂ گرامی اور آپ کے بابا کے مہربان چچا جناب ابوطالبؑ کی وفات ہو گئی۔ اس وقت آپ کی عمر چھ سال بھی نہیں ہوئی تھی آپ ان مشکلات اور آلام و مصائب میں اپنے والد گرامی کو تسلی دیتی تھیں اور ان کی تنہائی میں ایک مونس غم ہونے کے ساتھ ساتھ قریش کی ایذار سانیوں کو برداشت کرنے میں ہر طرح سے رسالت کی شریک کار تھیں ۔آٹھ سال کی عمر میں حضرت علیؑ اور (فاطمہ نام کی) بنی ہاشم کی محترم خواتین (جنہیں فواطم کہا جاتا ہے) کے ساتھ مدینۂ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور جب تک حضرت علیؑ کے ساتھ آپ کی شادی نہ ہوگئی آپ اپنے والد گرامی کے ساتھ رہیں اور شادی کے بعد اس گھر کی بنیاد رکھی جو پیغمبر اسلامؐ کے گھر کے بعد عالم اسلام کا سب سے بلند و بالا اور عظیم گھر تھا اور بعد میں یہی گھر رسول اللہ کی پاک وپاکیزہ اور طیب و طاہر ذریت اور خداوند عالم کی طرف سے عترت پیغمبرؐ کو عطا ہونے والے کوثر (نسل) کے لئے ایک صدف پُر گہر میں تبدیل ہوگیا۔

شہزادی دو عالم ؑنے تاریخ اسلام کے مشکل ترین دور میں ایک نمونۂ عمل بیوی اور ایک عالی مرتبت ماں کا بہترین کردار پیش کیا جس میں اسلامی تاریخ قدیم اور بوسیدہ رسم ورواج اور جاہلیت زدہ انسانیت کے درمیان مستقبل کے لئے اعلیٰ اور دائمی منصوبے تیار کررہی تھی ایسی جاہلیت جس میں عورت کی انسانیت ہی زیر سوال تھی اور جس میں بیٹی کی اوقات ذلت وخواری کے بدنما داغ سے زیادہ کچھ نہ تھی اس میں شہزادی کائناتؑ جو رسالت محمدّیہ کی لخت جگر اور دین الٰہی کی اکلوتی بیٹی تھیں کے کاندھوں پر یہ ذمہ داری تھی کہ آپ اپنے انفرادی، سماجی اور گھریلوکردار سے ایک ایسا مجسم نمونۂ عمل پیش کردیں جسمیں رسالت کی تمام قدریں ایک ہی جگہ سمٹی ہوئی ہوں ۔چنانچہ آپ نے عالم انسانیت کے سامنے یہ ثابت کر دکھایا کہ ایک خاتون ہونے کے باوجود ہر لحاظ سے ایک کامل شخصیت ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور اس کے کرشمۂ قدرت کی آیت کبریٰ بھی ہیں کیونکہ اسی نے جناب فاطمہ زہرا ؑکو بے حد عظمت و جلالت اورنورانیت سے نوازا ہے۔آپ حضرت علیؑ کی زوجہ اور اہل جنت کے سید و سردار فرزندان

رسول مختار یعنی دو عظیم المنزلت ائمہ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ نیز جناب زینب و ام کلثوم جیسی مجاہد و صابرہ بیٹیوں کی والدۂ گرامی بھی ہیں جب کہ آپ کے والد گرامی کی وفات کے بعد آپ کے گھر اور بیت وحی و رسالت کی حرمت کی پامالی کے وقت آپ کے آخری فرزند جناب محسنؑ نے آپ کے شکم میں ہی شہادت پائی اور اسی طرح اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد اس مجاہدہ و شہیدہ ماں نے رسالت الہیہ کی حفاظت اور امت کو انحراف وگمراہی سے بچانے کے لئے راہ خدا میں سب سے پہلے قربانی پیش فرمائی ہے۔ شہزادی کائناتؑ نے سخت ترین حالات میں قدم قدم پر اپنے والد گرامی اور شوہر نامدار کا ہاتھ بٹایا اور حد درجہ سعی و کوشش اور جہد مسلسل اور زبان وبیان کے ذریعہ اسلام کی نصرت و امداد فرمائی خاص طور سے اہلبیت رسالتؑ کی تربیت میں ایک مثالی کردار پیش کیا جنھیں پیغمبر اسلامؐ نے اپنے بعد اسلام کی نصرت و حمایت کا فریضہ سپرد فرمایا تھا۔ بالآخر اس تلخ ترین جہاد کے بعد آپ ہی سب سے پہلے آنحضرتؐ سے ملحق ہوئیں مگر اس عرصہ میں مشرکین اور منافقین کی خود سری اور بربریت کے خلاف مختلف مورچوں پر جہاد کی صفوں کو منظم کردیا اور ان کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئیں۔

اور جس طرح منحرفین کا مقابلہ کرنے میںآپ کا منفرد مقام ہے اسی طرح عورتوں کی تہذیب و تمدن کی بنیاد ڈالنے میں بھی آپ کا اپنا ایک نمایاں مقام و مرتبہ ہے اور سچ تو یہی ہے کہ آپ جہاد و شجاعت، صبر و شہادت اور ایثار وقربانی کی حقیقی علمبردار ہیں کیونکہ کہ اپنی مختصر سی عمر میں ہی آپ نے ان تمام میدانوں میں بڑے بڑے نامور اور مایہ ناز لوگوں کو بہت پیچھے چھوڑدیا ہے۔ لہٰذا آپ کی مقدس و مطہر بارگاہ میں ہدیۂ اسلام پیش ہے اس دن، جب آپ دنیا میں تشریف لائیں، جب جام شہادت نوش فرمایا اور جس دن زندہ اٹھائی جائیں گی اور عظمت و جلالت، شرف و منزلت اور کرامت و بزرگی کا ہر جامہ آپ کے زیب تن ہوگا۔

دوسری فصل

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شخصیت کی تجلیاں

شہزادی کائناتؑ، اللہ تعالی کے سب سے عظیم الشان پیغمبر کی بیٹی ، پہلے امام امیر المؤمنینؑ کی شریکۂ حیات، سلسلہ امامت کی دو درخشندہ ترین شخصیتوں کی مادر گرامی ہیں بیشک آپ ہی آخری رسالت الٰہیہ کا روشن ومنور آئینہ ہیں نیز عالمین کی عورتوں کی سیدہؑو سردار اور رسول اطہر کی پاک وپاکیزہ ذریت کا صدف اور ان کی طیب و طاہر نسل کا سر چشمہ آپ ہی کی ذات ہے۔آپ کی تاریخ، رسالت کی تاریخ سے جڑی ہوئی ہے کیونکہ آپ ہجرت سے آٹھ سال پہلے پیدا ہوئیں اور آنحضرتؐ کی وفات کے چند مہینے بعد ہی اس دنیا سے تشریف لے گئیں ۔

آپ کی عظمت و منزلت نیز مقصد شریعت کے بارے میں آپ کی دوڑدھوپ کی بنا پر نبی اکرمؐ نے زبان وحی ورسالت سے اسکا بار بار اسی طرح اعلان کیا ہے جس طرح قرآن مجید نے صراحت کے ساتھ اہلبیتؑ کے فضائل و کرامات کا تذکرہ کرنے کے علاوہ شہزادی کائنات کی عظمت ومنزلت کا خصوصی تذکرہ بھی فرمایا ہے۔

شہزادیؑ کائنات قرآن مجید کی روشنی میں

جن لوگوں نے حق کی راہ میں قربانی دی ہے قرآن مجید کی آیتوں میں ان کی تجلیل و تعظیم کے ساتھ ساتھ ان کی مدح وثنا بھی ہوئی ہے چنانچہ ان آیتوں کی تلاوت کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا ۔قرآن مجید نے جن لوگوں کا خصوصی تذکرہ کیا ہے اور ان کے کردار اور فضائل و کمالات کی نمایاں طور سے تعریف کی ہے ان میں اہلبیتؑ پیغمبر ہر مقام پر سر فہرست نظر آتے ہیں مورخین اور مفسرین نے نقل کیا ہے کہ ان حضرات کی مدح وثنا میں کثرت کے ساتھ قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوئی ہیں بلکہ قرآن مجید کے متعدد سورے تو ان کے بتائے ہوئے جادۂ حق اور ان کے حسن عمل کی تائید اور مدح سرائی کے ساتھ ان کی پیروی کی دعوت سے مخصوص ہیں۔ ا۔کوثر رسالت کوثر یعنی خیر کثیر اور اگر چہ بظاہر اس میں وہ تمام نعمتیں شامل ہیں جن سے اللہ تعالی نے اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیؐ کو نوازا تھا لیکن سورۂ کوثر کی آخری آیت کی شان نزول کے بارے میں جو تفصیلات ذکر ہوئے ہیں ان سے یہ

بالکل واضح ہے کہ اس خیر کثیر کا تعلق کثرت نسل اور اولاد سے ہے، جیسا کہ آج پوری دنیا جانتی ہے کہ رسول اسلامؐ کی نسل طیبہ آپ کی اکلوتی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا ؑ سے ہی چلی ہے جسکا تذکرہ حضور اکرمؐ کے بعض احادیث میں بھی موجود ہے۔ مفسرین نے اس سلسلہ میں یہ نقل کیا ہے کہ عاص بن وائل نے ایک دن قریش کے بڑے بڑے لوگوں سے یہ کہا: محمد تو لا ولد ہیں اور ان کا کوئی بیٹا نہیں ہے[1] جو ان کا جانشین بن سکے لہذا جس دن یہ دنیا سے چلے جائیں گے اس دن ان کا کوئی نام لینے والا بھی نہ رہے گا۔

یہی شان نزول جناب ابن عباس اور اکثر اہل تفسیر نے ذکر کی ہے[2] اور مشہور مفسر، فخر رازی نے کوثر کے معنی کے بارے میں اگر چہ مفسرین کے اختلاف کا تذکرہ کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے واضح الفاظ میں یہ بھی تحریر کیا ہے کہ ''اور تیسرا نظریہ یہ ہے کہ کوثر سے مراد آپ کی اولاد ہے۔

کیونکہ یہ سورہ اس شخص کے جواب میں نازل ہوا ہے جس نے آپؐ کو بے اولاد ہونے کا طعنہ دیا تھا لہذا اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو ایسی نسل عطا گئی ہے جو ہمیشہ باقی رہے گی (اسکے بعد کہتے ہیں) چنانچہ آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ اہلبیتؑ کا کس طرح قتل عام کیا گیا ہے؟ پھر بھی دنیا ان سے بھری ہوئی ہے جب کہ بنی امیہ کا کوئی نام لینے والا بھی نہیں ہے نیز آپ یہ بھی دیکھئے کہ ان کے درمیان کتنے بڑے بڑے اور اکابر علماء گذرے ہیں جیسے (امام محمد) باقر (امام جعفر) صادق (امام موسیٰ) کاظم (امام علی) رضا ۲۲اور نفس زکیہ و غیرہ۔ جس طرح آیۂ مباہلہ دلیل ہے[3] کہ امام حسن و حسینؑ رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں اسی طرح اس بارے میں آنحضرتؐ کی متعدد حدیثیں بھی موجود ہیں کہ خداوند عالم نے ہر نبی کی ذریت اسکے صلب میں رکھی ہے اور ختمی مرتبتؐ کی نسل کو

[1] یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب پیغمبرؐ کے فرزند عبد اللہ کہ جو خدیجہ کے بطن سے تھے ان کا انتقال ہو گیا تھا اور پیغمبرؐ کی اولاد ذکور میں سے کوئی باقی نہیں بچا تھا۔

[2] تفسیر کبیر ،ج٣٢،ص١٣٢۔

[3] تاریخ بغداد : ج ١ ،ص ٣١۶ ، ریاض النضرہ : ج٢ ، ص ١۶٨ ، کنز العمال: ج ١١ ح ،٣٢٨٩٢۔

حضرت علیؑ کے صلب میں قرار دیا ہے نیز صحاح میں پیغمبر اکرمؐ کی یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ آپ نے امام حسنؑ کے بارے میں یہ فرمایا تھا: میرا یہ بیٹا سید و سردار ہے اور اللہ عنقریب اس کے ذریعہ دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے[1]۔

فاطمہ زہراءؑ سورۂ دہر میں

ایک روزامام حسنؑ اور امام حسینؑ مریض ہوئے اور رسول اسلامؐ کچھ لوگوں کے ساتھ ان کی عیادت کرنے گئے تو آپؐ نے فرمایا: اے علیؑ تم اپنے ان دونوں بیٹوں کی شفا کے لئے کچھ نذر کر لو چنانچہ حضرت علیؑ و فاطمہؑ اور آپؑ کی کنیز فضہ نے یہ نذر کی کہ اگر یہ دونوں شفا یاب ہوگئے تو ہم تین روزے رکھیں گے چنانچہ دونوں شہزادے بالکل شفا یاب ہوگئے گھر میں کچھ نہیں تھا حضرت علیؑ، شمعون یہودی سے تین صاع (سیر) جو ادھار لیکر آئے جن میں سے شہزادی کائناتؑ نے ایک سیر جو کا آٹا پیس کر اسی کی پانچ روٹیاں بنالیں اور سب لوگ انھیں اپنے سامنے رکھ کر افطار کرنے بیٹھ گئے کہ اسی وقت ایک سائل نے آکر سوال کیا: اے حضرت محمدؐ کے اہلبیتؑ آپ حضرات کی خدمت میں سلام عرض ہے، میں۔

مسلمان مسکینوں میں سے ایک مسکین ہوں مجھے کھانا عطا فرما دیجئے اللہ تعالی آپ کو جنت کے کھانوں سے سیر و سیراب فرمائے: سب نے ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی تمام روٹیاں سائل کو دے دیں اور پانی کے علاوہ کچھ نہیں چکھا اور صبح کو پھر روزہ رکھ لیا شام کو جب روزہ کھولنے کے لئے بیٹھے تو ایک یتیم نے آکر سوال کرلیا اور انھوں نے اس یتیم کو اپنا کھانا دیدیا تیسرے دن ایک اسیر آگیا اور اس دن بھی گذشتہ واقعہ پیش آیا صبح کو حضرت علیؑ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر رسول اکرمؐ کی خدمت میں لے گئے جب ان پر آنحضرتؐ کی نظر پڑی تو دیکھا کہ وہ بھوک کی شدت سے لرز رہے ہیں آپؐ نے فرمایا میرے لئے یہ کتنی تکلیف دہ بات ہے یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ پھر آپؐ ان کے ساتھ جناب فاطمہؑ کے گھر تشریف لے گئے تو کیا دیکھا کہ شہزادیؑ کائنات محراب میں مشغول عبادت ہیں اور ان کا پیٹ کمر سے ملا ہوا ہے اور آنکھیں اندر دھنس چکی تھیں یہ دیکھ کر آپ کو مزید تکلیف ہوئی

---

[1] صحیح بخاری : کتاب صلح ، صحیح تر مذی : ج ۵ ، ح ۳۷۷۳ ،ط احیاء تراث ،مسند احمد : ج۵ ، ص ۴۴ تاریخ بغداد: ج۳ ، ص ۲۱۵ ، کنز العمال: ج ۱۲ ،۱۳ احادیث ۳۴۳۰۱،۳۴۳۰۴ ، ۳۷۶۵۴۔

تب جناب جبرئیل آپ کی خدمت میں نازل ہوئے اور کہا :اے محمدؐ آپ کو مبارک ہو یہ لیجئے خداوند عالم نے آپ کو آپ کے اہل بیتؑ کے بارے میں مبارکباد پیش کی ہے ،پھر انھوں نے اس سورہ کی تلاوت فرمائی[١]۔ مختصر یہ کہ شہزادی کائناتؑ ان لوگوں میں شامل ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالی نے یہ گواہی دی ہے کہ آپ ان نیک لوگوں میں سے ہیں جو اس جام شربت سے سیراب ہوں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی یہی وہ حضرات ہیں جو اپنی نذر کو پورا کرتے ہیں اور اس دن کے شر سے خائف رہتے ہیں جس کا شر ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور یہی وہ حضرات ہیں جو کھانے کی ضرورت ہونے کے باوجود اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں چاہے اسکی وجہ سے انھیں دشواریوں کا سامنا ہی کیوں نہ کرنا پڑے اور وہ صرف خدا کی مرضی اور خوشی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں اور ان سے کسی قسم کے شکریہ اور بدلہ کے خواہشمند نہیں رہتے یہی وہ حضرات ہیں جنھوں نے خدا کے لئے صبر و تحمل سے کام لیا ہے ۔ اور انہی کو خداوند عالم اس بد ترین دن کے شر سے محفوظ رکھا ہے ۔ اور ان کے صبر و تحمل کے انعام میں انہیں جنت و حریر سے نوازا ہے[٢]۔

فاطمہ زہراؑ آیت تطہیر میں

آیۂ تطہیر رسول خداؐ پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ جناب ام سلمہ ۲۳۹ کے گھر میں تشریف فرما تھے اور آپ نے اپنے دونوں نواسوں حسنؑ و حسینؑ ،اور ان کے والد اور والدۂ گرامی کو اپنے پاس بٹھاکر اپنے اور ان کے اوپر ایک چادر ڈال دی تا کہ آپ کی ازواج اور دوسرے لوگ ان سے بالکل علیحدہ ہوجائیں تو یہ آیت نازل ہوئی: (انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیرا[٣]) اے اہلبیتؑ اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ تم سے رجس اور گندگی کو دور رکھے اور تمہیں اسی طرح پاک رکھے جو پاک وپاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔یہ حضرات ابھی اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ پیغمبرؐ نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ چادر سے اپنے ہاتھ باہر نکال کر آسمان کی طرف بلند کئے اور یہ دعا فرمائی ''؛اللھم ہولاء اہل بیتی فاذہب عنھم الرجس و طہرھم تطہیراً ''۔بارالٰہا! یہ میرے اہلبیت ہیں لہٰذا تو

---

[١] سورۂ دہر یا ھل اتیٰ یا انسان۔
[٢] ملاحظہ فرمایئے :کشاف مولفہ زمخشری ،تفسیر کبیر مولفہ ثعلبی ،اسد الغابہ ج۵ ص۵۳۰اور تفسیر فخر رازی۔
[٣] سورۂ احزاب ۳۳۔

ان سے رجس کو دور رکھنا اور انھیں پاک و پاکیزہ رکھنا ۔آپ بار بار یہی دہرا رہے تھے اور جناب ام سلمہ یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں اور آنحضرتؐ کی آواز بھی سن رہی تھیں اسی لئے وہ بھی یہ کہتی ہوئی چادر کی طرف بڑھیں :اے اللہ کے رسول میں بھی آپ حضرات کے ساتھ ہوں؟ تو آپ نے ان کے ہاتھ سے چادر کا گوشہ اپنی طرف کھینچتے ہوئے فرمایا :نہیں تم خیر پر ہو[1]؟

آیت نازل ہونے کے بعد رسول اسلامؐ کا مسلسل یہ دستور تھا کہ آپ جب بھی صبح کی نماز پڑھنے کے لئے اپنے گھر سے نکلتے تھے تو شہزادیؑ کائنات کے دروازہ پر آکر یہ فرماتے تھے ''الصلاۃ یا اہل البیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس ویطہرکم تطہیراً ''نماز!اے اہلبیت بیشک اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ تم سے ہر رجس اور برائی کو دور رکھے اور تمہیں پاک و پاکیزہ رکھے ۔آپ کی یہ سیرت چھ یا آٹھ مہینے تک جاری رہی[2]۔

یہ آیت گناہوں سے اہلبیتؑ کے معصوم ہونے کی بھی دلیل ہے کیونکہ رجس گناہ کو کہا جاتا ہے اور آیت کے شروع میں کلمۂ ''انّما ''آیا ہے جو حصر پر دلالت کرتا ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ ان کے بارے میں اللہ کا بس یہ ارادہ ہے کہ ان سے گناہوں کو دور رکھے اور انہیں پاک وپاکیزہ رکھے اور یہی حقیقی اور واقعی عصمت ہے جیسا کہ نبہانی نے تفسیر طبری سے آیت کے یہی معنی وضاحت کے ساتھ بیان کئے ہیں[3]۔

مودت زہراءاجر رسالت

جناب جابر نے روایت کی ہے کہ ایک دیہاتی عرب رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے محمدؐ مجھے مسلمان بنا دیجئے آپ نے فرمایا :یہ گواہی دو ''لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ ''۔ ''اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے ،وہ لا شریک

---

[1] صحیح مسلم :کتاب فضائل صحابہ ومستدرک صحیحین،۳،۱۴۷،الدر المنثور،ذیل تفسیر آیۂ تطہیر،تفسیر طبری۲۲،۵،صحیح ترمذی ۵ حدیث۳۷۸۷،مسند احمد ۶،۲۹۲و۳۰۴،اسد الغابہ ۴،۲۹،تہذیب التہذیب۲،۲۵۸۔

[2] الکلمۃ الغراء فی تفضیل الزہراص۲۰۰،علامہ سید عبدالحسین شرف الدین فرماتے ہیں:اسے امام احمد نے اپنی صحیح کی ج۳ ص ۲۵۹ ،پر اور حاکم نے بھی نقل کیا ہے نیز اسے ترمذی نے صحیح اور ابن ابی شبیہ،ابن حریر،ابن منذر ،ابن مردویہ اور طبرانی و غیرہ نے (حسن) قرار دیا ہے ۔

[3] الکلمۃ الغراء فی تفضیل الزہرا،ص ۱۰۰۔

ہے اور محمد اس کے بندہ اور رسول ہیں''۔ اس نے کہا آپ مجھ سے کوئی اجرت طلب کریں گے؟ فرمایا: نہیں صرف قرابتداروں کی محبت، اس نے کہا میرے قرابتداروں یا آپ کے قرابتداروں کی؟ فرمایا میرے قرابتداروں کی وہ بولا میں آپ کی بیعت کرتا ہوں لہذا جو شخص بھی آپ اور آپ کے قرابتداروں سے محبت نہ کرے اس پر خدا کی لعنت ہو، آپ نے فرمایا آمین[1]۔

مجاہد نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ اس مودت سے آپ کی پیروی آپ کی رسالت کی تصدیق اور آپ کے اعزاء سے صلۂ رحم کرنا مراد ہے جب کہ ابن عباس نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ: آپ کی قرابتداری کا خیال رکھ کر اس کی حفاظت کی جائے[2]۔ زمخشری نے ذکر کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اسی وقت رسول اللہؐ سے یہ سوال کیا گیا: اے اللہ کے رسول آپ کے وہ قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہمارے اوپر واجب کی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: علیؑ، فاطمہ ۲۳۶ اور ان کے دونوں بیٹے[3]۔

فاطمہ زہراؑ آیۂ مباہلہ میں

تمام اہل قبلہ حتی کہ خوارج کا بھی اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ نبی اکرمؐ نے مباہلہ کے لئے عورتوں کی جگہ صرف اپنی پارۂ جگر جناب فاطمہ زہراؑ کو اور بیٹوں میں اپنے دونوں نواسوں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو اور نفسوں میں صرف حضرت علی علیہ السلام کو ساتھ لیا جو آپ کے لئے ویسے ہی تھے جیسے موسیٰ کے لئے ہارون اور عیسائیوں سے مباہلہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور صرف یہی حضرات اس آیت کے مصداق ہیں اور یہ ایک ایسی واضح و آشکار چیز ہے جس کا انکار کسی کے لئے ممکن نہیں ہے اور اس فضیلت میں کوئی بھی آپ حضرات کا شریک نہیں ہے اور جو شخص بھی تاریخ مسلمین کی ورق گردانی کرے گا اسے روز روشن کی طرح یہی نظر آئے گا کہ یہ آیت ان ہی سے مخصوص ہے اور ان کے علاوہ کسی اور کے لئے نازل نہیں ہوئی ہے[4]۔ نبی

---

[1] حلیۃ الاولیاء:ج۳، ص۲۰۱، تفسیر الطبری: ج۲۵،ص ۲۵ ۔۱۶۔ ۱۷ ، تفسیر المنثور سورۂ شوریٰ کی تیسری آیۃ کی تفسیر ، الصوائق المحرقۃ: ۲۶۱و اسد الغابۃ :ج۵،ص۳۶۷۔

[2] فضائل الخمسہ بن الصحاح الستہ ج۱ ص۳۰۷۔

[3] الکشاف فی تفسیرا الآیہ ، و تفسیر الکبیر : فخر رازی ، اور الدر المنثور : اور ذخائرلعقبی :۳۵، الغدیر :ج ۳ ۔علامہ امینی نے اس آیت کے شان نزول کے بارے میں کہ یہ اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے ۴۵ ماخذ ذکر کئے ہیں۔

[4] الکلمۃ الغراء فی تفضیل الزہرا:۱۸۱۔

اکرمؐ ان حضرات کو اپنے ساتھ لے کر عیسائیوں سے مباہلہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور آپ نے ان پر فتح حاصل کی، اس وقت امہات المومنین (ازواج نبیؐ) سب کی سب اپنے گھروں پر موجود تھیں مگر آپ نے ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں بلایا اور نہ ہی اپنی پھوپھی جناب صفیہ اور اپنی چچازاد بہن جناب ام ہانی کو ساتھ لیا اور نہ ہی خلفائے ثلاثہ کی ازواج یا انصار و مھاجرین کی عورتوں میں سے کسی کو اپنے ساتھ لے گئے۔

اسی طرح آپ نے جوانان جنت کے دونوں سردار یعنی (امام حسن اور امام حسینؑ) کے ساتھ بنی ہاشم یا صحابہ کے کسی بچہ اور جوان کو نہیں بلایا اور نہ ہی حضرت علیؑ کے علاوہ اپنے اعزاء واقرباء اور ابتدائی اور قدیم مسلمانوں اور اصحاب میں سے کسی کو دعوت دی اور جب ان چاروں حضرات کو لے کر آپ باہر نکلے تو آپ کالے بالوں والی چادر اوڑھے ہوئے تھے جیسا کہ امام فخر رازی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ امام حسینؑ آپ کی آغوش میں اور امام حسنؑ آپ کی انگلی پکڑے ہوئے تھے جناب فاطمہؑ آپ کے پیچھے اور ان کے بعد حضرت علیؑ چلے آرہے تھے اور آنحضرتؐ ان سے یہ فرما رہے تھے : جب میں دعا کروں تو تم لوگ آمین کہنا، اُدھر اسقف نجران نے کہا :اے میرے عیسائی بھائیو! میں ان چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ خدا سے پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹانے کی دعا کردیں تو وہ اسے وہاں سے ہٹادے گا لہذا ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ مارے جاؤگے اور قیامت تک روئے زمین پر کسی عیسائی کا نام ونشان باقی نہیں رہ جائے گا[1]۔

فخر رازی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: یہ آیت دلیل ہے کہ حسن اور حسین رسول اللہؐ کے فرزند ہیں کیونکہ آپ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے بیٹوں کو لے کر آئیں گے اور آپ حسن و حسینؑ کو ساتھ لائے تھے لہذا ان دونوں کا فرزند رسولؐ ہونا بالکل طے شدہ بات ہے[2]۔ شہزادیٔ کائنات سلام اللہ علیہا سید المرسلین کی نگاہ میں! رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے: (أن اللہ لیغضب لغضب فاطمۃ،

---

[1] علامہ سید عبد الحسین شرف الدین کہتے ہیں:اس واقعہ کو تمام محدثین اور مورخین نے دسویں ہجری کے واقعات کی تفسیر کے ذیل میں تحریر کیا ہے اور یہی مباہلہ کا سال ہے اسی طرح ملاحظہ کیجئے صحیح مسلم کتاب فضائل صحابہ ،کشاف زمخشری سورۂ آل عمران کی ۶۱ ویں آیت ۔

[2] تفسیر الکبیر : آیۃ کی تفسیر کے ذیل میں، الصواعق المحرقہ : ۲۳۸۔

ویرضی لرضاها)بیشک اللہ تعالی فاطمہؑ کی ناراضگی سے ناراض اور ان کے خوش ہوجانے سے راضی ہوجاتا ہے[1]۔ (فاطمۃ بضعۃ منی ؛ من آذاها فقد آذانی، و من أحبها فقد أحبنی)فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف دی ہے اور جس نے اس سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی ہے[2]۔ (فاطمۃ قلبی و روحی التی بین جنبی)فاطمہ میرا دل اور میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان موجود میری روح ہے[3]۔ (فاطمہ سیدہ نساء العالمین)فاطمہ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں[4]۔اس قسم کی شہادتیں کتب حدیث وسیرت میں رسول اکرمؐ سے کثرت کے ساتھ مروی ہیں اور جو اپنی خواہش سے کوئی کلام ہی نہیں کرتے تھے نیز رشتہ داری یا دوسرے وجوہات سے بالکل متاثر نہیں ہوتے تھے اور خدا کی راہ میں آپ کو کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کوئی پروا نہیں تھی۔

رسول اکرمؐ نے اپنے کو اسلام کی تبلیغ کے لئے بالکل وقف کر رکھا تھا اور آپ کی سیرت تمام لوگوں کے لئے نمونہ عمل تھی، مختصر یہ کہ آپ کے دل کی دھڑکن،آنکھوں کی جنبش، ہاتھ پیر کی نقل و حرکت اور آپ کے افکار کی شعاعیں قول، فعل اور تقریر (یعنی آپ کی سنت)بلکہ آپ کا پورا وجود ہی دین کی علامت ،شریعت کا سرچشمہ، ہدایت کا چراغ اور نجات کا وسیلہ بن گیا ۔جتنا زمانہ گذرتا جارہا ہے اور اسلامی سماج جتنی ترقی کر رہا ہے اتنا ہی ان سے ہماری محبتوں میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے یا جب بھی ہم آنحضرت کے کلام میں اسلام کے اس بنیادی نکتہ کو دیکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ان سے یہ فرمایا تھا : ''یا فاطمۃ اعملی لنفسک فانّی لا اغنی عنک من اللہ شیئاً '' اے فاطمہؑ اپنے لئے عمل کرو کیونکہ میں خدا کی طرف سے تمہارے لئے کسی چیز کا ذمہ دار نہیں بن سکتا ہوں[5] (یعنی ہر شخص اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے) ۔آپؐ نے فرمایا :(کمل من الرجال کثیر، ولم یکمل من النساء إلا مریم بنت عمران، و آسیۃ بنت مزاحم

---

[1] کنز العمال :ج ۱۲، ص ۱۱۱، مستدرک صحیحین :ج ۳، ص ۱۵۴ ، میزان الاعتدال :ج ۱،ص۵۳۵۔

[2] صواعق المحرقۃ : ۲۸۹، الامامۃ والسیاسۃ :ص ۳۱ ،کنز العمال : ج۱۲ ، ص۱۱۱، خصائص النسائی: ۳۵ ، صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابۃ۔

[3] فرائد السمطین :ج۲ ،ص۶۶۔

[4] المستدرک صحیحین : ج۳ ،ص۱۷۰، وابو نعیم فی حلیۃ الاولیاء : ج۲،ص ۳۹،والطحاوی فی مشکل الآثار : ج ۱ ،ص ۴۸ ،وشرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید : ج۹ ،ص ۱۹۳ ، والعوالم :ج۱۱ ،ص ۱۴۱۔ ۱۴۶۔

[5] فاطمہ الزہراء وتر فی غمد: مقدمہ از قلم سید موسیٰ صدر۔

امرأۃ فرعون، و خدیجۃ بنت خویلد و فاطمۃ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)کامل مرد تو بہت سارے ہیں مگر کامل عورتیں مریم بنت عمران،فرعون کی زوجہ آسیہ بنت مزاحم،خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمدؐ کے علاوہ کوئی نہیں ہے[۱]۔نیز آپ نے فرمایا: (إنما فاطمۃ شجنۃ منی، یقبضنی ما یقبضھا، و یبطنی ما یبسطھا ۔ و إن الأنساب یوم القیامۃ تنقطع غیر نسبی و سببی و صھری...)فاطمہ میری ایک شاخ ہے اور جو چیز اسے خوش کرتی ہے اسی سے مجھے بھی خوشی ہوتی ہے[۲]اور قیامت کے دن میرے نسب و سبب اور دامادی کے علاوہ تمام نسب ایک دوسرے سے الگ ہوجائیں گے[۳]۔ایک دن پیغمبر اسلامؐ جناب فاطمہؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے نکلے اور آپ نے فرمایا:(من عرف ہذہ فقد عرفھا، و من لم یعرفھا فھی فاطمۃ بنت محمد، و ھی بضعۃ منی، و ھی قلبی الذی بین جنبی ؛ فمن آذاھا فقد آذانی، و من آذانی فقد آذی اللہ)جو اسے جانتا ہے وہ تو اسے جانتا ہی ہے اور جو نہیں جانتا وہ اسے پہچان لے کہ یہ فاطمہ بنت محمد ہے اور یہ میرا ٹکڑا ہے اور یہ میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان دھڑکنے والا میرا دل ہے لہذا جس نے اسے ستایا اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو تکلیف دی ہے[۴]۔

نیز فرمایا: (فاطمۃ أعز البریۃ علیّ)فاطمہؑ تمام مخلوقات میں مجھے سب سے زیادہ عزیز ہیں[۵]۔آپ کی عصمت کی طرف موجود ان اشاروں کے بعد ہمارے لئے ان احادیث کی تفسیر کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے بلکہ یہ احادیث تو آپؑ کی عصمت کے ساتھ اس بات کی شاہد ہیں کہ آپ صرف خدا کے لئے ناراض ہوتی ہیں اور خدا کے لئے راضی اور خوش ہوتی ہیں۔فاطمہ زہراءؑ ائمہ ،صحابہ اور مورخین کے اقوال کی روشنی میں امام زین العابدینؑ نے فرمایا ہے: ''لم یولد لرسول اللہؐ من خدیجۃ علی فطرۃ الاسلام الا فاطمۃ ''اعلان اسلام کے بعد جناب فاطمہؑ کے علاوہ جناب خدیجہؑ سے رسول اکرم کی کوئی اور اولاد نہیں ہوئی[۶]۔امام محمد باقرؑ سے منقول ہے: (و

---

[۱] رواہ صاحب الفصول المہمہ ۲۷، تفسیر الوصول :ج۲ ،ص۱۵۹ ، شرح ثلاثیات مسند احمد :ج ۲ ،ص ۵۱۱ ۔

[۲] الشجنۃ : اشعبۃ من کل شیء اشجنھہ کالغصن یکون من الشجرۃ ۔ مستدرک الحاکم :ج۳ ،ص ۱۵۴ ، کنز العمال :ج ۱۲، ص ۱۱۱ ح ، ۳۴۲۴۰ ۔

[۳] مسند احمد : ج۴، ص ۳۲۳ ۔ ۳۳۲ ، والمستدرک :ج ۳ ،ص ۱۵۴ ۔۱۵۹۔

[۴] فصول المہمہ : ۱۴۴ ، و رواہ فی کتاب المختصر عن تفسیر الثعلبی :۱۲۳۔

[۵] امالی الطوسی : مجلس ۱ ح ۳۰ ،والمختصر :۱۳۶۔

[۶] روضۃالکافی : ح ۵۳۶۔

اللہ لقد فطمھا اللہ تبارک و تعالی بالعلم[1]) خدا کی قسم اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو علم سے سیر و سیراب فرمایاہے۔امام جعفر صادق سے منقول ہے:(انّھا سُمِّیَتْ فاطمۃ لان الخلق فُطِمُوا عَن مَعرِفَتِھا[2])آپ کا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ مخلوقات کو آپ کی معرفت سے عاجزرکھا گیا ہے۔

ابن عباس سے منقول ہے ایک دن رسول اکرمؐ تشریف فرما تھے اور آپ کے پاس علیؑ،فاطمہ اور حسن و حسین بھی موجود تھے،تو آپ نے ارشاد فرمایا:(اللّٰھم إنک تعلم أن ھؤلاء أھل بیتی و أکرم الناس علی ؛ فأحبب من أحبھم و أبغض من أبغضھم ، و وال من والاھم و عاد من عاداھم ، و أعن من أعانھم ، واجعلھم مطھرین من کل رجس ، معصومین من کل ذنب و أید ھم بروح القدس نک[3]) پروردگارا تو بہتر جانتا ہے یہ میرے اہلبیت ہیں اور میرے اوپر ہرایک سے زیادہ کریم و مہربان ہیں لہذا جوان سے محبت رکھے اس سے محبت رکھنا اور جو ان سے بغض رکھے اس سے بغض رکھنا جوان کا چاہنے والا ہواس سے دوستی رکھنا اور جو ان کا دشمن ہو اس سے دشمنی رکھنا جو ان کی نصرت کرے اس کی مدد فرمانا اور انھیں ہر برائی اور گندگی سے طیب وطاہر اور ہر گناہ سے محفوظ رکھنا اور روح القدس کے ذریعہ ان کی تائید فرمانا۔

جناب ام سلمہ سے یہ روایت ہے:کہ انھوں نے کہا فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ آپؐ سے شکل و صورت میں سب سے زیادہ مشابہ تھیں۔ ام المومنین عائشہ نے کہا ہے :میں نے فاطمہ (س) کے بابا کے علاوہ کسی کو ان سے زیادہ زبان کا سچا نہیں پایا سوائے ان کی اولاد کے[4]!اور جب وہ رسول خداؐ کی خدمت میں پہونچتی تھیں تو آپ ان کے احترام میں کھڑے ہوجاتے تھے ان کو بوسہ دیتے خوش آمدید کہتے اور ان کا ہاتھ پکڑکرانھیں اپنی جگہ بٹھاتے تھے اسی طرح جب نبی کریمؐ ان کے پاس تشریف لاتے تھے تو وہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوکر ان کو بوسہ دیتی تھیں اور ان کا کاندھا پکڑکر اپنی جگہ بٹھاتی تھیں اور پیغمبراکرمؐ مسلسل انھیں اپنے اسرار

---

[1] کشف الغمہ :ج۱ ،ص ۴۶۳۔
[2] بحار الانوار :ج ۴۳، ص ۱۹۔
[3] بحار الانوار :ج۴۳ ،ص ۶۵۔ ۲۴۔
[4] اہل البیت : ۱۴۴ لتوفیق ابو علم۔

(راز) بتاتے رہتے تھے اور اپنے کاموں میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے[1]۔ حسن بصری سے منقول ہے: اس امت میں فاطمہؑ سے بڑا کوئی عابد نہیں آپ اتنی نمازیں پڑھتی تھیں کہ آپ کے دونوں پیروں پر ورم آجاتا[2]۔ ایک روز عبد اللہ بن حسن، اموی خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے پاس گئے اس وقت اگر چہ وہ بالکل نو عمر تھے مگر اتنے پر وقار تھے کہ عمر بن عبد العزیز اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا اوراس نے آگے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا اور آپ کی ضروریات پوری کرنے کے بعد آپ کے پیٹ پر اتنی زور سے چٹکی لی کہ وہ درد سے چیخ پڑے پھر ان سے کہا: اسے شفاعت کے وقت یاد رکھنا[3] جب وہ واپس چلے گئے تو اس کے حوالی موالی یوں نے اس کی مذمت کرتے ہوئے کہا ایک نو عمر بچہ کا اتنا احترام کیوں؟ تو اس نے جواب دیا: مجھ سے ایسے قابل اعتماد اور ثقہ شخص نے نقل کیا ہے۔

جیسے میں نے خود اپنے کانوں سے رسول کی بابرکت زبان سے یہ جملے سنے ہوں کہ آپ نے فرمایا: فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس سے وہ خوشی ہوتی ہے اسی سے مجھے بھی خوش ہوتی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ اگر جناب فاطمہؑ زندہ ہوتیں تو ان کے بیٹے کے ساتھ میں نے جو یہ نیک برتاؤ کیا ہے وہ اس سے ضرور خوش ہوتیں پھر انہوں نے پوچھا کہ مگر یہ چٹکی لینے اور یہ سب کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس نے کہا: بنی ہاشم میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کو حق شفاعت حاصل نہ ہو لہذا میری یہ آرزو ہے کہ مجھے ان کی شفاعت نصیب ہوجائے[4]۔ ابن صباغ مالکی نے کہا ہے: یہ اس شخصیت کی بیٹی ہیں جن پر ''سبحان الذی اسریٰ'' (پاک وپاکیزہ ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا) نازل ہوئی سورج اور چاند کی نظیر خیر البشر کی بیٹی، دنیا میں پاک وپاکیزہ پیدا ہونے والی، اور محکم و استوار اہل نظر کے اجماع کے مطابق سیدہ و سردار ہیں۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے آپ کے بارے میں یہ کہا ہے: چنندہ عابدوں اور زاہدوں میں سے ایک، متقین کے درمیان منتخب شدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدہ بتول، رسول سے مشابہ اور ان کا ٹکڑا ...آپ دنیا اور

---

[1] بحار الانوار : ج۴۳ ،ص ۸۴۔
[2] وقرة: رزاتة و حلم ، الع نة الطى الذى فى البطن من السمن (المختار ، باب عكن)۔
[3] الاغالى : ج۸ ،ص ۳۰۷ ، ومقاتل الطالبيين : ۱۲۴۔
[4] الفصول المهمة : ۱۴۱،ط بيروت۔

اسکی رنگینوں سے کنارہ کش اور دنیا کی برائیوں کی پستیوں اور اس کی آفتوں سے اچھی طرح واقف تھیں[1]۔ ابو الحدید معتزلی یوں رقمطراز ہیں: رسول اکرم ﷺ نے جناب فاطمہ زہرا ؑ کا اتنا زیادہ احترام کیا ہے جس کے بارے میں لوگ گمان بھی نہیں کر سکتے ہیں، حتی کہ آپ اس کی بنا پر باپ اور اولاد کی محبت سے بھی بلند تر مرتبہ پر پہونچ گئے۔

اسی وجہ سے آپ نے نجی نشستوں اور عام محفلوں میں ایک دوبار نہیں بلکہ باربار فرمایا اور ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہوں پر یہ ارشاد فرمایا: (إنھا سیدۃ نساء العالمین، و إنھا عدیلۃ مریم بنت عمران، و إنھا إذا مرت فی الموقف نادی مناد من جھۃ العرش: یا أھل الموقف! غضوا أبصارکم؛ لتعبر فاطمۃ بنت محمد) یہ عالمین کی عورتوں کی سید و سردار ہے یہ مریم بنت عمران کی ہم پلہ ہے اور جب روز قیامت میدان محشر سے ان کا گذر ہوگا تو عرش کی طرف سے ایک منادی یہ آواز دے گا: اہل محشر اپنی نظریں جھکا لو تاکہ فاطمہ بنت محمدؐ گذر جائیں، یہ صحیح احادیث میں سے ہے اور ضعیف حدیثوں میں نہیں ہے اور ایک دوبار نہیں بلکہ آپؐ نے نہ جانے کتنی بار یہ ارشاد فرمایا: (یؤذینی ما یؤذیھا، یغضبنی ما یغضبھا، و إنھا بضعۃ منی؛ یریبنی ما رابھا[2]) جس بات سے اسے تکلیف پہنچتی ہے اس سے مجھے بھی تکلیف پہنچتی ہے اور جس بات سے اسے غصہ آتا ہے اسی سے میں بھی غصہ (ناراض) ہوجاتا ہوں اور وہ تو میرا ٹکڑا ہے۔

موجودہ دور کے مورخ ڈاکٹر علی حسن ابراہیم نے لکھا ہے: جناب فاطمہ ؑ کی زندگی تاریخ کا وہ نمایاں ورق ہے جسمیں عظمت کے مختلف رنگ بھرے ہوئے ہیں اور آپ بلقیس یا کلوپطرہ کی طرح نہیں تھیں جن کی عظمت و منزلت کا کل دار مدار ان کے بڑے تخت (بے پناہ دولت و ثروت اور لاجواب حسن و جمال پر تھا اور نہ ہی آپ عائشہ کی طرح تھیں جنھوں نے لشکر کشی اور مردوں کی قیادت کی وجہ سے شہرت حاصل کی بلکہ ہم ایک ایسی شخصیت کی بارگاہ میں حاضر ہیں جن کی حکمت و جلالت کی چھاپ پوری دنیا میں ہر جگہ دکھائی دیتی ہے ایسی حکمت جسکا سرچشمہ اور ماخذ علماء اور فلاسفہ کی کتابیں نہیں ہیں بلکہ یہ وہ تجربات روزگار ہیں جو زمانہ کی الٹ

[1] حلیۃ الاولیاء: ج ٢، ص ٣٩، ط بیروت۔
[2] شرح نہج البلاغہ: ج٩، ص١٩٣۔

پھیراور حادثات سے بھرے پڑے ہیں نیز آپ کی جلالت ایسی ہے جسکی پشت پر کسی طرح کی ثروت و دولت اور حکومت کا ہاتھ نہیں ہے بلکہ یہ آپ کے نفس کی پختگی کا کرشمہ ہے[1]۔

[1] فاطمۃالزہراٗ ء بہجۃ قلب المصطفیٰ : ۲۱۔

تیسری فصل

حضرت فاطمہ زہرا ۲۳۶ کی شخصیت کے چند نمایاں نقوش

شہزادی کائناتؑ کے تذکروں کا دائرہ کائنات میں نور کی پہلی کرن پھوٹنے سے لیکر آپ کی فانوس حیات کی روشنی کے گل ہونے والے لمحہ کے درمیان موجود وسعتوں سے کہیں زیادہ ہے۔آپ اس عظیم نبی کی بیٹی ہیں جنہوں نے انسانیت کی فکروں کو ترقی سے سرفراز کرکے منزل معراج پر پہنچادیا نیز آپ ایسے مرد الٰہی کی زوجہ ہیں جو حق کا ایک اہم رکن اور تاریخ بشریت کے سب سے عظیم نبیؐ کے وجود کا استمرار تھے ۔آپ کمال عقل ،جمال روح،پاکیزہ صفات اور اصل کرم کی آخری منزلوں پر فائز تھیں آپ نے جس معاشرہ میں زندگی بسر کی اسے اپنی ضوفشانیوں سے منور کردیا اور یہی نہیں بلکہ اپنے افکار وخیالات کے نتیجہ میں آپ اس سے کہیں آگے نظر آئیں،آپ نے رسالت الٰہیہ کے برپا کردہ انقلاب میں ایسا مقام و مرتبہ حاصل کرلیا اور اس کا اتنا اہم رکن (حصہ)بن گئیں کہ جس کو سمجھے بغیر تاریخ رسالت کو سمجھنا قطعاً ناممکن ہے۔

ایک عورت کے لئے جتنے فضائل و کمالات ضروری ہیں جیسے انسانیت ،عفت، پاکدامنی، کرامت قداست و غیرہ کوشہزادی کائناتؑ نے اپنے کردار و عمل کی شکل میں بالکل مجسم کرکے پیش کردیا اس کے علاوہ آپ کی روشن وتابناک ذکاوت و ذہانت، منفرد زیرکی(فطانت)اور وسیع علم اپنی جگہ پر ہے اور آپ کے افتخار کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ نے مدرسۂ نبوت اور بیت رسالت میں تربیت پائی اور اپنے والد گرامی سے وہ سب کچھ حاصل کرلیا جو ان پر رب العالمین کی جانب سے نازل کیا گیا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ اپنے والد گرامی کے گھر میں اس علمی دولت سے آراستہ ومزین ہوئیں جو مکہ کی کسی عورت کو نصیب نہ ہوسکی[1]۔ آپؑ نے حضرت محمد مصطفیؐ اور حضرت علی مرتضیٰؑ کی شیریں زبانوں سے قرآن کی آیتیں سنیں اور اس کے احکام وفرائض اور سنتوں

[1] البیت : ١١٦ مؤ لفہ: توفیق ابو علم۔

کو اس طرح ذہن نشین کرلیا کہ بڑے بڑے صاحبان شرف و منزلت بھی اس کی گرد راہ تک نہیں پہونچ سکے ۔آپ نے ایمان و یقین کے ساتھ نشوونما پائی ،وفاواخلاص اور زہد کے ساتھ پروان چڑھیں اور چند سال کے اندر ہی یہ روشن ہوگیا کہ آپ وہ دختر شرف و منزلت ہیں جس کی نظیر جناب حواء کی بیٹیوں میں کہیں نظر نہیں آسکتی۔آپ نے ہر کمال میں اپنے بابا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے زندگی کے مختلف مراحل طے کئے یہاں تک کہ آپ کے بارے میں ام المؤمنین عائشہ کو یہ کہنا پڑا :میں نے مخلوقات خدا میں کسی کو فاطمہؑ سے زیادہ لب ولہجہ اور انداز گفتگو میں رسول اکرمؐ سے مشابہ نہیں دیکھا اور جب وہ اپنے والد کی خدمت میں جاتی تھیں تووہ ان کا ہاتھ پکڑ کر چومتے تھے بہترین انداز سے انھیں خوش آمدید کہتے تھے اور اپنی جگہ بٹھاتے تھے اور جب آنحضرتؐ ان کے پاس جاتے تھے تو وہ بھی کھڑے ہوکر آپ کا استقبال کرتی تھیں اور ان کے ہاتھ پکڑکر ان کو بوسہ دیتی تھیں[1]۔

یہیں سے ہمیں وہ راز بھی معلوم ہوجاتا ہے جس کی بنا پر حضرت عائشہ نے بالکل واضح الفاظ میں اعلان کیا کہ میں نے زمین کی تمام عورتوں میں جناب فاطمہؑ سے زیادہ رسول خداؐ کی سب سے زیادہ چہیتی کسی کو نہیں پایا اپنے الفاظ میں انھوں نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے :میں نے فاطمہؑ کے باباکے علاوہ ان سے زیادہ زبان کا سچا کوئی نہیں دیکھا[2] ۔اس طرح شہزادیٔ کائنات، عالم نسوانیت کی ایک ایسی مکمل اور مجسم علامت بن گئیں جس کے سامنے تمام مومنین کے سر نہایت خلوص کے ساتھ بالکل خم نظر آتے ہیں۔ا۔علم و معرفت جناب فاطمہ زہراؑ کے لئے وحی و نبوت کے گھر میں جن علوم ومعارف کا انتظام موجود تھا آپ نے صرف ان ہی پر اکتفا نہیں کی اور علم و معرفت کے آفتاب کی جو کرنیں آپ کے اوپر مسلسل پڑتی رہتی تھیں آپ نے انھیں کو کافی نہیں سمجھا بلکہ اپنی توانائیوں کے مطابق اپنے والد گرامی اور اپنے شوہر نامدار (جوعلم نبی کے شہر کا دروازہ تھے)سے مسلسل علوم حاصل کرتی رہیں آپ اپنے دونوں بیٹوں یعنی امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو پابندی سے بزم پیغمبرؐ میں بھیجا کرتی تھیں اور واپسی پر ان سے سب کچھ دریافت بھی فرماتی تھیں جس سے ایک طرف تو تعلیم سے آپ کی دلچپی اور دوسری جانب اپنے بچوں کی اعلیٰ تربیت کا انداز

[1] اہل البیت : ۱۱۶ مؤ لفہ: توفیق ابو علم۔
[2] اہل البیت : ۱۱۶ مؤ لفہ: توفیق ابو علم۔

معلوم ہوتا ہے نیز یہ کہ اپنے گھر کی تمام مصروفیتوں کے باوجود بھی آپ مسلمان عورتوں کو مسلسل تعلیم دیا کرتی تھیں۔ طلب ونشر علم کی راہ میں آپ کی جہد مسلسل نے آپ کو بزرگ ترین راویات حدیث اور سنت مطہرہ کی حاملات میں سر فہرست لا کھڑا کیا ہے۔ انہی کوششوں کے نتیجہ میں ایک ضخیم کتاب وجود میں آئی جس کی آپ بہت قدر کیا کرتی تھیں ''مصحف فاطمہ'' نام کی یہ کتاب آپ کی میراث کے طور پر آپ کے فرزندوں آئمہ معصومین علیہم السلام تک یکے بعد دیگرے منتقل ہوتی رہی ہے۔ جس کی تفصیل آپ حضرات آپ کی میراث کے باب میں ملاحظہ کریں گے۔

آپ کی بلندی فکر اور وسعت علم کا اندازہ آپ کے ان ہی دو خطبوں سے لگایا جاسکتا ہے جو آپ نے رسول خدا ؐکی وفات کے بعد بالکل برجستہ ارشاد فرمائے تھے جن میں سے ایک خطبہ تو مسجد نبوی ؐمیں بڑے بڑے صحابہ کے درمیان دیا تھا اور دوسرا خطبہ اپنے گھر میں ارشاد فرمایا تھا اور یہ دونوں ہی خطبے[1] آج تک آپ کی فکر کی گہرائی، اصالت نیز آپ کی ثقافتی وسعت نظر، منطقی قوت استدلال اور نااہل ہاتھوں میں امت کی باگ ڈور پہونچ جانے کے بعد رونما ہونے والے واقعات کی پیشین گوئیوں کے بہترین شاہکار ہیں، اسکے علاوہ بارگاہ خدا میں آپ کا بے مثال ادب، خدا اور حق کی راہ میں آپ کے جہاد کا اپنا الگ مقام ہے۔ بیشک شہزادی ؑان اہل بیت ؑکی ایک فرد تھیں جنھوں نے تقوائے الٰہی کو اپنے گلے لگایا تو اللہ نے انھیں دولت علم سے مالامال کردیا (جسکی طرف قرآن میں واضح اشارہ موجود ہے) اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم سے آراستہ وپیراستہ فرمایا۔ (اور گویا آپ کی گھٹی میں علم الٰہی شامل تھا) لہٰذا آپ کو ''فاطمہ ؑ''کہا جانے لگا اور چونکہ آپ کی کوئی مثل و نظیر نہیں ہے لہٰذا آپ کو ''بتول ؑ''کہا گیا۔

۲۔ اخلاق کریمہ جناب سیدہ کونین ؑنیک سیرت، پاک باطن، شریف النفس، جلیل القدر، زود فہم، خوش صفات، جری، نڈر، بہادر، غیرتمند خود پسندی سے بیزار اورغرور و تکبر سے دور تھیں۔ آپ ؑحوصلہ مند، بے حد بردبار، صاحب وقار و سکون، مہربان، پختہ رائے کی مالک اور پاکدامن تھیں۔ اپنے والد نبی رحمتؐ کی وفات سے پہلے آپ کی زندگی پروقار، مقصد زیست سے سرشار اور

[1] یہ دونوں خطبے، اس کتاب میں آگے چل کر آئیں گے۔

خندہ روئی اور تبسم کے ساتھ بسر ہوئی۔ لیکن اپنے والد کی وفات کے بعد وہ تبسم نہ جانے کہاں غائب ہو گیا۔آپ نے حق کے علاوہ کبھی زبان نہیں کھولی سچائی کے علاوہ کوئی گفتگو نہ کی، کسی کا غلط انداز سے کبھی تذکرہ نہیں کیا ،آپ غیبت ،تہمت،چغلخوری، اشارہ و کنائے نیز کسی کی تضحیک سے کوسوں دور رہیں اسرار کی حفاظت ،وعدہ وفائی، نصیحت کی تصدیق ،معذرت قبول کرنا برائیوں سے چشم پوشی،گستاخیوں اور جسارتوں کو حلم وبردباری کے ساتھ نظر انداز کردینا آپ کی عام عادت تھی۔آپ برائیوں سے دور ،خیر و خیرات کی طرف مائل،امانتدار ،دل اور زبان کی سچی، عفت وپاکدامنی کی آخری چوٹی (بلندی)پر فائز،پاکدامن اور ایسی پاکیزہ نظر خاتون تھیں جس پر خواہشات نفسانی کا ذرہ برابر اثر نہ ہوتا تھا اور ایسا کیوں نہ ہو؟آپ تو نبی کریمؐ کے ان اہلبیت میں شامل ہیں جن کو خداوند عالم نے ہر برائی اور گندگی سے دور رکھا ہے[1]۔

آپ کسی بھی نامحرم مرد سے بات کرتی تھیں تو آپ کے اور اس کے درمیان کوئی نہ کوئی پردہ ضرور حائل رہتا تھا ،جو آپ کی عفت و پاکدامنی کی علامت ہے ۔ بلکہ اس سلسلہ میں آپ کے احتیاط کا یہ عالم تھا کہ آپ کو یہ بات بھی بری محسوس ہوئی کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جنازہ کی اسی طرح ایک چادر ڈال کر اس کی تشییع کی جائے جس طرح دوسری عورتوں کا جنازہ اٹھایا جاتا ہے [2]۔آپ بے حد زاہدہ اور قناعت پسند تھیں اور آپ کو یہ معلوم تھا کہ لالچ سے دل مردہ ہوتا ہے نیز کام بگڑ جاتے ہیں اسی لئے آپ اپنے والد گرامی کی اس حدیث پر شدت سے عمل پیرا تھیں ''فاطمۃ اصبری علی مرارۃ الدنیا لتفوزی بنعیم الابد[3]''،''اے فاطمہ دنیا کی تلخیوں پر صبر کرو تاکہ ابدی نعمتوں کی مالک بن جاؤ''اس لئے آپ معمولی سے معمولی وسائل زندگی اور سادہ زیستی پر خوش وخرم، مشکلاتِ زندگی پر صابر، تھوڑے سے حلال پر قانع نیز راضی و خشنود ،دوسروں کے اموال سے بے پروا،نا حق چیز یا غیر خدا سے حاصل شدہ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھنے کی پابند، مختصر یہ کہ آپ استغناء نفس کا راز ہیں،جیسا کہ آپ کے والد گرامی نے فرمایا ہے: ''انما الغنی غنی النفس''،مالداری (استغناء)صرف نفس کی مالداری ہے۔آپ وہ سیدۂ بتول ہیں جو دنیا سے کنارہ کش ہو کر، خدا سے بالکل

---

[1] اہل بیت :۱۳۲۔۱۳۴ ۔
[2] اہل بیت :۱۳۲۔۱۳۴۔
[3] اہل بیت :۱۳۲۔۱۳۴۔

نزدیک،کائنات کی رنگینوں سے متنفراس کی بلاؤں سے اچھی طرح واقف صبر و تحمل کے ساتھ اپنا فریضہ کو ادا کرنے والی اور بے شمار مشکلات زندگی کے باوجود ہمیشہ اپنے پروردگار کے ذکر میں مصروف دکھائی دیتی ہیں۔شہزادی دو عالم کو صرف آخرت کی فکر لاحق تھی اسی لئے آپ کو دنیاوی مسرتوں سے خوشی نہ ہوتی تھی،کیونکہ آپ نے اپنے بابا کو بھی ہمیشہ دنیا کی آسائش وآرام اور اس کی لذتوں سے کنارہ کش اور دور ہی دیکھا۔آپ ہی سے دنیا والوں نے یہ سبق سیکھا ہے کہ بلاؤں پر صبراورآسائشوں میں ذکرخدا کیسے ہوتا ہے اور قضاء و قدر الٰہی پر کس طرح راضی رہا جاتاہے جیسا کہ آپ نے اپنے والد گرامی کی یہ حدیث نقل فرمائی ہے''ان اللہ اذا احب عبداً ابتلاہ فان صبر اجتباہ و ان رضی اصطفاہ ''۔خداوند عالم جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اسے امتحان اور آزمائش میں مبتلا کردیتا ہے چنانچہ اگر وہ صبر کرلیتا ہے تو اسے چن لیتا ہےاور اگر وہ راضی رہتا ہے تو اسے ممتاز و منتخب قرار دیتا ہے۔

۳۔سخاوت وایثار جود و سخا کے میدان میں آپ اپنے پدر بزگوار کے نقش قدم پر گامزن رہیں اس لیے کہ آپ نے آنحضرتؐ سے یہ سن رکھا تھا: ''السخی قریب من اللہ۔۔۔''سخاوت کرنے والا اللہ سے،لوگوں سے اور جنت سے قریب اور جہنم سے دور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود بھی جواد ہےاور سخاوت کرنے والے سے محبت کرتا ہے۔''اور ایثار تو حضرت محمد مصطفیؐ کا شعار تھا یہاں تک کہ آپ کی بعض ازواج نے کہا ہے:پوری زندگی کبھی بھی آپ نے لگاتار تین دن تک سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا بلکہ آپ ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے: ''ولو شئنا لشبعنا ولکنا نؤثر علی انفسنا[1]'' ''اگر ہم چاہیں توشکم سیر رہ سکتے ہیں مگر ہم لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں''یہی وجہ ہے کہ شہزادی کائنات اپنے والد کی پیروی میں ایثار وقربانی کے ہر مرحلہ میں آگے نظر آتی ہیں جسکا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنی شادی کا جوڑا بھی سائل کو عطا فرمادیا تھا آپ کے عظیم جودو ایثار کے لئے وہی واقعہ کافی ہے جسے ہم سورۂ دہر کی تفسیر کے ذیل میں ذکر کرچکے ہیں۔جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے:پیغمبر اکرمؐ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی جب تعقیبات سے فارغ ہوگئے تو محراب میں ہماری طرف رخ کرکے بیٹھ گئے لوگ آپ کو ہر طرف سے اپنے حلقہ میں لئے

[1] اہل بیتؑ ۱۳۷۔ ۲۔اہل بیتؑ ۱۳۸۔

ہوئے تھے کہ اچانک ایک بوڑھا شخص آیا جو بالکل پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا جس سے بڑھاپے اور کمزوریکی وجہ سے سنبھلا نہیں جارہا تھا یہ منظر دیکھ کر رسول اکرمؐ نے اس کی خیریت پوچھی!تو اس نے کہا :اے نبی اللہ میں بہت بھوکا ہوں لہذا کچھ کھانے کو دیدیجئے میرے پاس کپڑے نہیں ہیں مجھے کپڑے دیدیجئے اور میں فقیر بھی ہوں۔آنحضرتؐ نے فرمایا :میرے پاس تو فی الحال کوئی چیز نہیں ہے پھر بھی چونکہ خیر کی طرف راہنمائی کرنے والا خیرات کرنے والے کی طرح ہوتا ہے لہذا تم اس کے گھر چلے جاؤ جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں وہ اپنے اوپر اللہ کو ترجیح دیتا ہے،جاؤ تم فاطمہؑ کے حجرہ کی طرف چلے جاؤ (بی بی کا گھر پیغمبر اکرمؐ کے اس حجرے سے ملا ہوا تھا جو ازواج کے حجروں سے الگ آنحضرتؐ کا مخصوص حجرہ تھا)اور فرمایا :اے بلال ذرا اٹھو اور اسے فاطمہؑ کے گھر تک پہنچادو ۔

وہ دیہاتی جناب بلال کے ساتھ چلا گیا ،جب وہ جناب فاطمہؑ کے دروازہ پر جا کر رکا تو اس نے بلند آواز سے کہا :نبوت کے گھرانے والو !فرشتوں کی رفت و آمد کے مرکز و مقام اور روح الامین جبرئیل کے نزول کی چوکھٹ والو تم پر پروردگار عالم کا سلام ہو !شہزادی کونینؑ نے جواب دیا تم پر بھی سلام ہو ،تم کون ہو ؟اس نے کہا میں ایک بوڑھا اعرابی ہوں آپ کے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوا تھا ۔ اے دختر پیغمبر اکرمؐ میں برہنہ تن اور بھوکا ہوں لہذا مجھ پر کچھ کرم فرمائیے خدا آپؑ پر اپنی رحمت نازل کرے ۔ اس وقت آپ کے یہاں یہ حال تھا کہ شہزادی کونین نے اور اسی طرح ،مولائے کائناتؑ (حتی حضور اکرم ﷺ) نے تین دن سے کچھ نہ کھایا تھا حضور اکرم ﷺ کو بھی اس بات کا علم تھا جناب سیدہؑ نے گوسفند کی ایک کھال اٹھائی جس پر امام حسنؑ اور امام حسینؑ سوتے تھے اور فرمایا کہ اے دق الباب کرنے والے اس کو لیجا امید ہے کہ خدا اس کے ذریعہ تم کو بھلائی دے گا ۔ اعرابی نے کہا :اے دختر پیغمبر ﷺ !میں نے آپؑ سے بھوک کا شکوہ کیا ہے لیکن آپؑ مجھ کو یہ کھال دے رہی ہیں ؟میں اس بھوک میں اس کا کیا کروں ؟یہ سن کر آپ نے اپنی گردن سے وہ ہار اتار کر اس اعرابی کی طرف بڑھا دیا جو آپ کو آپؑ کے چچا حمزہ کی بیٹی فاطمہؑ نے تحفہ میں دیا تھا ۔اور فرمایا :لیجا کر اس کو بیچ دینا امید ہے کہ خدا تم کو اس کے ذریعہ اس سے بہتر چیز عنایت فرمائے گا ۔

اعرابی ہار لے کر مسجد میں آیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے اور کہا : اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! فاطمہؑ نے یہ ہار مجھ کو دے کر کہا ہے اس کو بیچ دینا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر رو پڑے اور فرمایا کہ : اس کے ذریعہ اس سے بہتر چیز کیسے عنایت نہ فرمائے گا جبکہ تم کو یہ ہار بنی آدم کی تمام عورتوں کی سردار فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے ؟ اس وقت جناب عمار یاسر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا مجھے یہ ہار خریدنے کی اجازت ہے ؟ آپ نے فرمایا عمار ! اس کو خرید لو کیونکہ اگر جن وانس بھی مل کر اس کو خرید لیں تو ان میں سے کسی پر بھی خدا عذاب نہ فرمائے گا ۔ جناب عمار نے عرض کی اے اعرابی یہ ہار کتنے میں بیچوگے ؟ اس نے کہا کہ اس کی قیمت یہ ہے کہ مجھ کو پیٹ بھر روٹی اور گوشت مل جائے ، ایک بردیانی مل جائے جسے اوڑھ کر میں نماز پڑھ سکوں اور اتنے دینار جن کے ذریعہ میں اپنے گھر واپس پہونچ جاؤں اسی دوران جناب عمارؓ نے اپنا وہ تمام حصہ جو آپؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے مال غنیمت میں سے دیا تھا قیمت کے عنوان سے پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں اس ہار کے بدلے تم کو بیس دینار ، دوسو درہم ، ایک بردیانی ، اپنی سواری جو تم کو تمہارے گھر تک پہونچادے گی اور اتنی مقدار میں گیہوں کی روٹیاں اور گوشت بھی فراہم کر رہا ہوں جس سے تم بالکل سیر ہوجاؤ ۔ اعرابی نے کہا اے بھائی تم کتنے سخی ہو ! جناب عمار اس کو اپنے ساتھ لے گئے اور وعدے کے مطابق وہ ساری چیزیں اسے دیدیں اعرابی دوبارہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا : کیا تم سیر ہوگئے اور تم کو پوشاک مل گئی اس نے کہا میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں ! جی ہاں میں بے نیاز ہوگیا ہوں ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اب فاطمہؑ کو ان کے ایثار کا بدلہ دو ! تو اعرابی نے کہا : پروردگارا : تو معبود ہے ہم نے تجھ کو پیدا نہیں کیا ہے اور تیرے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں ہے تو ہر حال میں ہمارا رازق ہے خدایا ! فاطمہؑ کو ایسی نعمت عطا فرما جیسی نعمت نہ کسی نے دیکھی ہوا اور نہ سنی ہو ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آمین کہا اور اصحاب کی طرف رخ کر کے کہا : خدا نے فاطمہؑ کو دنیا میں یہ چیزیں دی ہیں : میں اس کا باپ ہوں اور تمام عالمین میں کوئی مجھ جیسا نہیں ؛ علیؑ ان کے شوہر ہیں اگر علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کوئی ہمسر نہ ہوتا ، ان کو حسنؑ اور حسینؑ جیسے بیٹے عطا کئے جن کا مثل تمام عالمین میں نہیں یہ تمام فرزندان انبیاء اہل بہشت

کے سردار ہیں ۔ آپؐ کے سامنے جناب مقداد و عمار یاسر و سلمان فارسی بیٹھے تھے ان سے آپؐ نے فرمایا : مزید بتاؤں؟ انہوں نے کہا : جی ہاں! تو آپؐ نے فرمایا : میرے پاس جبرئیل آئے تھے انھوں نے یہ بیان کیا ہے کہ جب فاطمہؑ سے قبر میں دو فرشتے پوچھیں گے : تمہارا پروردگار کون ہے؟ تو وہ جواب دیں گی اللہ میرا پروردگار ہے وہ سوال کریں گے : تمہارا نبیؐ کون ہے؟ تو وہ یہ جواب دیں گی : میرے پدر بزرگوار ۔ وہ سوال کریں گے : تمہارا ولی کون ہے؟ تو وہ یہ جواب دیں گی : یہ شخص جو میری قبر کے کنارے کھڑا ہے ۔ کیا میں تم کو ان کی مزید فضیلت بتاؤں؟ یاد رکھو خدا نے ان پر فرشتوں کی ایک جماعت کو معین کیا ہے جو آگے پیچھے، دائیں بائیں ہر طرف سے ان کی حفاظت کرتی ہے یہ سب زندگی میں ان کے روبرو حاضر ہیں اور وہ ان کی وفات کے وقت بھی اور قبر میں بھی ان کے ساتھ رہیں گے ۔

اور وہ جماعت ان کے والد، شوہر اور ان کی اولاد پر مسلسل درود بھیجتی رہتی ہے چنانچہ میری وفات کے بعد جو بھی میری زیارت کرے اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی ہے اور جس نے فاطمہؑ کی زیارت کی اس نے گویا میری زیارت کی ہے جس نے علیؑ کی زیارت کی اس نے گویا فاطمہؑ کی زیارت کی جس نے حسنؑ اور حسینؑ کی زیارت کی اس نے گویا علیؑ کی زیارت کی اور جس نے ان کی ذریت کی زیارت کی اس نے گویا ان دونوں کی زیارت کی ہے ۔

اس وقت جناب عمار یاسر نے ہار کو مشک سے معطر کیا اور اسے ایک برد یمانی میں لپیٹ دیا ۔ آپ کا ایک غلام تھا جس کو آپ نے خیبر سے ملنے والے اپنے حصے سے خریدا تھا آپ نے اس سے فرمایا اس ہار کو لو اور رسول خداؐ کو دیدو اور تم بھی رسول اکرمؐ کی ملکیت ہو ۔ غلام نے ہار لے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا اور جناب عمار کی بات دہرائی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : فاطمہؑ کے پاس جاؤ اور ان کو یہ ہار دیدو اور تم بھی انہیں کی ملکیت میں ہو غلام ہار لے کر جناب فاطمہؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو سے باخبر کیا جناب فاطمہؑ نے وہ ہار لے لیا اور اس غلام کو آزاد کردیا غلام کو ہنستا دیکھ کر جناب فاطمہؑ نے

پوچھا تم کیوں ہنس رہے ہو ؟اس نے کہا مجھ کو اس ہار کی برکت عظمیٰ نے ہنسایا ہے جس کی برکت سے ایک بھوکا شکم سیر ہوا ،ایک برہنہ تن نے لباس پایا،ایک نادار مالدار ہوگیا ،ایک غلام آزاد ہوگیا اور پھر یہ ہار اپنے مالک کے پاس واپس آگیا[1] ۔

ایمان اور اطاعت الٰہی

خدا پر ایمان ،انسان کامل کی قیمت ہے اور خدا کی اطاعت کمال کی بلندیوں تک پہونچنے کا زینہ ہے ۔ انبیاءؑ نے دار کرامت میں صدق کے مقامات حاصل کئے کیونکہ انہوں نے ایمان کے اعلیٰ ترین درجات پالئے تھے اور نیکیوں اور اللہ سبحانہ کی عبادت میں خلوص کے حصول کے لئے دنیا میں جد وجہد کی تھی ۔

قرآن کریم نے سورۂ دہر میں شہزادی کونینؑ کے کمال اخلاص، خشیت الٰہی، خدا اور آخرت پر آپ کے اس ایمان کامل کی شہادت دی ہے جو ہر ایک کے لئے نمونہ ہے اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے آپ کے بارے میں یہ گواہی دی ہے: (إن ابنتی فاطمة ملأ اللہ قلبها و جوارحها إیمانا إلی مشاشها ، ففرغت لطاعة اللہ[2]) ''خدا نے میری بیٹی فاطمہ زہراؑ کے دل اور اعضاء وجوارح کو ایمان سے پر کردیا ہے جس کی وجہ سے انہوں نے اطاعت الٰہی کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیا ہے'' ایک اور جگہ آپؑ کی عبادت کے بارے میں فرماتے ہیں: (إنها متی قامت فی محرابها بین یدی ربها جل جلاله، زهر نورها لملائکة السماء کما یزهر نور الکواکب لأهل الأرض '' ویقول اللہ عزو جل لملائکته : '' یا ملائکتی، انظروا إلی أمتی فاطمة، سیدة إمائی، قائمة بین یدی، ترتعد فرائصها من خیفتی، وقد أقبلت بقلبها علی عبادتی،أشهدکم أنی قد آمنت شیعتها من النار) ''فاطمہ زہراؑ جب محراب عبادت میں اپنے پروردگار کے سامنے کھڑی ہوتی ہیں تو ان کا نور آسمان کے فرشتوں کو اسی طرح چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے جس طرح زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے دکھائی دیتے ہیں''اور خداوند عالم اپنے فرشتوں سے کہتا ہے : ''میرے فرشتو !میری کنیز اور میری کنیزوں کی ملکہ و سردار فاطمہ زہراؑ کو دیکھو جو میری بارگاہ میں کھڑی ہے اور میرے خوف سے تھر تھر کانپ رہی ہے اور دل کی مکمل توجہ کے ساتھ میری عبادت میں مشغول ہے تم

---

[1] بحارالانوار ج۴۳ ۔۴۶ ص ۵۶ ص۵۸ ۔
[2] بحارالانوار ج۴۳ ۔۴۶ ص ۴۳۔

سب گواہ رہنا ۔کہ میں نے اس کے شیعوں کو آتش دوزخ سے امان دیدی ہے[1] (و قال الحسن بن علی : رأیت امی فاطمۃؑ قامت فی محرابھا لیلۃ جمعتھا ، فلم تزل راکعۃ ساجدۃ حتی اتضح عمود الصبح ، سمعتھا تدعو للمؤمنین و المؤمنات و تسمیھم و تکثر الدعاء لھم ، و لاتدعو لنفسھا بشئ، فقلت لھا : یا أماہ ، لم لاتدعین لنفسک کما تدعین لغیرک ؟ فقالت : یا بنی ! الجار ثم الدار ۔) ''امام حسنؑ نے ایک بار شب جمعہ میں اپنی مادر گرامی کو محراب عبادت میں کھڑے ہوئے دیکھا آپؑ مسلسل رکوع و سجود کرتی رہیں یہاں تک کہ سپیدیٔ سحر نمودار ہوگئی میں نے سنا کہ آپؑ مومنین و مومنات کے لئے ان کا نام لے لے کر بہت زیادہ دعائیں کر رہی تھیں لیکن اپنے لئے کوئی دعا نہیں فرمائی میں نے عرض کی مادر گرامی : جس طرح آپؑ دوسروں کے لئے دعا کر رہی تھیں اسی طرح آپ نے اپنے لئے کیوں دعا نہیں کی ؟ تو آپؑ نے فرمایا بیٹے پہلے پڑوسی پھر گھر[2] ''جمعہ کے دن کی آخری گھڑیوں کو آپؑ نے صرف دعا کے لئے مخصوص کر رکھا تھا اسی طرح آپؑ رمضان کی آخری دس راتوں میں بالکل نہیں سوتی تھیں اور گھر میں موجود تمام افراد کو عبادت و دعا کے لئے شب بیداری پر آمادہ کرتی تھیں ۔ حسن بصری نے کہا ہے : اس امت میں فاطمہؑ سے زیادہ عبادت گذار کوئی نہیں ہوا آپؑ اس قدر عبادت کرتی تھیں کہ پیروں پر ورم آجاتا تھا[3] ۔ آپؑ نماز میں خوف خدا سے کانپتی تھیں[4] ۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جناب سیدہؑ اپنی پوری حیات طیبہ میں کبھی بھی محراب عبادت سے باہر ہی نہیں نکلیں کیونکہ آپؑ اپنے گھر کے اندر اپنے شوہر کی فرمانبرداری اور اولاد کی تربیت کی بنا پر عبادت خدا میں مصروف رہتی تھیں اور اسی طرح دوسری عام خدمات انجام دے کے بھی خدا کی اطاعت و عبادت ہی کرتی تھیں ۔ مزید یہ کہ آپؑ فقرا کی امداد بھی اطاعت و عبادت خدا کے لئے ہی کرتی تھیں اور خود زحمتیں برداشت کر کے دوسروں کے ضروریات پورے کرتی تھیں ۔

[1] امالی صدوق مجلس نمبر ۲۴ ص ۱۰۰۔
[2] بحار الانوار ج۴۳۔ ص ۸۱۔۸۲۔
[3] بحار الانوار ج۴۳۔ ص ۸۴۔
[4] اعلام الدین:۲۴۷، عُدّۃ الداعی ص ۱۵۱ ۔

آپ ؑ کا انداز محبت

جس طرح جناب سیدہ ؑ نے اپنے پدر بزرگوار کا پیار پایا تھا اسی طرح آپ ؑ بھی اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ بہت حسن سلوک سے پیش آتی تھیں ان سے بے لوث محبت فرماتی تھیں ہمیشہ ان کو اپنے اوپر مقدم رکھا، آپ اپنے پدر بزرگوار کے گھر کا انتظام بھی سنبھالتی تھیں اوران کے آرام وسکون کا خیال رکھتی تھیں جس طرح کہ آپ ؑ اپنے پدر گرامی ﷺ کی خوشی کے تمام وسائل فراہم کرتی تھیں مثلاً آن حضرت کے نہانے کے لئے پانی بھرنا ، آپ کے ، کھانے کا انتظام کرنا ، کپڑے دھونا آپ کا معمول تھا حتی کہ آپ ؑ دوسری خواتین کے ساتھ میدان جنگ میں کھانا اور پانی پہونچاتی تھیں ۔ زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں اور ان کی مرہم پٹی کرتی تھیں ۔

جنگ احد میں آپ ؑ نے حضور اکرم ﷺ کے زخموں کا اس طرح علاج کیا کہ جب دیکھا کہ خون بند نہیں ہو رہا ہے تو آپ ؑ نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لے کر اسے جلایا اور جب وہ جل کر بالکل راکھ ہوگیا تو اس کو زخم پر چھڑک دیا جس سے خون بند ہوگیا ۔ جب خندق کھودی جا رہی تھی تو آپ ؑ حضور اکرم ﷺ کے لئے تھوڑی سی روٹی لے کر آئیں حضور اکرم ﷺ نے پوچھا : (فقال:ما ھذہ یا فاطمۃ؟ قالت: من قرص اختبزتہ لابنی ،جئتک منہ بھذہ الکسرۃ ۔ فقال: یا بنیۃ،أما أنھا لأول طعام دخل فم أبیک منذ ثلاثۃ أیام) ''فاطمہ زہرا ؑ یہ کیا ہے ؟ آپ ؑ نے فرمایا یہ اس روٹی کا ایک حصہ ہے جو میں نے اپنے دونوں بچوں کے لئے پکائی تھی اس میں سے آپ کے لئے اتنا حصہ بچاکر لائی ہوں اس وقت حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بیٹی : تمہارا باپ تین دن کے بعد یہ پہلا کھانا کھا رہا ہے[1]''

اس طرح جناب سیدہ ؑ نے شفقت اور پیار و محبت کی ان کمیوں کو پورا کر دیا جو حضور اکرم ﷺ کے لئے راہ خدا میں جہاد و دعوت کے سخت ترین لمحات میں اپنے والدین اور زوجہ مکرمہ جناب خدیجہ ؑ کی وفات کے بعد پیدا ہوگئی تھیں ۔ اسی سے ہم کو بار بار حضور اکرم ﷺ کی زبان پر آنے والے اس فقرہ کا مطلب سمجھ میں آجاتا ہے: (فاطمۃ أم أبیھا[2]) ''فاطمہ ؑ اپنے باپ ﷺ کی ماں ہیں حضور اکرم ﷺ آپ ؑ کے ساتھ بالکل ماں جیسا برتاؤ کرتے تھے مثلاً آپ ؑ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے تھے ، مدینہ واپسی پر سب سے

---

[1] اہل بیت ص۱۴۱۔۱۴۲۔
[2] اسد الغابہ ج۵ ص ۵۲۰ اور الاستیعاب ج۴ ص ۳۸۰ ۔

پہلے آپؑ سے ملاقات کرنے جاتے تھے اسی طرح ہر سفر اور جنگوں پر روانہ ہوتے وقت سب سے آخر میں آپؑ سے رخصت ہوتے تھے گویا آپؐ اس صاف وشفاف سر چشمۂ رحمت سے سفر کی برکتوں کا توشہ حاصل کرتے تھے اسی طرح آپؐ ان کے پاس بہت زیادہ رفت وآمد فرماتے تھے اور شہزادی کونینؑ آپ سے اسی طرح پیش آتی تھیں جیسے ایک ماں اپنی اولاد کے ساتھ پیش آتی ہے یعنی آپؑ حضور اکرم ﷺ کے رنج و مصیبت کو کم کرتی تھیں اور آپ کی خدمت اور فرمانبرداری میں کوئی کمی نہیں کرتی تھیں۔

آپؑ کا مسلسل جہاد

جناب سیدہؑ اس وقت پیدا ہوئیں جب اسلام اور جاہلیت کے درمیان بے حد سخت مقابلہ جاری تھا آپؑ نے اس وقت آنکھیں کھولیں جب مسلمان بت پرستی سے بر سر پیکار تھے ۔ قریش نے حضور اکرم ﷺ اور تمام بنی ہاشم کا محاصرہ کر رکھا تھا ۔ جس کی بنا پر حضور اکرم ﷺ اپنی مجاہد زوجہ اور دختر گرامی کے ساتھ شعب ابی طالب میں چلے گئے تھے قریش کا یہ محاصرہ تین سال جاری رہا ،آپؑ کو ہر طرح کی محرومی اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپؑ نے حق کے دفاع اور اپنے مقصد کے لئے قربانی پیش کرتے ہوئے راہ خدا میں جہاد جاری رکھا ۔ محاصرہ کے یہ سال نہایت سختی اور پریشانی کے عالم میں گذرے اور بالآخر حضور اکرم ﷺ وہاں سے سرخ رو ہو کر نکلے ۔

خدا نے اسی سال جناب خدیجہؑ کو اپنی بارگاہ میں بلالیا نیز اسی سال آپؑ کے چچا ،اور آپ کی تبلیغ کے حامی یعنی ناصر اسلام جناب ابو طالب نے وفات پائی ۔ اپنے سب سے زیادہ محبوب اور عزیز افراد کو کھونے کے بعد حضور اکرم ﷺ شدید رنج و الم میں مبتلا ہوگئے اسی طرح جناب فاطمہ زہراؑ جو ابھی شفقت مادری سے اچھی طرح سیر نہ ہو پائی تھیں کہ انھیں بھی اپنی والدہ کی جدائی کا غم برداشت کرنا پڑا اور اس طرح اپنی والدہ گرامی کو کھونے کے باوجود آپؑ اپنے پدر بزرگوار کی مصیبت میں ان کی شریک ہوگئیں ۔ حضور اکرم ﷺ ہمیشہ یہ چاہتے تھے کہ آپؑ کو اتنا پیار دیں کہ آپؑ کا تمام ترغم دور ہوجائے ۔ حضور اکرم ﷺ کے حامی چچا ابو

طالب کی وفات کے بعد قریش نے حضور اکرم ﷺ کو ہر طرح ستانا شروع کردیا جناب سیدہ کونین اپنے والد کی آنکھوں سے ان قریش کے مظالم کا مشاہدہ کرتی رہتی تھیں جن کو حضور اکرم ﷺ تاریکیوں سے نور کی طرف لانا چاہتے تھے ۔جبکہ حضور اکرم ﷺ جناب سیدہ کونینؑ کے رنج و الم کو ہلکا کرنا چاہتے تھے لہٰذا آپ ان کو یہ کہہ کر صبر دلایا کرتے تھے کہ: (لا تبکی یا بنیۃ ؛فإن اللہ مانع أباک و ناصرہ علی أعداء دینہ و رسالتہ) ''بیٹی گریہ مت کرو کیونکہ خدا تمہارے بابا کا محافظ ہے اور وہی دین و رسالت کے دشمنوں کے خلاف میری نصرت کرے گا[۱]''اس طرح پیغمبر اکرم ﷺ اپنی بیٹی کے اندر جہاد کی سب سے اعلیٰ روح پھونک رہے تھے اور ان کے قلب کو صبر کے ساتھ کامیابی کی امید سے مالامال کر رہے تھے ۔ مکہ کی گھٹن کی فضا سے اپنے پدر بزرگوار کی مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد آپؑ بھی ان علیؑ کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت کر گئیں کہ جنھوں نے قریش کے غرور کو چکنا چور کردیا اور آپ سب مقام قبا میں حضور اکرم ﷺ سے جا ملے اس سفر میں پیدل چلتے چلتے آپؑ کے پیروں پر ورم آگیا تھا ۔

جب آپؑ کے پدر بزرگوار مدینہ میں اپنی با برکت حکومت کو مضبوط کر چکے تو آپؑ شادی کرنے کے بعد اپنے شوہر حضرت علیؑ کے گھر منتقل ہوگئیں اور ان کے جہاد میں ان کا ہاتھ بٹایا ،زندگی کی سختیوں اور راہ خدا میں جہاد کی مشکلات پر صبر کیا اس طرح آپؑ ایک نئی مشترکہ زندگی کا اعلیٰ نمونہ پیش کر رہی تھیں ۔

آپ نے حق کی نصرت اور وصیت رسول اکرم ﷺ کا دفاع کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور آپؑ نے صراط مستقیم سے لوگوں کے انحراف کے خلاف اپنے شوہر کی طرف داری کے لئے سخت ترین لمحات میں فریاد بلند کی تاکہ دنیا کو یہ بتا دیں کہ علیؑ کی زندگی کا اندرونی محاذ مضبوط ہے اور اسے ہرگز کمزور خیال نہ کیا جائے۔ البتہ ہر قسم کی صورت حال سے نپٹنے کے لئے آپؑ آخری فیصلہ اپنے قائد اور اپنے امام شوہر گرامی کے اوپر چھوڑ دیتی تھیں تاکہ وہ خود ہی حالات کے اعتبار سے مناسب قدم اٹھا سکیں ۔جناب سیدہ کونینؑ ہفتہ کے دن صبح کے وقت احد میں شہدا کی قبروں کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتی تھیں ان کے لئے طلب رحمت

---

[۱] سيرة المصطفىٰ ص ۲۰۵ ـتاريخ طبرى:۱ص۴۲۶ط دارالفكر بيروت.

اور دعائے استغفار کرتی تھیں ۔یہ لگن اور جاں فشانی اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ جناب سیدہ کونینؑ جہاد و شہادت کو کتنی اہمیت دیتی تھیں نیز آپؑ کی اس عملی زندگی کی قدر و قیمت کا بھی پتہ چلتا ہے جو جہاد سے شروع ہوئی، اسی راستہ پر رواں دواں رہی اور آخر کار آپؑ کے درجہ شہادت پر فائز ہونے کے بعد جہاد پر ہی تمام ہوئی[1] ۔

[1] مقدمۂفاطمۃ الزہرا وترفی غمداز قلم موسی صدر ۔

دوسرا باب

پہلی فصل

حضرت فاطمہ[س]کی نشو ونما

ا۔آپؑ کی والدۂ محترمہ حضرت خدیجہؑ کی منزلت و مرتبہپیغمبر اکرمؐ کی سب سے پہلی زوجہ ''جناب خدیجہؓبنت خویلد '' کے والدین کا تعلق قریش سے تھا اور دونوں ہی جزیرہ نمائے عرب کے اعلیٰ ترین نجیب گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔اس ارفع و اعلیٰ نسب کے ساتھ ساتھ،نیک نامی، بہترین اخلاق اور نیک اوصاف و خصائل نیز پاکیزگیٔ کردار کی شہرت نے آپ کو ایک خاص بلندی عطا کی تھی،آپ پیغمبر اکرمؐ سے شادی سے پہلے سے ہی طاہرہ اور قریش کی عورتوں کی سردار کے طور پر پہچانی جاتی تھیں ۔اس کے ساتھ ہی آپ قریش کی مالدار اور ثروت مند خاتون تھیں آپ کا جاہ جلال بہت زیادہ تھا اور آپ کو دینداری اپنے گھرانے سے ورثہ میں ہی ملی تھی جیسا کہ جب یمن کے بادشاہ ''تبّع دوم'' نے حجر اسود کو اپنے ساتھ یمن لے جانے کی کوشش کی تو اپنی دینی غیرت و حمیت کی بدولت آپ کے والد ''خویلد''ہی اس کے سامنے آہنی دیوار بن گئے اور اس کی طاقت اور لشکر کی کثرت کو کسی طرح خاطر میں نہ لائے جو ان کے دینی جذبہ کی بہترین سند ہے[1]۔

جناب خدیجہ کے جد،اسد بن عبد العزی معاہدۂ حلف الفضول کے اہم رکن تھے جس میں قریش نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ مکہ میں کسی پر ظلم نہیں ہونے دیا جائے گا چاہے وہ مکہ کا رہنے والا ہو یا کہیں باہر سے آیا ہواور وہ لوگ اس کی مدد ضرور کرینگے اور اسے اس کا حق واپس دلائیں گے اس بارے میں رسول اکرمؐ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:(لقد شهدت فی دار عبدالله بن جدعان حلفاً ماأحب أن لی به حمرالنعم،ولواُدعٰی به فی الإسلام لأجبت) میں نے عبد اللہ بن جد عان کے گھر پر اس معاہدہ ''حلف الفضول ''کا مشاہدہ کیا کہ اس

[1] سيرة الآئمہ الاثنی عشر، سيد ہاشم معروف الحسنی ۔

کے بدلہ میں اگر مجھے سرخ اونٹ دیئے جائیں تو میں انہیں قبول نہیں کروں اور اگر مجھے اسلام میں بھی اس کی دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کرلوں[1]۔ آپ کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے اور ان میں سے انھیں جو کچھ بھی اچھا لگتا تھا اس پر عمل پیرا رہتے تھے جسکی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ رہتے تھے یا مکہ ان دونوں کا وطن تھا ،بلکہ وہ بتوں کی عبادت و پرستش کو حقیر سمجھتے تھے اور انھیں ایک قابل اطمینان دین کی تلاش تھی[2]۔ مختصر یہ کہ جناب فاطمہؑ کا تعلق اس گھرانے سے تھا جو علم وعمل اور دینداری کے میدان میں یگانۂ روزگار تھا اور اس گھرانے والے حضرت ابراہیمؑ کے دین حنیف پر قائم رہنے کے ساتھ ساتھ جزیرہ نمائے عرب میں دین حق کے ظہور کا شدت سے انتظار کر رہے تھے[3]۔

حضرت خدیجہؑ کی تجارتی سرگرمیاں

قریش کے بڑے بڑے لوگوں نے جناب خدیجہؑ کے پاس شادی کے لئے پیغام بھیجا اور آپ کے سامنے لمبی لمبی پیش کشیں بھی کیں لیکن آپ نے کسی کا رشتہ قبول نہیں کیا[4] اور آپ نہایت سکون و اطمینان اور بڑی پاکدامنی کے ساتھ اسی طرح زندگی بسر کرتی رہیں یہاں تک کہ آپ کی عمر چالیس سال ہوگئی ۔

جناب خدیجہ کے پاس بیحد دولت تھی جسے آپ نے مہربند کرکے نہیں رکھا اور نہ ہی اسے سود خوری کے لئے استعمال کیا جبکہ اس زمانے میں سود ہر طرف رائج تھا بلکہ آپ اس مال سے تجارت کیا کرتی تھیں اور اس کے لئے نیک اور ایمان دار لوگوں سے کام لیتی تھیں اور اسی تجارت کے ذریعہ آپ کے پاس ایک بڑا سرمایہ جمع ہوگیا تھا ۔ محدثین کا بیان کیا ہے کہ جناب خدیجہؑ مختلف لوگوں کو اجرت دے کر تجارت کے لئے شام بھیجا کرتی تھیں آنحضرتؐ سے شادی سے کچھ عرصہ پہلے آپؑ نے پیغمبر اکرمؐ سے پیش کش

---

[1] سیرۂ ابن ھشام۱،۱۳۴ط بیروت دار المعرفۃ۔
[2] سیرۂ ائمہ اثنی عشر:۱،۴۲۔
[3] اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے پیغمبر اکرمؐ سے شادی کرنے سے پہلے کسی سے بھی شادی نہیں کی تھی تو پھر آپ ان دو لوگوں سے کیسے شادی کر سکتی تھیں جو مشرک بھی تھے اور ان کی کوئی سماجی حیثیت بھی نہیں تھی ،اسکی تائید ان دلائل سے بھی ہوتی ہے جنہیں بلا ذری نے انساب الاشراف میں ،ابو القاسم کوفی نے استغاثہ و غیرہ میں ذکر کیا ہے ملاحظہ فرمائیے ''الصحیح من سیرۃ النبیؐ''مولفہ علامہ جعفر مرتضی عاملی،کامل شیخ بہائی ،عماد الدین طبری اور مناقب ابن شہر آشوب ،نیز ابن عباسؓ سے روایت ہے:کہ رسول اکرمؐ سے شادی کے دقت آپ کی کل عمر۲۸ سال تھی دیکھئے شذرات الذھب ۱،۱۴ ،انساب الاشراف ۱،۹۸۔
[4] ھمان

کی تھی کیونکہ پیغمبر اکرمؐ کی ایمانداری اور صداقت و غیرہ کے چرچے اس وقت ہر مرد و عورت اور چھوٹے بڑے کی زبان پر تھے لہٰذا، اگر وہ ان کا مال تجارت لے کر شام چلے جائیں تو ان کو دوسروں کے مقابلہ میں دوہرا سرمایہ دیا جائے گا چنانچہ آنحضرتؐ نے اس سلسلہ میں اپنے چچا جناب ابو طالبؑ سے مشورہ کیا اور خدیجہ کی پیش کش کے مطابق شام کی طرف روانہ ہوگئے اس سفر میں جناب خدیجہؑ نے قافلہ کی دیکھ بھال اور آپ کا خیال رکھنے کے لئے اپنے غلام میسرہ کو بھی آپ کے ساتھ روانہ کر دیا آپ کی برکتوں سے اس سفر تجارت میں اتنا فائدہ اور اتنی برکتیں سامنے آئیں جو اس سے پہلے کبھی بھی دیکھنے میں نہ آتی تھیں یہی وجہ تھی کہ قافلہ کے مکہ سے قریب پہنچنے سے پہلے ہی میسرہ تیزی کی ساتھ جناب خدیجہؑ کی خدمت میں پہونچ گیا اور اس نے راستہ کے تمام واقعات اور ''بحیرا راہب'' سے ان کی ملاقات و غیرہ کی تفصیل آپ سے بیان کر دی۔

جناب خدیجہؑ کی ذہانت اور دور بین نگاہوں کا یہ اثر تھا کہ آپ نے اعلان رسالت سے پہلے ہی آنحضرتؐ کی شخصیت اور آپ کے اعلیٰ اخلاق کے اندر ،انوار رسالت کا مشاہدہ کر لیا تھا،اور اسی وجہ سے آپ نے ہر بڑے آدمی کے پیغام ازدواج کو ٹھکرا دیا آپ کی نگاہ انتخاب صرف پیغمبر اکرمؐ پر ہی جا کر رکی اور آپ نے اس مبارک رشتہ کے لئے خود اپنے کو پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں پیش کر دیا جبکہ آپ کی بہترین مالی حالت اور پیغمبر اکرمؐ کے طرز زندگی کے درمیان بظاہر بعید فاصلہ تھا۔

تاریخ یعقوبی میں نقل ہوا ہے کہ جناب عمار بیان کرتے ہیں: جناب خدیجہؑ اور پیغمبر اسلامؐ کی شادی کی تفصیل سب سے زیادہ مجھے معلوم ہے کیونکہ پیغمبر اکرمؐ سے میری دوستی تھی،اور ایک دن ہم دونوں صفا و مروہ کے درمیان چلے جا رہے تھے کہ اچانک خدیجہ اور ان کے ساتھ ان کی بہن ہالہ بھی وہاں پہونچیں جب انہوں نے رسول اللہؐ کو دیکھا تو ان کی بہن ہالہ میرے پاس آئیں اور مجھ سے بولیں ،اے عمار کیا تمہارے دوست کو خدیجہ سے کوئی دلچسپی ہے ؟میں نے ان سے کہا خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم،تب میں آپؐ کے پاس آیا اور آپ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے مجھ سے کہا جاؤ ان سے کہدو کہ ہم فلاں دن تمہارے یہاں آئیں گے ،چنانچہ اس دن میں نے جناب خدیجہؑ کے چچا عمر و بن اسد کے گھر کسی کو بھیجا اور پیغمبرؐ کی ریش مبارک پر روغن کی مالش کی آپ کو ایک عبا

اوڑھائی پھر رسول اکرمؐ اپنے چچاوں کے درمیان وہاں پہونچے جن میں سب سے آگے آگے جناب ابو طالب تھے انہوں نے مجمع کے سامنے ایک خطبہ پڑھا اور اس کے بعد ان دونوں کی شادی ہوگئی۔ عمار مزید کہتے ہیں: پیغمبر اکرمؐ کو جناب خدیجہؑ نے تجارت کے لئے اجیر نہیں بنایا تھا اور نہ ہی آپؐ نے کبھی کسی کی مزدوری کی ہے[1]۔

پیغمبر اکرمؐ اور جناب خدیجہؑ کی شادی

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے اس گھر میں آنکھ کھولی جس کی شان و شوکت، عظمت و منزلت اور عزت و شرافت میں عرب کے کسی گھر کا کوئی مقابلہ نہ تھا آپ اسی میں پروان چڑھے اور بچپنے سے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو اسی کے ساتھ ساتھ زندگی کی تمام آرزوئیں بھی جوان ہونے لگیں کیونکہ خداوند عالم کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت محمد مصطفی کی پرورش اس انداز سے ہو کہ آپ مستقبل میں رسالت کے سنگین بوجھ کو بآسانی اٹھا سکیں اور اس الٰہی امانت کو لوگوں تک پہونچا دیں، اسی لئے آپ کی اس عظیم ذمہ داری اور عالمی رسالت و نبوت کے مطابق آپ کو الٰہی اور ربانی نظر لطف اپنے حصار میں لئے ہوئے تھی۔

جب آپ کی عمر شریف پچیس سال ہوئی تو آپ کو ایسی شریک حیات کی ضرورت تھی، جو آپ کے معیار کے مطابق ہو اور آپ کے عظیم مقاصد میں آپ کا ہاتھ بٹا سکے اور آپؐ کو جس جہاد اور صبر و حوصلہ کی ضرورت تھی اس میں ہر مرحلہ پر سربلند نظر آئے آپ کے لئے عین ممکن تھا کہ آپ بنی ہاشم کی جس دوشیزہ سے شادی کرنا چاہتے کر سکتے تھے لیکن خدا کی مشیت نے چاہا کہ جناب خدیجہ کے دل کو آپؐ کی طرف موڑ دیا جائے آپ کا دل آپ کی ذات والا صفات سے وابستہ ہو جائے آپؐ ان کی اس پیش کش کو قبول فرمالیں اور اس طرح جناب خدیجہؑ اور آپؐ کا رشتہ قائم ہو جائے۔ جناب خدیجہؑ اپنے شوہر نامدار حضرت محمد مصطفیؐ کو بے پناہ محبت دی اور ہمیشہ یہی سوچا کہ وہ محبت دے نہیں رہی ہیں بلکہ ہمیشہ یہی سمجھا کہ پیغمبر اکرمؐ کی محبت پاکر وہ ہر سعادت سے ہم کنار ہوگئیں ہیں، آپ نے اپنی پوری دولت آنحضرتؐ کے قدموں پر نثار کردی مگر کبھی بھی یہ خاطر میں نہ لائیں بلکہ ہمیشہ یہی سمجھا کہ اس کے

---

[1] بحار الانوار : ج ١٦ ،ص ١٤، تذكرة الخواص : ٣٠٢.

بدلے آپ کو ہدایت و ایمان کی ایسی بیش قیمت دولت نصیب ہوگئی ہے جو دنیا کے تمام خزانوں پر بھاری ہے ۔ یہی وجہ تھی کہ دوسری جانب پیغمبر اکرمؐ نے اپنی تمام تر محبتوں کو ان کے حوالہ کرنے کے با وجود اسے اہمیت نہ دی بلکہ ہمیشہ جناب خدیجہؑ کی فدا کاری کو ہی سراہا اور اس بارے میں یہ ارشاد فرمایا: ''ما قام الاسلام الا بسیف علی ومال خدیجہ''اسلام نے چلنا نہیں شروع کیا (اسلام قائم نہیں ہوا)مگر علی کی تلوار اور خدیجہ کے مال کے ذریعہ یہی وجہ تھی کہ جب تک جناب خدیجہ زندہ رہیں آنحضرتؐ نے کسی عورت سے شادی نہیں کی۔ رسول اسلامؐ سے جناب خدیجہ کی شادی خانہ آبادی کا واقعہ ان کی زندگی کا ایک اہم ، دلچسپ اور تابندہ وروشن موڑ ہے ،کیونکہ جناب خدیجہؑ کے اندر استقلال نفس ،خود اعتمادی اور آزادی ضمیر کی حکمرانی تھی،اور آپ بڑے بڑے صاحبان عقل و رشد افراد کی طرح تجارت کیا کرتی تھیں۔ آپ نے بڑے بڑے نامور اور اہل دولت و زر اورصاحبان جاہ و حشم افراد کے پیغامات کو ٹھکرادیا اور ایسی عظیم شخصیت کے رشتۂ زوجیت میں آگئیں جو یتیم اور تہی دست تھے۔بلکہ وہ شوق وولولہ کے ساتھ آگے بڑھیں تاکہ محمدؐ سے شادی کی پیش کش کریں اور اپنا مہر بھی اپنے ہی مال سے ادا کرنے پر آمادہ تھیں،چنانچہ جب پیغمبر اعظمؐ جناب خدیجہؓ سے شادی کے لئے چلے تو آپ جناب ابو طالبؑ اور اپنے دوسرے اعزاء و اقرباء کے ساتھ جناب خدیجہؓ کے چچا کے گھر پر پہونچے تو سید و سردار بطحانے سرور کائناتؐ کے خطبۂ عقد کا آغاز ان الفاظ سے کیا: (الحمد لربّ ہذا البیت الذی جعلنا زرع إبراهیم وذرّیۃ اسمعیل، وأنزلنا حرماً أمناً وجعلنا الحکام علی الناس، وبارک لنا في بلدنا الذی نحن فیہ ،ثمّ إن ابن أخي یعني محمداً (ص) ممّن لایوزن برجل من قریش إلاّ رجح بہ ولایقاس بہ رجل إلاّ عظم عنہ ،ولا عدل لہ في الخلق وإن کان مقلاً في المال فإن المال رفد جار وظل زائل ، ولہ في خدیجۃ رغبۃ، وإن کان جئناک لنخطبها إلیک برضاها وأمرها، والمهر عليّ في مالي الذی سألتموہ عاجلہ وآجلہ، ولہ وربّ ہذا البیت حظّ عظیم ودین شائع ورأی کامل).حمد ہے اس محترم گھر (خانۂ کعبہ) کے رب کی جس نے ہمیں جناب ابراہیمؑ کے شجرہ (نسل)اور جناب اسماعیلؑ کی ذریت میں قرار دیا ہے اور ہمیں حرم امن میں سکونت عطا کی اور ہمیں لوگوں کا حاکم قرار دیا اور ہمارے لئے ہمارے اس شہر میں برکت عنایت فرمائی ۔اما بعد:یہ میرا بھتیجا (یعني محمد مصطفیؐ)ان (مردوں) میں سے ہے کہ انھیں قریش کے

جس مرد کے سامنے بھی کھڑا کیا جائے گا یہ اس سے بہتر نظر آئیں گے،اور کسی مرد سے ان کا موازنہ نہیں ہوگا مگر یہ کہ یہ اس سے عظیم ہی دکھائی دیں گے اور مخلوقات میں کوئی ان کا پاسنگ بھی نہیں ہے اگر چہ ان کے پاس مال کی قلت ہے مگر مال آنے جانے والا اور زائل ہوجانے والا سایہ ہے،یہ خدیجہ سے شادی کے خواہشمند ہیں لہٰذا ہم آپ کی خدمت میں خدیجہ کی رضایت کے ساتھ اس مبارک رشتہ کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔اور مہر میرے ذمہ ہے جسے میں خود اپنے مال سے ادا کروں گا،جب چاہے آپ لے سکتے ہیں ابھی یا بعد میں،اور اس گھر (کعبہ) کے رب کی قسم یہ ایک عظیم شان حصہ مشہور دین اور کامل و استوار رائے کے مالک ہیں۔ جب جناب ابو طالبؑ خاموش ہوگئے تو جناب خدیجہ کے چچا اگر چہ ایک مرد ذی علم تھے مگر جناب ابو طالبؑ کے رعب و دبدبہ اور ہیبت کی وجہ سے ان کی زبان گنگ ہو گئی اور وہ کوئی جواب نہ دے سکے،تب جناب خدیجہؑ نے خود اس ذمہ داری کو ادا کیا اور پیغمبرؐ سے آپ کی شادی ہوگئی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ ذمہ داری جناب خدیجہ نے اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے سپرد کی تھی،چنانچہ جب وہ مسکراتے ہوئے اور بشاش انداز میں جناب خدیجہؑ کے گھر میں داخل ہوئے تو آپؐ نے ان کی طرف دیکھ کر کہا اے ابن عم خوش آمدید ،شائد تم میری خواہش پوری کرکے آئے ہو،انہوں نے کہا :ہاں اے خدیجہؑ تمہیں مبارک ہو،اور میں تمہارا وکیل ہوں اور کل صبح سویرے ان شاءاللہ حضرت محمد مصطفیؐ سے تمہاری شادی کردوں گا[1]۔

جب جناب ابو طالبؑ پیغمبر اکرمؐ کے عقد کا (مشہور و معروف) خطبہ پڑھ چکے اور عقد تمام ہوگیا تو پیغمبر اکرمؐ جناب ابو طالب کے ساتھ جانے کے لئے کھڑے ہوئے تو جناب خدیجہ نے کہا آپ اپنے گھر ہی تو جائیں گے؟تو میرا گھر آپ کا گھر ہے اور میں آپ کی کنیز (شریکۂ حیات) ہوں[2]۔جب اس مبارک و مسعود شادی کی تمام رسومات نہایت سادگی سے مکمل ہوگئیں تو رسول اکرمؐ

---

[1] بحار الانوار :ج ۱۶ ، ص ۶۵۔
[2] بحار الانوار : ج۱۶، ص ۴۔

جناب خدیجہ کے گھر تشریف لے گئے یہی وہ گھر تھا جس کے در و دیوار، دین و ایمان کی مجسم اور عظیم نشانی اور اپنی بے زبانی کے باوجود پیغمبر کی تبلیغ دین،آپ کے جہاد ،صبر ،اور زحمتوں اور مشکلوں کا اعلان کرتے ہوئے نظر آئے ۔

پیغمبر اکرمؐ کے نزدیک جناب خدیجہؑ کی منزلت و مرتبہ

حضرت محمد مصطفیؐ اور جناب خدیجہؑ کی برکتوں سے تاریخ عالم میں ایک ایسا نیا گھرانہ عالم وجود میں سامنے آیا جو انس و محبت ،سعادت و نیک بختی اور مثالی گھریلو الفت اور ہم آہنگی سے معمور تھا یہی وجہ ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے جناب خدیجہؑ نے ہی پیغمبر اکرمؐ کی رسالت پر ایمان کا اعلان کیا اور آپ کے اس مقدس مقصد کی خاطر اپنی تمام تر کوششیں وقف کردیں،اور اپنی دولت آپ کے قدموں میں رکھ کر یہ کہتی ہوئی نظر آئیں :میری تمام دولت آپ کی خدمت میں حاضر ہے آپ کو اس کے بارے میں مکمل اختیار حاصل ہے آپ خدا کے دین کی تبلیغ اور اسکی نشر واشاعت میں اسے جس طرح اور جہاں چاہیں خرچ کر سکتے ہیں ۔

آپؑ نے پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ رہ کر قریش کی ایذارسانیوں اور ان کے بائیکاٹ کی وجہ سے پیدا ہونے والے مشکلات کو بھی برداشت کیا یقیناً آپ کا یہ بے مثال اخلاص، مستحکم ایمان،اور سچی محبت اسی لائق تھی کہ پیغمبر اکرمؐ بھی آپ کو اسی کے شایان شان محبت،اخلاص اور عزت و توقیر سے نوازیں آپ نے پیغمبرؐ کے دل میں ایسی قدر و منزلت پیدا کرلی تھی کہ آپ کی وفات کے مدتوں بعد بھی آنحضرتؐ کے قلب و ذہن کے صفحات سے اس کے نقوش کسی طرح بھی ہلکے نہیں ہوئے تھے اور آپ کی دوسری ازواج میں کوئی بھی اس مرتبہ کو حاصل نہیں کرسکی حتی کہ پیغمبر اکرمؐ نے صاف صاف ارشاد فرمایا '' :وخیر نساء امتی خدیجہ بنت خویلد ''،میری امت میں سب سے بہترین خاتون خدیجہ بنت خویلد ہیں ۔ام المؤمنین عائشہ بیان کرتی ہیں کہ جب کبھی بھی پیغمبر اکرمؐ جناب خدیجہؑ کا تذکرہ کرتے تھے تو آپ ان کی تعریف اور ان کے لئے استغفار کرنے سے نہیں تھکتے تھے ،چنانچہ ایک دن آپؐ نے ان کا ذکر کیا تو مجھ سے رہا نہ گیا میں نے کہا :وہ ایک بڑھیا کے سوا کیا تھیں؟اور اب تو خداوند عالم نے ان کے بدلے آپ کو ان سے بہتر بیویاں عطا کردی ہیں،وہ کہتی ہیں کہ یہ سن کر آنحضرتؐ کو اتنا سخت غصہ آیا کہ آپ کی پیشانی کے اوپر کے بالوں میں

جنبش ہونے لگی اور آپ نے فرمایا: (واللہ ماأخلف لی خیراً منہا ،لقد آمنت بی إذ کفر الناس ،وصدقتنی إذ کذبنی الناس ،وأنفقتنی مالہا إذ حرمنی الناس ،و رزقنی اللہ أولادہا إذ حرمنی أولاد النساء[1]) ۔ ''خدا کی قسم مجھے اس سے اچھی بیوی ہرگز نہیں ملی وہ اس وقت میرے اوپر ایمان لائیں جب لوگ میرا انکار کررہے تھے،اور ایسے حالات میں انہوں نے میری تصدیق کی جب لوگ مجھے جھٹلارہے تھے،اور اپنا مال اس وقت میرے لئے خرچ کیا جب سب نے مجھے محروم کررکھا تھا اور ان کے ذریعہ خداوند عالم نے مجھے اولاد سے نوازا جبکہ کسی دوسری زوجہ سے میری کوئی اولاد باقی نہ رہی'' ۔وہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا :خدا کی قسم اب کبھی بھی میں ان کی برائی نہیں کروں گی[2] ۔ایک روایت میں ہے کہ جناب جبرئیل رسول خداؐ کی خدمت میں آئے اور کہا : (یا محمد! ہذہ خدیجۃ قد أتتک فاقرأہا السلام من ربہا ،وبشّرہا ببیت فی الجنۃ من قصب ،لا صخب فیہ ولا نصب[3]) ۔

''اے محمدؐ! یہ خدیجہ کو اپنے رب کی طرف سے سلام پہنچادیجئے اور انھیں جنت میں تازہ موتیوں سے بنے ہوئے ایسے گھر کی بشارت دیدیجئے جسمیں نہ کوئی شور شرابہ ہوگا اور نہ کوئی مرض اور بیماری ہوگی''یہی وجہ تھی کہ آنحضرتؐ آپ کی سہیلیوں کی بھی بیحد عزت و توقیر کیا کرتے تھے جیسا کہ انس کا بیان ہے:کہ جب پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں کوئی ہدیہ لایا جاتا تھا تو آپ حکم دیدیتے تھے کہ :(إذہبوا إلی بیت فلانۃ فإنہا کانت صدیقۃ لخدیجۃ،إنہا کانت تحبّہا) ۔''اسے فلاں خاتون کے گھر لے جاؤ کیونکہ وہ خدیجہ کی سہیلی ہیں ،اور وہ انھیں چاہتی تھیں[4]'' ۔روایت میں ہے کہ جب کبھی آپ کوئی بکری ذبح کراتے تھے تو فرماتے تھے: ''ارسلو الی اصدقاء خدیجۃ۔ ''اسے خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس بھیج دوچنانچہ ام المؤمنین عائشہ نے ایک دن آپ سے اس بارے میں پوچھ ہی لیا ،تو آپ نے فرمایا: ''انی لأحب حبیبہا ''میں ان کی سہیلیوں سے محبت رکھتا ہوں،صرف رسول خداؐ کے دل میں ہی جناب خدیجہ کی یہ عزت و توقیراور منزلت نہ تھی۔بلکہ خداوند عالم کے نزدیک بھی آپ کا مرتبہ بہت بلند تھا اس لئے اس نے آپ کو جنت میں

---

[1] تذکرۃ الخواص : ٣٠٢ ،(ط: نجف) ،مسند امام احمد : ج١ ،ص١٤٣۔
[2] تذکرۃ الخواص : ٣٠٣۔
[3] سابقہ حوالہ : ٣٠٢۔
[4] سفینۃ البحار :ج٢ ،ص ٥٧٠ ،(ط المحققہ)۔

عظیم درجہ عنایت فرمایا ہے،جس کی خبر رسول خداؑ نے ان الفاظ میں دی ہے:(أفضل نساء أہل الجنۃ خدیجۃ بنت خویلد ، و فاطمۃ بنت محمد ، و مریم بنت عمران ، و آسیۃ بنت مزاحم إمرأۃ فرعون) جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد ،فاطمہ بنت محمدؐ،مریم بنت عمران،اور فرعون کی زوجہ آسیہ بنت مزاحم ہیں[1]۔جناب خدیجہؑ تبلیغ رسالت کے ہر کام میں آنحضرتؐ کا ہاتھ بٹاتی تھیں اور خداوند عالم نے آپؑ کے ذریعہ آپ کا بوجھ بڑی حد تک ہلکا کردیا تھا کیونکہ جب کبھی بھی آپ قریش کی غنڈہ گردی،ایذارسانی، تکذیب اور مخالفتوں کی وجہ سے رنجیدہ ہوتے تھے تو آپ ہی آنحضرتؐ کے لبوں کی مسکراہٹ اور تازگی قلب وروح کا سامان فراہم کرتی تھیں چنانچہ گھر واپس پہنچنے کے بعد آنحضرت کو کسی تھکن کا احساس نہیں رہتا تھا اور آپ کے لئے یہ تمام دشوار مرحلے آسان ہوجاتے تھے،آپ جناب خدیجہؑ کے ساتھ بڑے سکون سے تھے،اور ان سے اپنے اہم کاموں میں مشورہ بھی فرماتے تھے[2]۔

۳۔جناب فاطمہ ؑ کی خلقت کے بارے میں اللہ تعالی کا حکم شہزادی کائنات کی خلقت اور پیدائش کے لئے خداوند عالم نے ایسے صالح ترین گھر کا انتظام فرمایا کہ آپ کے والد گرامی حضرت محمد مصطفیؐ اور والدۂ گرامی جناب خدیجہ ؑہیں۔خداوند عالم نے آپ کی پیدائش اور خلقت کے بارے میں خاص اہتمام فرمایا تھا جس کا تذکرہ متعدد روایتوں میں موجود ہے۔اور پیغمبر اکرمؐ نے بھی مختلف مقامات پر اس کی جانب اشارہ فرمایاہے:ایک روایت میں ہے کہ ایک روز نبی اکرمؐ ابطح کے مقام پر تشریف فرما تھے تو آپ کی خدمت میں جناب جبرئیل نازل ہوئے آپ نے آواز دی: (یا محمد! العلیّ الأعلیٰ یقرئک السلام ، و ہو یأمرک أن تعتزل خدیجۃ أربعین صباحاً ‘‘)اے محمد :علی و اعلیٰ (خدا)نے آپ کو سلام کہا ہے اور اس نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ چالیس دن تک خدیجہ سے دور رہیں‘‘چنانچہ آپ نے جناب خدیجہؑ کے پاس جناب عمار یاسر کو بھیجا اور انھیں اس الٰہی حکم سے باخبر فرمایا،اس دوران آپؐ چالیس دن تک دن میں مسلسل روزہ رکھتے تھے اور رات بھر عبادت خدا کیا کرتے تھے،جب چالیس روز پورے ہوگئے تو جبرئیلؑ پھر نازل ہوئے اور کہا :(یا محمد! العلیّ الأعلیٰ یقرئک السلام یأمرک أن تتأہّب لتحیتہ و تحفتہ) ’’اے محمد علی اعلیٰ (خدا)نے

[1] ذخائر العقبیٰ ، للطبری : ٥٢ ، مستدرک الحاکم : ج ٣ ،ص ١٦٠ اور ١٨٥۔
[2] بحار الانوار : ج١٦ ،ص ١٠ ۔ ١١۔

آپ کو سلام کہا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ آپ اس کے ہدیہ اور تحفہ کے لئے تیار ہوجائیں ''ابھی نبی کریمؐ اسی طرح تھے کہ میکائیل ایک سینی (طبق) لئے ہوئے نازل ہوئے جس پر سُندس کا رومال پڑا ہوا تھا،اسے انھوں نے آنحضرتؐ کے سامنے رکھ دیا؛تب جبرئیل نے کہا:(یا محمد!یأمرک ربک أن تجعل اللیلة إفطارک علی ہذا الطعام)اے محمد آپ کے رب نے کہا ہے کہ آج رات آپ اسی کھانے سے افطار کیجئے گا''،چنانچہ پیغمبر اکرمؐ نے سیر ہوکر کھانا تناول فرمایا اور پانی پی کر جب بالکل سیراب ہوگئے،تو نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے جبرئیل نے آگے بڑھ کر کہا:(الصلاة محرمة علیک فی وقتک حتی تأتی منزل خدیجة، فإن اللہ عزّوجلّ آلی علی نفسہ أن یخلق من صلبک فی ہذہ اللیلة ذریة طیبة[1]) اس وقت آپ کے اوپر نماز حرام ہے جب تک آپ خدیجہ کے گھر نہ چلے جائیں،کیونکہ اللہ تعالی عزوجل نے اپنے اوپر یہ فرض کیا ہے کہ آج رات آپ کے صلب سے ایک پاکیزہ نسل خلق فرمائے،یہ سنکر رسول اسلامؐ،جناب خدیجہؑ کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔

جناب خدیجہؑ بیان فرماتی ہیں:کہ مجھے تنہائی سے انسیت ہوگئی تھی،چنانچہ جب رات ہوگئی میں نے اپنا۔سر ڈھک لیا،پردے ڈال دئے اور اپنا دروازہ بند کرلیا اور اپنا ورد پڑھنا شروع کردیا۔چراغ خاموش کردیا،اور اپنے بستر پر آکر لیٹ گئی،اس رات نہ میں بالکل سوئی ہوئی تھی اور نہ ہی بالکل جاگ رہی تھی،کہ اچانک مجھے اپنا دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنائی دی،میں پکار کر بولی:''کون اس دروازہ کو کھٹکھٹارہا ہے''،جسے حضرت محمد مصطفیؐ کے علاوہ کوئی اور نے نہیں کھٹکھٹاتا؛۔۔۔جناب خدیجہؑ کہتی ہیں کہ رسول اسلامؐ نے انتہائی شیریں انداز اور دلنشیں لہجہ میں آہستہ سے فرمایا:(افتحی یا خدیجة، فإنّی محمد).اے خدیجہ دروازہ کھولو میں محمد ہوں،میں نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا اور نبی کریمؐ گھر میں تشریف لے آئے،اس مالک کی قسم جس نے آسمان کو بلند فرمایااور پانی کو جاری کیا ہے ابھی نبی کریمؐ مجھ سے دور بھی نہ ہونے پائے تھے کہ مجھے اپنے شکم میں فاطمہؑ کے وجود (کی سنگینی)کا احساس ہوگیا۔

[1] یہاں پر نافلہ نمازیں مرادہیں

جناب فاطمہ سے جناب خدیجہؑ کی انسیت

جب جناب خدیجہؑ نے رسول اکرمؐ سے شادی کی تھی تو مکہ کی عورتوں نے آپ سے ملنا جلنا بالکل بند کردیا تھا نہ وہ آپ سے بات کرتی تھیں اور نہ ہی آپ سے ملاقات کرتی تھیں لیکن جب جناب فاطمہؑ کا نور آپ کے شکم مبارک میں منتقل ہوگیا،اس کے بعد جب کبھی بھی پیغمبر اکرمؐ گھرسے باہر تشریف لے جاتے تھے تو جناب فاطمہؑ شکم کے اندر سے ہی آپ سے گفتگو کیا کرتی تھیں،جس سے آپ کو سکون اور راحت نصیب ہوتی تھی،اسی دوران ایک دن پیغمبر اکرمؐ جب اپنے گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے سنا کہ خدیجہ کسی سے باتوں میں مشغول ہیں،آپ نے پوچھا : (یا خدیجۃ! من تکلمین !)اے خدیجہ تم کس سے گفتگو کررہی ہو؟انھوں نے کہا یا رسول اللہ،جب میں گھر میں اکیلی رہتی ہوں تو میرے شکم میں موجود بچہ مجھ سے باتیں کرتا ہے،یہ سن کر آنحضرتؐ مسکرائے ''اور فرمایا:(یا خدیجۃ !ہذا أخی جبرئیل (ع) یخبرنی أنہا ابنتی، و أنہا النسمۃ الطاہرۃ المطہرۃ، وأن اللہ تعالی أمرنی أن أسمیہا ((فاطمۃ)) و سیجعل اللہ تعالی من ذریتہا أئمۃ یہتدی بہم المؤمنون[1]). ''اے خدیجہ ،میرے بھائی جبرئیل نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ یہ میری بیٹی ہے اور یہ طاہرہ و مطہرہ ہے اور خداوند عالم نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ اس کا نام فاطمہ رکھنا ۔اور خداوند عالم اس کی نسل میں ایسے ہادی پیدا کرے گا جن سے مومنین ہدایت حاصل کریں گے[2]۔

روایت ہے کہ جب کفار نے رسول اکرمؐ سے چاند کے دو ٹکڑے کرنے کا مطالبہ کیا تو اس وقت تک جناب خدیجہ کے لئے یہ واضح ہوچکا تھاکہ فاطمہؑ ان کے شکم مبارک میں پرورش پارہی ہیں،تو جناب خدیجہ نے کہا:جب کہ آپ بہترین رسول اور نبی ہیں تو جناب فاطمہؑ نے ان کے شکم کے اندر ہی ان کو یوں تسلی دی:اے والدۂ گرامی آپ غم نہ کریں اور پریشان نہ ہوں بیشک اللہ میرے والد کے ساتھ ہے[3]بیشک جناب خدیجہؑ پیغمبر اکرمؐ کی تبلیغ کے ابتدائی سخت ترین دور سے ہی آپ کے پہلو بہ پہلو ثابت قدم

---

[1] بحار الانوار: ج ۱۶، ص۷۹۔ ۸۰ اور یہی مضمون میزان الاعتدال :ج ۳، میں آیا ہے ،اورخطیب بغدادی کی تاریخ : ج۵،ص ۸۷، اور محب الدین نے ذخائر العقبیٰ : ۵۴۔۵۵میں ذکر کیا ہے۔

[2] الثاقب فی المناقب (للطوسی) : ۱۸۷ . مسند فاطمہؑ للتویسر کانی :۷۵۔

[3] روض الفائق :۳۱۴،الجنۃالعاصمہ: ۱۹۰ مسند فاطمہؑ: ۷۷۔

رہیں آپ نے عورتوں کے بائیکاٹ کا سامنا بھی کیا ان تمام مشکلات پر صبر و تحمل اور تبلیغ دین کے لئے راہ خدا میں اپنی پوری دولت لٹادینے کے عوض اللہ تعالیٰ نے جناب خدیجہ کی گود کو ایسی عظیم الشان بیٹی کی دولت سے آباد کر دیا جسکی نسل اور ذریت طاہرہ کی کوئی مثال کائنات میں کہیں نظر نہیں آتی ہے۔

ولادت حضرت فاطمہ زہرا

جناب خدیجہؑ کے لئے انتظار کی گھڑیاں تمام ہوئیں اور اس مبارک و مسعود بچی کی ولادت کا وقت بالکل نزدیک آپہنچا جو دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے ہی (شکم مادر میں) آپ کی انیس و مونس تھی اور جناب خدیجہ کو اس کے دیدار کا شدت سے انتظار تھا،چنانچہ جب ولادت کا وقت بالکل نزدیک آگیا تو جناب خدیجہ نے قریش کی عورتوں کو اس نازک اور سخت گھڑی میں اپنی مدد کے لئے بلایا لیکن انھوں نے آپ کو یہ صاف صاف جواب دے دیا چونکہ تم نے ہمارا کہنا نہیں مانا ہے اور ابو طالب کے یتیم حضرت محمدؐ سے شادی کرلی ہے جن کے پاس نہ کوئی دولت ہے اور نہ سرمایہ،لہٰذا ہم تمہارے یہاں نہیں آسکتے اور نہ ہی ہمیں تم سے کوئی مطلب ہے جس سے جناب خدیجہ کو شدید ملال ہوا ،آپ اسی غم سے دوچار تھیں کہ آپ نے کیا دیکھا کہ چار بلند قامت بی بیاں آئی ہیں جو بالکل بنی ہاشم کی خواتین کی طرح ہیں آپ انھیں دیکھ کر گھبرا گئیں ،ان میں سے ایک بی بی نے کہا،اے خدیجہ گھبرائیے نہیں ،ہم کوآپ کے پروردگار نے بھیجا ہے ہم آپ کی بہنیں ہیں،میں سارہ ہوں،یہ آسیہ بنت مزاحم ہیں،یہ جنت میں آپ کی سہیلی ہوں گی،اور یہ مریم بنت عمران ہیں اور یہ کلثوم جناب موسیٰ بن عمران کی بہن ہیں،ہمیں خداوند عالم نے اس نازک گھڑی میں آپ کی مدد کرنے کے لئے بھیجا ہے چنانچہ ان میں سے ایک بی بی آپ کے داہنی طرف اور دوسری آپ کے بائیں طرف ،تیسری بی بی سامنے اور چوتھی پشت کی طرف بیٹھ گئیں ،پھر پاک وپاکیزہ انداز میں جناب فاطمہؑ کی ولادت ہوئی زمین پر آپ کے قدم آتے ہی آپ کے جسم اطہر سے ایک ایسا نور چمکا جس کی روشنی مکہ کے گھر گھر میں پھونچ گئی،پھر آپ کے سامنے بیٹھی ہوئی بی بی نے بچی کو آب کوثر سے غسل دیا ،اور دو بالکل سفید کپڑے نکالے ،ایک کے اندر شہزادی کو لپیٹ دیا اور دوسرے کو مقنعہ کی طرح آپ کے سر پر باندھ دیا،پھر انھوں نے

آپ سے بات کرنا چاہی تو جناب فاطمہؑ نے پہلے کلمۂ شہادتین پڑھا اور پھر سب بی بیوں کا نام لے کر ان کو سلام کیا ،یہ منظر دیکھ کر وہ ہنسنے لگیں اور کہا اے خدیجہ اسے اپنی آغوش میں لیجئے یہ طاہرہ و مطہرہ اور زکیہ ومبارکہ ہے خدا آپ کے لئے اسے مبارک قرار دے اور آپ کی نسل میں اضافہ فرمائے ، جناب خدیجہؑ نے مسکراتے ہوئے بچی کو اپنی آغوش میں لے کر اسے اپنے سینہ سے لگالیا[1]۔شہزادی کائناتؑ سے پہلے جب جناب خدیجہؑ کو خدا نے بیٹا عنایت فرمایا تھا تو آپ نے انھیں دودھ پلانے کے لئے دایا کے حوالہ کردیا تھا مگر جناب فاطمہؑ کودودھ پینے کے لئے جناب خدیجہؑ نے کسی کے حوالہ نہیں کیا[2]۔

تاریخ ولادت

مورخین کے درمیان آپ کی تاریخ ولادت کے بارے میں قدرے اختلاف ہے البتہ شیعہ امامیہ مورخین کے نزدیک مشہوریہی ہے کہ آپ کی پیدائش ۲۰ جمادی الاخریٰ بروز جمعہ بعثت کے پانچویں سال ہوئی تھی جبکہ بعض دوسرے مورخین نے بعثت سے پانچ سال پہلے کی تاریخ بھی ذکر کی ہے[3]۔جناب ابو بصیرؒ نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: (ولدت فاطمة فی جمادی الآخرة یوم العشرین سنة خمس و أربعین من مولد النبیّ (ص) ،فأقامت بمکة ثمان سنین و بالمدینة عشر سنین، و بعد وفاة أبیها خمسة و سبعین یوماً ، و قُبضت فی جمادی الآخرة یوم الثلاثاء لثلاث خلون منه سنة إحدی عشرة من الهجرة) .جناب فاطمہ کی ولادت ۲۰ جمادی الاخریٰ کو پیغمبر اکرمؐ کی ولادت کے ۴۵ سال بعد ہوئی تھی،آپ مکہ مکرمہ میں آٹھ سال اور مدینہ میں دس سال رہیں اور اپنے والد گرامی کے بعد ۷۵دن تک زندہ رہیں،اور منگل کے دن ۳جمادی الاخریٰ ۱۱ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئیں[4]۔ آپؑ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:صدیقہ:یعنی آپ بہت تصدیق کرنے والی تھیں کیونکہ آپ اپنے والد گرامی کی مسلسل تصدیق کرنے والی،اور اپنے قول و فعل اور ہر لحاظ سے سچی تھیں اسی لئے آپ کو صدیقہ کبریٰ کہا جاتاہے۔صدیوں سے شہزادی کی یہی شناخت

---

[1] دلائل الامامہ : ۸۔۹ ، نزھۃ المجالس : ج۲ ،ص ۲۲۷ ، بحار الانوار :ج۱۶،ص ۸۰ ۔۸۱، امالی الصدوق : ۴۷۵۔

[2] عوالم العلوم : ج۱۱، ص۴۶۔ بدایۃ والنھایۃ: ج۵ ،ص۳۰۷(ط مصر)۔

[3] تذکرۃ الخواص (عبد الرحمن بن الجوزی) :۳۰۶ ، اور محمد یوسف الحنفی نظم درر السمطین:۱۷۵، بطری ذخائر العقبیٰ: ۶۲ ، مقاتل الطالبیسین(لابی الفرج الاصفہانی):۳۰ مصادر الامامیۃ: ابن شہر آشوب : ج۳ ،ص ۳۵۷، کلینی۔ اصول الکافی : ج۱ ،ص۴۵۸ ، بحار الانوار :ج۴۳ ،ص۶۔۹۔

[4] دلائل الامامۃ :۱۰۔

اور پہچان ہے ۔جیسا کہ آپ کے پوتے امام صادقؑ سے منقول ہے[1]۔آپ کو مبارکہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپؑ کی وجہ سے بے حد خیر اور برکتیں نازل ہوئی ہیں اور قرآن مجید نے آپ کو اسی لئے کوثر کہا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی نسل صرف آپ ہی کے ذریعہ آگے بڑھی ہے اور آپ ائمہ اطہار اور رسول اکرمؐ کی ایسی پاک و پاکیزہ نسل کی ماں ہیں جنھوں نے آپ کی رسالت و نبوت کی حفاظت فرمائی اور ہمیشہ ظالموں کے مقابلہ میں ڈٹے رہے اس طرح آپ ہی وہ خیر کثیر یا اس کا سب سے اہم مصداق ہیں جو خداوند عالم نے اپنے پاک رسول کو عطا فرمایا تھا اور اس کے بارے میں سورۂ کوثر آج بھی بہترین گواہ ہے۔

جناب ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے:(ابنتی فاطمة حوراء آدمیة لم تحض ولم تطمث، وإنّما سمّاها فاطمة لأن الله فطمها و محبیها عن النار) .میری بیٹی فاطمہ انسانی حور ہے جو ماہواری اور ولادت کے وقت کی آلودگیوں سے پاک ہے۔ اور اس کانام فاطمہ اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اس کو اور اس کے چاہنے والوں کو جہنم سے دوررکھا ہے[2]۔

آپ ہی نے یہ بھی فرمایاہے:(أن فاطمة حوراء إنسیة، کلما اشتقت إلی الجنة قبلتها) .آپؐ نے فرمایا: فاطمہ انسانی پیکر میں ایک حور ہیں، چنانچہ مجھے جب بھی جنت کا اشتیاق ہوتا ہے تو میں انہیں پیار کرتا ہوں[3]۔انس بن مالک کہتے ہیں کہ جناب فاطمہ زہراًبدر منیر اور گھٹاؤں کے پیچھے سے نکلنے والے سورج کی طرح ہیں،آپؑ سفید رو اور سرخ رخسار والی تھیں اور آپؑ کے بالوں کا رنگ سیاہ تھا نیز آپ تمام لوگوں میں رسول اللہ سے سب سے زیادہ مشابہ تھیں[4]۔آپ کو اس لئے طاہرہ کا لقب دیا گیا کہ آپ ہر برائی اور گندگی سے پاک و پاکیزہ ہیں اورآپ نے کبھی بھی عورتوں کی مخصوص عادت نہیں دیکھی[5] جیسا کہ امام محمد باقرؑ کی روایت ہے نیز قرآن مجید نے آیۂ تطہیر میں ہر برائی اور گندگی سے آپ کی طہارت کی گواہی دی ہے ۔ آپ کو اس لئے راضیہ کہا جاتا ہے کہ خداوند عالم نے آپ کے لئے دنیا کی جو تلخیاں اور مشقتیں نیز مصائب و آلام مقدر کردیئے تھے آپ اس پر راضی تھیں اور آپ کا پروردگار آپ سے

[1] بحار الانوار :ج ۴۳،ص ۱۰۵ ،المناقب :ج ۳،ص۲۳۳۔
[2] تاریخ بغداد : ج۱۲ ،ص ۳۳۱ ،ح ۶۷۷۲ ، کنز العمال :ج ۱۲، ص ۱۰۹۔
[3] تاریخ خطیب البغدادی : ج۵،ص ۸۷ ، الغدیر :ج۳،ص۱۸۔
[4] مستدرک الحاکم :ج۳،ص ۱۶۱۔
[5] بحار الانوار : ج۴۳،ص۱۹۔

خوش ہے اسی لئے آپ مرضیہ بھی ہیں جس کی صراحت قرآن کریم نے سورۂ ''دہر'' میں کی ہے کہ آپ کا پروردگار آپ کی سعی سے راضی ہوگیا اور آپ کو روز قیامت سے امان دیا اور آپ ان لوگوں میں شامل ہیں جن سے اللہ راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں ''رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ[1]''اور آپ کے اندر خوف پروردگار بھی حد کمال تک موجود تھا جس کے لئے آپ کی سیرت کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ کو اس لئے محدثہ کہا گیا ہے کہ آپ سے ملائکہ نے اسی طرح گفتگو کی تھی جس طرح جناب مریم اور مادر جناب موسیٰ جناب ابراہیم کی زوجہ جناب سارہ کی تھی کہ جب ان کو اسحاق اور پھر ان کے بعد یعقوب کی ولادت کی خوشخبری سنائی تھی۔

آپ کی تعظیم کے لئے پیغمبر اکرم نے آپ کو ''ام ابیہا ''جیسی کنیت عطا فرمائی کیونکہ آنحضرت کے نزدیک محبت و رفعت میں کوئی بھی آپ کا ہمسر نہیں ہے اور آپ سے آنحضرت اسی طرح پیش آتے تھے جس طرح ایک بیٹا اپنی والدہ کا احترام کرتا ہے اور آپ بھی پیغمبر کے ساتھ اسی طرح پیش آتی تھیں جس طرح ایک ماں اپنی اولاد کا خیال رکھتی ہے۔کیونکہ آپ ہمیشہ آنحضرت کی خدمت گذار رہیں ان کے زخموں کی مرہم پٹی اور ان کی پریشانیوں کو کم کرتی رہتی تھیں۔ آپ کا ایک لقب ام ائمہ بھی ہے کیونکہ پیغمبر اکرمؐ نے یہ مبارک خبر دی ہے کہ تمام ائمہ آپ کی اولاد سے ہوں گے اور مہدی آپ کی نسل میں ہوں گے[2]۔

---

[1] سورۂ المائدۃ(٥) : ١١٩۔
[2] ینابیع المودۃ :ج٢،ص٨٣ ، منتخب الاثر :١٩٢ ، کنز العمال ج١٢ ،ص١٠٥ ۔

دوسری فصل

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی زندگی کے مراحل

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہانے اپنے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنی والدہ جناب خدیجہ (علیہا السلام) کے زیر سایہ اپنی زندگی کا آغاز کیا پھر آپ اپنے والد گرامی کی مدینہ کی طرف ہجرت تک تنہا ان کے ساتھ رہیں جبکہ وہ آپ کا بے حد خیال رکھتے تھے اور اسی طرح آپ بھی بالکل ایک ماں کی طرح ان کا خیال رکھتی تھیں پھر آپ حضرت علیؑ کے ساتھ رشتۂ زوجیت میں منسلک ہوگئیں اور اپنے والد گرامی حضرت محمد مصطفی (ص) کے زیر سایہ اورنو عمر اسلامی حکومت کی آغوش اور اپنی گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اپنی دینی (تبلیغی) ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے کوشاں رہیں،یہاںتک کہ رسول اعظم کی وفات کے ساتھ نبوت عظمیٰ کا سورج بھی غروب ہوگیا اور حضرت علیؑ کے ہاتھوں سے اسلامی حکومت کی قیادت کی باگ ڈور چھین لئے جانے سے ایک اور عظیم مصیبت رونما ہوگئی ایسے نازک وقت میںآپ ہی حضرت علیؑ کی تنہا قوت بازو تھیں ۔

اپنے والد بزرگوار کے بعد آپ اپنے شوہر نامدار حضرت علی (ع) کے ساتھ بہت مختصر مدت تک ہی رہ سکیں اور اس میں بھی آپ کو آلام و مصائب کے ایسے تلخ گھونٹ پینا پڑے کہ جن کی کڑواہٹ کو علام الغیوب پروردگار کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتاہے۔ اسی لئے ہم نے یہ مناسب سمجھا کہ آپ کی حیات طیبہ کو مندرجہ ذیل مرحلوں میں تقسیم کردیا جائے۔

پہلا مرحلہ: والدین کے زیر سایہ بچپنے کا دور۔

دوسرا مرحلہ: جناب خدیجہ (س) کی وفات کے بعد اور اپنی شادی سے پہلے اپنے والد گرامی کے زیر سایہ زندگی کا مرحلہ ۔

تیسرا مرحلہ: حضرت علی (ع) سے آپ کی شادی کے بعد سے رسول اکرم (ص) کی وفات تک کا دور۔

چوتھا مرحلہ: اپنے والد کی وفات کے بعد بیماری سے پہلے کا دور۔

پانچواں مرحلہ: بیماری سے لیکر شہادت تک کا زمانہ۔

چنانچہ پہلے تین مرحلوں کو ہم اسی باب کی تیسری فصل میں بیان کریں گے جبکہ تیسرے باب کی پہلی فصل میں آپ کی زندگی کے چوتھے مرحلہ کا تذکرہ کیا جائے گا نیز اسی باب کی دوسری فصل میں آپ کی زندگی کے پانچویں مرحلہ کے بارے میں تحقیق اور گفتگو پیش کی جائے گی۔

تیسری فصل

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنے والد کے ہمراہ

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا بچپن: جس دور میں جناب فاطمہ زہراءکی ولادت ہوئی تھی جب ہم اس کے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں جزیرہ نمائے عرب کی صورت حال بے حد خطرناک اور حد سے زیادہ بحرانی تھی کیونکہ پیغمبر اکرم (ص) نے جس نئے دین کا اعلان کیا تھا اس کی بنا پر اس وقت کا عرب معاشرہ کئی حصوں میں تقسیم ہوتا جارہا تھا۔ خشک موسم اور آب ہوا کی بناپر اقتصادی لحاظ سے عربوں میں غربت کا دوردورہ تھا اور ایک محدود پیمانے پر ایک کمزور سی اقتصادی زندگی پائی جاتی تھی جس کا دائرہ، یمن اور شام جیسے ممالک سے تجارتی کاروبار تک محدود تھا۔

تہذیب و تمدن اور سماجی لحاظ سے کفار و مشرکین اور پرانے رسم و رواج کی اندھی تقلید کرنے والوں کی اکثریت تھی، اور اس کے ساتھ ساتھ لوٹ مار اور مختلف قبیلوں کے درمیان جنگوں کا بازار بھی گرم رہتا تھا جسمیں اکثر جنگو کی کوئی معقول وجہ نہیں ہوتی تھی، نیزان کے یہاں لڑکیوں کو زندہ در گور کرنے کی صورت حال (رسم) تو انسانی بے رحمی اور پسماندگی کی آخری حد تھی.ایسے ما حول میں پیغمبر اکرم (ص) کو مبعوث کیا گیا. اس وقت آپ کی عمر شریف چالیس سال تھی۔

آپ تن تنہا عالمی کفر و شرک اور بت پرستی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور خطرناک مشکلات اور زحمات کا سامنا کیا، چنانچہ پہلے تو آپ نے اپنی تبلیغ کو دشمنوں کے خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے اسے خفیہ رکھا اور جب خداوند عالم کی طرف سے خفیہ تبلیغ کا سلسلہ ختم کر کے باطل کی صفوں میں داخل ہونے کا حکم آگیا تو آنحضرتؐ نے اعلانیہ تبلیغ کا آغاز فرمایا اور لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینا شروع کردی جس سے ہردن مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا ان بدلتے ہوئے حالات کو دیکھ کر دشمنان اسلام کو خطرہ محسوس ہونے لگا چنانچہ جس قبیلے کے اندر بھی ضعیف اور کمزور مسلمان تھے اس کے قبیلہ والے ان پر ٹوٹ پڑے اور اپنے

خیال میں انھیں مسلمانوں کے فریب سے نجات دینے اور اپنے پرانے دین کی طرف واپس بلانے کے لئے قید کرکے یا مار پیٹ یا بھوکا رکھ کر حتی کہ گرم ریت یا پتھروں پر لٹا کر طرح طرح کی اذیتیں دینے لگے، جب رسول اللہ نے اپنے ساتھیوں کی ان پریشانیوں کا مشاہدہ کیا تو آپ نے ان سے فرمایا : (لو خرجتم إلی أرض الحبشة حتی یجعل اللہ لکم فرجاً و مخرجاً ما أنتم فیہ)اگر تم لوگ چاہو تو حبشہ کی طرف ہجرت کرجاؤ تا کہ اللہ تعالی تمہیں ان مشکلات سے نجات دیدے چنانچہ مسلمانوں نے رسول اسلام کا یہ حکم مان لیا اور وہ اپنی زمین اور اموال چھوڑ کر وہاں سے نکل پڑے اور فتنہ کے خوف نیز اپنے دین کی حفاظت کے لئے خدا کی طرف ہجرت کر گئے

(ا۔ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا شعب ابوطالبؑ میں: جب قریش نے اس صورت حال کا مشاہدہ کیا کہ اصحاب رسولؐ رسول خدا (ص) کے ساتھ ثابت قدم نظر آرہے ہیں اور کفار کی ایذار سانیوں کو بھی برداشت کررہے ہیں اور اسلام کی شان شوکت میں ہر روز اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے اور اس کے اثرات دوسرے قبیلوں میں بھی پھیلتے جارہے ہیں اور اب اسے روکنا ان کے بس سے باہر ہے تو انھوں نے رسول خدا (ص) کو قتل کرنے کے لئے آپس میں مشورہ کیا جب جناب ابوطالبؑ کو اس خطرہ کا احساس ہوا تو آپ اس علاقہ میں چلے گئے جسے شعب ابو طالبؑ کہا جاتا ہے اور آپ کے ساتھ ساتھ تمام بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلبؑ بھی رسول خدا (ص) کی حمایت کے لئے وہاں پہنچ گئے اور آپ کے چچا جناب حمزہؓ توپوری رات صبح تک وہاں کا پہرہ دیا کرتے تھے، چنانچہ قریش نے آپ لوگوں کی شدید اقتصادی ناقہ بندی کردی اور باقاعدہ تحریری شکل میں یہ معاہدہ لکھا کہ نہ ان کے ہاتھ کوئی چیز بیچیں گے اور نہ ہی ان سے کچھ خریدیں گے چنانچہ دو یا تین سال تک وہ اسی بات پر اڑے رہے یہاں تک کہ انہوں نے خود ہی اپنی ہار مان لی ،اس دوران بنی ہاشم تک کوئی چیز بڑی مشکل اور صرف خفیہ طریقہ سے ہی پہنچ پاتی تھی، جسکی بنا پر بنی ہاشم کو شدید بھوک کا سامنا کرنا پڑا اور کبھی کبھی تو بھوک کی شدت کی بنا پر بچوں کی آہیں بلند ہوجاتی تھیں ۔اس سخت محاصرہ اور متعصب و بے رحم زمانہ میں جناب فاطمہ زہراء (س) کی رضاعت کا کچھ حصہ شعب ابو طالب میں گذرا اور بالآخر وہیں آپ کی دودھ بڑھائی ہوئی اور سختیوں میں گھرے ہوئے قبیلے میں آپ نے چلنا شروع کیا نیز بھوکے اور محروم بچوں کی آہیں اور چیخیں سنتے ہوئے بولنا شروع کیا، اور فاقوں

اور محرومیوں کے دور میں کھانے کا آغاز کیا،اس دوران رات کے سناٹے میں کبھی آپ کی آنکھ نہیں کھلی مگر یہ کہ آپ نے خوف وہراس کے عالم میں متعدی کے ساتھ پہرہ داروں کو اپنے بابا کے گرد پہرہ دیتے ہوئے دیکھا تا کہ دشمن رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر آنحضرت پر دھوکہ سے شبخون نہ مار سکیں تقریباً تین سال تک جناب فاطمہ (س) اسی محاصرہ میں رہیں جس نے پوری دنیا سے آپ کا رابطہ بالکل منقطع کرر کھا تھااور اس طرح آپ کی عمر پانچ سال ہوگئی۔

۲۔ جناب خدیجہؑ کی وفات اور سال غم :بالآخر محاصرہ کے بیحد شدید اور مشکل سال ختم ہوگئے اور پیغمبر اکرم (ص)اور آپ کے تمام ساتھی محاصرے اور بائیکاٹ سے باہر نکل آئے اور خداوند عالم نے فتح و نصرت کا سہرا ان کے سر پر باندھ دیا جناب خدیجہؑ بھی اگر چہ اس محاصرہ سے باہر نکل آئیں لیکن مصائب و آلام اور محرومیوں کے باوجود بھی آپ اسی لگن اور صبر و استقامت کے ساتھ اپنی تابندہ جہادی زندگی اور عورتوں کے لئے تنہا نمونہ عمل کی زندگی گذارتی رہیں آپ کی وفات کا وقت نزدیک آچکا تھا اور اللہ کی مصلحت یہی تھی کہ اس نے آپ کو منتخب کرکے اپنی بارگاہ میں بلا لیا چنانچہ بعثت کے دسویں سال یعنی جس سال بنی ہاشم محاصرہ سے باہر آئے ہیں اسی سال آپ کی وفات ہوگئی۔

اس سال رسول خداؐ کے چچا اور اسلام کے ناصر ومددگار اور حامی یعنی جناب ابو طالبؑ نے بھی وفات پائی جس سے رسول خدا (ص)بیحد غمزدہ اور محزون رہنے لگے اور آپ کو تنہائی اور وحشت کا احساس ہونے لگا کیونکہ آپ کے چاہنے والے حامی و مددگار آپ سے جدا ہوگئے تھے،اور آپ کے اوپر جناب خدیجہ جیسی چہتی زوجہ اور مددگار نیز اپنے حامی و مددگار چچاکی جدائی بیحد شاق تھی اسی لئے آپ نے اس سال کا نام ''غم کا سال''رکھ دیا تھا۔

اس سال صرف پیغمبر اکرم (ص) کوہی مذکورہ مصائب کا سامنا نہیں کرنا پڑا بلکہ جناب فاطمہ (س) جو ابھی بالکل کمسن اور بچی تھیں اور ابھی تک آپ اپنی ماں کی مامتا اور اپنی والدہ گرامی کی شفقتوں سے سیر نہ ہوسکی تھیں کہ انھیں بھی اس غم میں شریک ہونا

پڑا ۔پیغمبر اکرم (ص) کو بھی جناب فاطمہ (س) کے غمزدہ دل کی کیفیت کا بخوبی احساس تھا اسی لئے جب آپ ان کے رخساروں پر ماں کے فراق میں آنسو بہتے ہوئے دیکھتے تھے توآپ کا قلب رحیم مزید پگھل جاتا تھا اور آپ کی شفقت و محبت پدری جوش مارنے لگتی تھی،آپ جناب فاطمہ (س)کو تسلی دیتے تھے اور انھیں ان کی والدہ گرامی کے فراق کا جو صدمہ تھا آپ اپنے پیار و محبت سے اسے مندمل کرتے رہتے تھے۔رسول خدا (ص) جناب فاطمہ (س) سے بیحد محبت کرتے تھے اور آپ کا خیال رکھتے اور آپ بھی آنحضرت (ص) سے اتنی ہی محبت کرتی تھیں اور ان کا خیال رکھا کرتی تھیںیہی وجہ تھی کہ دنیا میں کوئی بھی جناب فاطمہ(س)سے زیادہ پیغمبر کا چہیتا اور ان سے قریب نہیں تھا۔

آپ ان سے نہ صرف یہ کہ محبت کرتے تھے بلکہ جب کبھی ضروری سمجھتے تھے تو جناب فاطمہ (س) سے اپنی اس محبت کا اظہار بھی کرتے تھے۔اور مسلمانوں کے سامنے ان کے مرتبہ و منزلت کو بیان کرتے رہتے تھے،یہ در حقیقت اس عظیم امر کی تمہید تھی اور اس کا راستہ ہموار ہورہا تھا جس میں جناب فاطمہ (س) کا اہم حصہ تھا اور اس کے ساتھ جناب فاطمہؑ کی ذریت طاہرہ اور پوری امت مسلمہ سے اس کا تعلق تھا۔آپ یہ تاکید ات اسی لئے فرماتے تھے تاکہ مسلمان جناب فاطمہ (س) اور ان کی نسل میں پیدا ہونے والے ائمہ کے مرتبہ و منزلت سے بخوبی واقف ہوجائیں تاکہ جناب فاطمہ(س) کا حق ان کے سپرد کردیں،ان کی عظمت و منزلت کا خیال رکھیں،اور ان کی ذریت کا حق بھی کما حقہ ادا کریں،چنانچہ رسول اللہ نے جناب فاطمہ (س)کا تعارف کراتے ہوئے مسلمانوں کو انکے بارے میں یہ تاکید فرمائی: ''فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبھا اغضبنی[۱]''جناب فاطمہ (س)کی عمر مبارک میں اضافہ کے ساتھ ساتھ پیغمبر(س) کے دل میں آپ کی محبت میں اضافہ ہوتا چلاگیا اوران کے لئے آپؐ کی شفقتیں بڑھتی ہی چلی گئیں، دوسری جانب شہزادی دو عالم کے دل میں بھی آپکی محبت اور ان کے ذہن پر ہمہ وقت آپ کا خیال چھایا رہتا تھا اسی لئے پیغمبر اکرمؐ آپ کو ''ام ابیہا ،،اپنے باپ کی ماں کہا کرتے تھے۔

[۱] صحیح بخاری : ۵/۳۶۔

یہ اس طیب و طاہر پدرانہ لگاؤ کا اہم نمونہ ہے، جس کا اولاد کی تربیت اور ان کی راہ و روش اور زندگی کو صحیح رخ دینے میں ایک اہم حصہ ہے بیشک یہی رابطہ اور لگاؤ اس بات کی اہم مثال ہے کہ اسلام میں لڑکیوں (بیٹیوں) کی کتنی اہمیت ہے اور اس کی نگاہ میں ان کی کیا قدر و منزلت ہے۔

۳۔ جناب فاطمہؑ اور امتحان کی منزلیں :اللہ تعالیٰ کی یہی مرضی تھی کہ جناب فاطمہ (س) مکہ کی تبلیغی کشمکش کے دوران موجود رہیں اور اپنے والد گرامی کی جفاکشی اور ان کے اوپر ٹوٹنے والے آلام و مصائب کا مشاہدہ فرمائیں اور نبوت و ہدایت اور ایمان و فضیلت کے گھر کے خلاف مکہ کی معاندانہ فضا کے علاوہ یہ بھی دیکھیں کہ ان کے والد گرامی اور چنیدہ و ممتاز سابق الاسلام مبلغین، جہاد اور دلیری کے ساتھ کشت و خون کے دریا میں غوطہ زن ہیں، تا کہ یہ جہادی فضا ان کے اوپر اثر انداز ہو، اور مستقبل میں زندگی کی سختیاں برداشت کرنے میں اور ان کی شخصیت سازی میں معاون ثابت ہوسکیں۔ ان حالات کا تعلق جناب فاطمہ (س) کی زندگی کے اس دور سے ہے کہ جب آپ بالکل کمسن اور چھوٹی تھیں اور آپ کو اپنی ایسی پیاری، انیس و مونس اور شفیق ماں جو دنیا کے آلام و مصائب اور مشکلات کو آپ سے دور کرتی رہتی تھیں اسی طرح اپنے پدر بزرگوار کے حامی و سرپرست اور آپ کی تبلیغ کے محافظ آپ کے چچا جناب ابوطالبؑ کے بعد بھی اپنے والد کے ساتھ بے حد سخت اور دشوار گذار دن دیکھنا پڑے جن کی زندگی میں قریش آنحضرت کو تکلیف پہنچانے کی ہمت نہیں کرتے تھے اور آپ کو کچھ نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ وہ ہر ایک کی خبر اچھی طرح لیتے تھے، چنانچہ پیغمبر اسلامؐ نے آپ کی وفات کے بعد آپ کی نصرت و حمایت کو ان الفاظ میں سراہا ہے: (مازالت قریش کاعۃ عنّی حتی مات ابوطالب) جب تک ابوطالب دنیا سے نہ گذر گئے قریش کے اندر میری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ تھی''۔ یہی وجہ تھی کہ اس متعصب اور گھٹن کے ماحول میں قریش کے دلوں کے اندر موجود کینوں اور تعصبات کی جو آگ بھڑک رہی تھی اس کے شعلے ظاہر ہو گئے اور آزار و اذیت نیز ہنسی مذاق اڑانے سے لے کر آپ کی شخصیت اور قدر و منزلت کو گرانے کے جتنے طریقے ہو سکتے تھے انھوں نے ان سب کو یکے بعد دیگرے پیغمبر اسلامؐ کے خلاف استعمال کرنا شروع کردیا۔ اپنی رسالت اور تبلیغ

کی ابتداء میں اس کیلئے آپ کو جتنے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اتنی زحمتیں کسی بھی نبی نے برداشت نہیں کیں، بات یہاں تک پہنچ گئی کہ قریش کے ایک سر پھرے آدمی نے ایک مٹھی مٹی اٹھا کر آپ کے چہرے اور سر کے اوپر ڈال دی، آپ اس کی حرکت کو برداشت کرکے اپنے گھر تشریف لے گئے اس وقت آپ کے چہرہ اور سر پر مٹی لگی ہوئی تھی چنانچہ جب آپ اپنے گھر پہنچے اور جناب فاطمہ (س) نے غرور و تکبر و میں چور ،قریش کی ایذا رسانیوں کی بنا پر آپ کی یہ حالت دیکھی تو ان کو بے حد تکلیف ہوئی نیز ا ن لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لانے اور ہدایت و ارشاد کے راستے پر لگانے والے کریم النفس پیغمبر کے ساتھ جاہلیت کے مارے ہوئے ان سر پھرے متکبروں کا یہ سلوک اور ان کی یہ جرات وجسارت آپ کو بہت شاق گذرتی تھی اور آپ ان کے چہرہ اور سر سے مٹی صاف کرتی تھیں اور پانی لاکر آنحضرت کا سر اور چہرہ دھلاتی تھیں ۔

یہ اذیت ناک واقعات آپ کے اوپر بے اثرثابت نہیں ہوتے تھے بلکہ اپنے والد گرامی کے رنج و مصائب کو دیکھ کر آپ کو بھی سخت تکلیف پہنچتی تھی اور جہالت وحیوانیت کے ظلمت کدوں سے نکال کر نور کی طرف لانے اور ہدایت و ارشاد کے راستہ پر لگانے کی کوشش میں مصروف ایسے خیر خواہ پیغمبر کے ساتھ ایسے اجڈ جاہلوں اور نادانوں کی بدسلوکیوں اور جسارتوں کے دکھ سے آپ گریہ کرنے لگتی تھیں۔

چنانچہ جناب فاطمہؑ کی اس حالت سے پیغمبر اسلامؐ پر یہ اثر ہوتا تھا کہ آپ اور بھی رنجیدہ و ملول خاطر ہوجاتے تھے اور پھر اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو بڑی شفقت و محبت کے ساتھ شہزادیٔ دو عالم کے سر پر پھیرتے تھے اور ان سے یہ فرمایا کرتے تھے (لا تبکی یابنیۃ فان اللہ مانع أباک،وناصرہ علیٰ أعداء دینہ ورسالتہ) ''اے بیٹی گریہ مت کرو،بیشک اللہ تمہارے بابا کا دفاع کرنے والا ہے اور دشمنوں کے مقابلہ میں ان کے دین اور رسالت کامدد گارہے[1]''۔ اپنے جہادی اور تربیتی کلمات کے ذریعہ آپ جناب فاطمہ (س) کے اندر جہاد کی بلند روح کے پودے کوبار آور کر رہے تھے اور ان کے نفس اور قلب کو صبر وتوکل اور نصرت الہی

---

[1] البدایہ و النہایہ ۳ /۱۵۱ ،سیرہ ابن ہشام ۱/۴۱۶۔

کے ذریعہ اعتماد بنا رہے تھے۔ درد و رنج میں اضافہ کرنے والی یہ صورتحال اور قریش کی ایذا رسانیوں نیز رسول اللہؐ کی توہین اور حق و ہدایت اور شریعت کی دعوت کا مذاق اڑانے کا سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ ان کی ہٹ دھرمی و گمراہی اور نخوت میں روزبروز اضافہ ہی ہوتا رہا جیسا کہ ایک روایت کے مطابق عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن کے علاوہ کبھی بھی پیغمبر اکرم (ص) کو قریش کے لئے بد دعا کرتے ہوئے نہیں دیکھا کہ :اس دن آپ نماز پڑھ رہے تھے، اور قریش کے کچھ لوگوں کا ایک ٹولا وہاں بیٹھا ہوا تھا جن کے پاس اونٹ کی ایک اوجھڑی پڑی ہوئی تھی، ان لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا: اس کو اٹھا کر ان کی کمر پر کون ڈال سکتا ہے ؟ ۔

تو عقبہ بن معیط نے اٹھ کر اسے آپ کی پشت مبارک پر ڈال دیا آپ اسی طرح سجدہ میں تھے کہ جناب فاطمہ (س) آگئیں اور آپنے اسے آنحضرتؐ کی پشت مبارک سے اٹھا کر پھینک دیا تو آنحضرتؐ نے ان لوگوں کے لئے یہ بد دعا کی: (اللھمّ علیک الملأ من قریش، اللھمّ علیک بعتبۃ بن ربیعۃ، اللھمّ علیک بشیبۃ بن ربیعۃ، اللھمّ علیک بأبی جھل بن ہشام، اللھمّ علیک بعقبۃ بن أبی معیط،اللھمّ علیک باُبی بن خلف و امیۃ بن خلف) خدا وندا! میں جمعیت قریش،عتبہ بن ربیعہ،شیبہ بن ربیعہ،ابو جہل بن ہشام،عقبہ بن ابی معیط،ابی بن خلف اور امیہ بن خلف کا معاملہ تیرے اوپر چھوڑتا ہوں۔

عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا یہ سب کے سب بدر کے دن قتل کردئے گئے اورابی بن خلف اور امیہ کے علاوہ ان سب کو گھسیٹ کر کنویں میں ڈال دیاگیا البتہ ابی بن خلف یا امیہ کہ جوبہت جسیم شحیم آدمی تھالہٰذا اس کو ٹکڑے کر دیا گیا[1]۔

شادی سے پہلے اپنے والد بزرگوار کے زیر سایہ

۱۔ مدینہ کی طرف ہجرت ۔بعثت کے تیرہویں سال پیغمبر اکرم (ص) نے اپنی جان کی حفاظت اور اپنی تبلیغ کی بقاء کے لئے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور حضرت علی بن ابی طالب کو یہ حکم دیا کہ شب ہجرت آپ کے بستر پر لیٹ جائیں جس سے

[1] ذخائر العقبیٰ طبری ، ۵۷،اسی کے مثل بدایہ والنہایہ ج۳ ص ۳۵۷۔

مشرکین کچھ سمجھ نہ سکیں وہ ان ہی کی طرف لگے رہ ہیں، آنحضرت (ص) نے آپ کو اور بھی کئی حکم دئے تھے جن میں سے کچھ یہ تھے : جب وہ کسی قابل اطمینان جگہ پہنچ جائیں گے تو انھیں اپنے فواطم اور غیر فواطم تمام گھر والوں کے ساتھ بلانے کے لئے کسی کو ان کے پاس بھیجیں گے اور آپ کے پاس لوگوں کی جو امانتیں رکھی ہوئی ہیں وہ سب صاحبان امانت تک پہنچا دیں یا آپ کے اوپر جن لوگوں کا قرض ہے اسے ادا کردیں۔ چنانچہ جب آنحضرت (ص) قباء کے علاقہ میں پہنچے جو مدینہ سے صرف چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور آپ وہاں قیام پذیر ہوگئے تو آپ نے ابی واقد لیثی کے ذریعہ حضرت علی (ع) کو ایک خط بھیجا اور انھیں یہ حکم دیا کہ تمام امانتیں واپس کرکے تمام بی بیوں (فواطم) کو اپنے ساتھ یہاں لے آئیں چنانچہ حضرت علی (ع) نے اسی وقت سے تیاری شروع کردی اور مکہ کی طرف ہجرت کرنے کے لئے سواریاں اور ضروری وسائل خرید لئے اور آپ کے ساتھ جو کمزور مؤمنین تھے انہیں یہ حکم دیا کہ جب چاروں طرف رات کا اندھیرا چھا جائے تو ہر ایک دبے قدموں اور خاموشی کے ساتھ وادیٔ ذی طُویٰ میں پہنچ جائے۔

جب آپ نے سب لوگوں کی امانتیں ان تک پہنچا دیں تو آپ نے کعبہ کے اوپر چڑھ کر بلند آواز سے یہ اعلان کیا : (یا أیّها النّاس! هل من صاحب أمانة ؟ هل من صاحب وصية؟ هل من عدّة له قبل رسول الله ؟ فلمّا لم يأت أحد لحق بالنبيّ) ۔اے لوگو کیا کسی کی کوئی امانت ہے یا کسی کی کوئی وصیت ہے یا رسول اللہ کے اوپر کسی کا کچھ مطالبہ باقی ہے؟ چنانچہ جب کوئی بھی نہ آیا تو آپ رسول خدا (ص) کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت علی (علیہ السلام) فواطم (یعنی جناب فاطمہ زہرا (س)، اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد، فاطمہ بنت زبیر بن عبد المطلب، فاطمہ بنت حمزہ بن عبد المطلب) کو اپنے ساتھ لیکر دن کے اجالے میں آشکارا طور پر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے اور آپ کے ساتھ نبی اکرم (ص) کی پرورش کرنے والی اور آنحضرتؐ کی خادمہ بابرکت امّ ایمن اور ان کے بیٹے بھی تھے اور اسی کاروان کے ساتھ رسول اللہؐ کے روانہ کردہ ایلچی ابو واقد لیثی بھی واپس لوٹے جو قافلہ کی ساربانی کررہے تھے، تو ایک بار انھوں نے اونٹوں کو تیز دوڑانا شروع کردیا تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: (إرفق بالنسوة يا أبا واقد، إنّهن ضعاف)؛ اے

ابو واقد عورتوں کا خیال رکھو یہ کمزور ہیں تو انھوں نے کہا مجھے ڈر ہے کہ کہیں ہمیں پکڑنے والے نہ پہنچ جائیں! تو حضرت علی (علیہ السلام) نے فرمایا : (أربع علیک ، فإن رسول اللہ (ص) قال لی : یا علیّ لن یصلوا من الآن إلیک بأمرِ تکرہہ) ؛ مجھ سے رسول اللہؐ نے یہ فرمایا تھا کہ وہ تم سے کوئی ایسی بات نہیں کر سکتے جو تمہیں ناگوار ہو پھر حضرت علی (ع) ان لوگوں کو آہستہ آہستہ لے کر چلنے لگے اور اس وقت آپ کی زبان پر یہ رجز جاری تھا : ولیس الا اللہ فارفع ضنّکا یکفیک رب الناس ما اھمّکا اللہ کے علاوہ کوئی نہیں لہذا اپنی کمزوری کو دور کردو ،،رب الناس ، تمہارے ہر اہم کام میں تمہارے لئے کافی ہے ۔ آپ اسی طرح چلتے رہے مگر جب آپ ''ضجنان،، نامی جگہ کے قریب پہنچے تو قریش کے سات بہادر گھڑ سوار چہروں پر نقاب ڈالے ہوئے آپ کو پکڑنے کے لئے پہنچ گئے ان کے ساتھ آٹھواں آدمی حارث بن امیہ کا غلام جناح تھا جو بہت نامور بہادر تھا، تو حضرت علی (ع) جناب ام ایمن اور واقد کے پاس آئے ،اس وقت ان سب لوگوں کی نظریں آپ کی طرف تھیں، آپ نے ان دونوں سے کہا : ''انیخا الابل و اعقلاہا ''اونٹوں کو بٹھا کر باندھ دو آپ آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ خواتین سواریوں سے اتر گئیں اتنی دیر میں وہ لوگ قریب آگئے تو حضرت علی (ع) اپنی تلوار کھینچتے ہوئے ان کی طرف بڑھے ان لوگوں نے آپ کے نزدیک آکر کہا : تمہارا یہ خیال ہے کہ تم عورتوں کے ساتھ جان بچاکر نکل جاؤگے، واپس چلو آپ نے کہا : اگر میں ایسا نہ کروں ؟

وہ بولے ، تم ذلّت کے ساتھ پلٹائے جاؤگے یا ہم تمہارا سر اپنے ساتھ لے کر پلٹیں گے، اتنے میں وہ سارے گھڑ سوار عورتوں اور سواریوں پر قبضہ کرنے کے لئے ان کی طرف لپکے تو حضرت علی علیہ السلام ان کے درمیان میں حائل ہوئے تو جناح نے آپ کے اوپر اپنی تلوار سے وار کردیا آپ پھرتی کے ساتھ اس کے وار سے بچ گئے اور پھر آپ نے بڑی ہی ہوشیاری سے اس کے کندھے پر وار کردیا کہ آپ کی تلوار اس کے سر کو پھاڑ کر گھوڑے کی پیٹھ کو چھوتی ہوئی نکل گئی اور آپ نے ان پر تلوار کے حملے اور شدید کردئے تو وہ سب کے سب آپ کے پاس سے تتر بتر ہوگئے اور کہنے لگے: اے ابو طالب کے فرزند تم ہمارے ہاتھوں سے بچ گئے!تو آپ نے فرمایا : (فإنی منطلق إلی ابن عمی رسول اللہ (ص) فمن سرّہ أن أفری لحمہ و أہریق دمہ فلیتبعنی) ؛ میں تو اپنے ابن عم،

رسول اللہ کے پاس جا رہا ہوں چنانچہ جو میرے ہاتھوں مرنا چاہتا ہو یا اپنا خون بہانا چاہتا ہو وہ میرا پیچھا کرے، مگر وہ سب کے سب ذلت و خواری کے ساتھ گردن جھکاے ہوئے واپس چلے گئے ۔ پھر حضرت علی (ع) جناب ایمن اور واقد کے پاس آئے اور آپ نے فرمایا : ''اپنی سواریوں کو آگے بڑھاؤ،،پھر آپ فاتحانہ انداز میں سواریوں کے ساتھ روانہ ہوگئے یہاں تک کہ ''ضجنان،، کی منزل پر پہنچ گئے اور وہاں جاکر پورے ایک دن اور رات بھر آرام کیا وہاں ہر کمزور مسلمان بھی آپ کے ساتھ آملے رات بھر ان لوگوں نے نمازیں پڑھیں اور اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہوئے ذکر خدا کرتے رہے ان کی یہ صورت حال اسی طرح جاری رہی یہاں تک کہ صبح نمودار ہوگئی حضرت علی (علیہ السلام) نے ان کے ساتھ نماز صبح پڑھی پھر اپنی منزل کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ منزل قبا (جو مدینہ سے قریب ہے) تک پہنچ گئے اور رسول اللہ سے جا ملے جو بہت شدت سے آپ لوگوں کا انتظار کر رہے تھے[1] ان لوگوں کے پہنچنے سے پہلے ہی رسول اللہ کے اوپر وحی کی شکل میں آنحضرت کے شایان شان قرآن مجید کی یہ آیتیں نازل ہوئیں: (الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبہم.[2]) نبی کریم پندرہ دن تک ان لوگوں کے انتظار میں قبا کی منزل پر رکے رہے تھے اس مدت کے اندر آپ نے مسجد قبا تعمیر کردی جس کے بارے میں اللہ تعالی نے قرآن مجید کی یہ آیتیں نازل فرمائیں (لمسجد اُسس علی التقویٰ من أول یوم أحق أن تقوم فیہ[3]) نبی کریم نے اس مسجد میں نماز پڑھنے اور اسے آباد رکھنے کی ترغیب دلائی اور اس میں نماز پڑھنے والے کے لئے عظیم ثواب کا تذکرہ فرمایا ۔ جب قافلہ والے آرام کر چکے تو پیغمبر اکرمؐ اپنے تمام ساتھیوں اور گھر والوں کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے مدینہ کے مسلمانوں نے اشعار، ترانوں اور نعروں کے ساتھ آپ کا شاندار استقبال کیا اوس و خزرج کے قبیلوں کے سرداروں اور بڑے لوگوں نے آپ کو کھلے دل کے ساتھ خوش آمدید کہا اور اپنا تمام مالی اور فوجی سرمایہ آپ کی خدمت میں پیش کردیا آپ جس قبیلہ سے بھی گذرتے تھے اس قبیلہ کے سردار اس امید میں آگے بڑھ کر آپ کے ناقہ کی مہار تھام لیتے تھے کہ شاید آپ انھیں کے یہاں نزول اجلال فرمائیں اور انھیں اپنی ضیافت کے شرف سے نوازدیں آپ ان کے لئے

---

[1] المناقب ١،١٨٤۔
[2] آل عمران ١٩٥،١٩١۔
[3] سورۂ توبہ ١٠٨۔

دعائے خیر کرکے ان سے یہ فرماتے تھے کہ: (دعوا الناقة تسیر فإنها مأمورة) اس ناقہ کو چھوڑدوتاکہ یہ خود چلتا رہے کیونکہ یہ خدا کی طرف سے مامور ہے ۔پھر آپ کا ناقہ جناب ابو ایوب انصاری کے گھر کے پاس ایک کھلی جگہ پر جا کر بیٹھ گیاآپ عماری سے نیچے تشریف لائے اور آپ کے ساتھ جناب فاطمہ زہرا (س) اور دوسری بی بیاں بھی اتر آئیں اور جناب ام خالد (ا) (جناب ابو ایوب انصاری کی والدہ) کے پاس قیام پذیر ہوگئیں جناب فاطمہ (ع) اپنے والد گرامی کے ہمراہ سات مہینے یعنی جب تک مسجد نبوی تیار نہ ہوگئی اور اس کے پاس رسول اکرمؐ کا سادہ ساگھر تیار نہ ہوگیا اسی گھر میں رہیں جسمیں چند حجرے پتھروں کے تھے اور چند حجرے کھجور کی شاخوں سے نبے ہوئے تھے جن کی اونچائی کی وضاحت امام حسن (ع) نے ان الفاظ میں فرمائی ہے:(کنت أدخل بیوت النبیّ (ص) و أنا غلام مراهق فأنال السقف بیدی)جب میں بالکل نو عمر تھا تو پیغمبر (ص) کے حجروں میں داخل ہونے کے بعد میرا ہاتھ چھت تک پہنچ جاتا تھا۔

نبی اکرم (ص) نے اپنے گھر کے لئے جو سامان مہیا فرمایا وہ بھی نہایت سادہ اور متواضعانہ تھا،آپ نے اپنے لئے لکڑی کا ایک تخت بنوایا جو کھجور کی لکڑی کا بنا ہوا تھا ،جناب فاطمہ زہرا (س) بھی دنیا ئے اسلام کے اسی سادہ اور متواضعانہ دار ہجرت اور نبوت کے گھر میں آنحضرت (ص) کی عنایتوں ،اور محبتوں سے بہرہ مند ہوتی تھیں یقیناًیہ ایسی عنایت و محبت جو دنیا میں آپ کے علاوہ کسی اور دوسری عورت کو نصیب نہ ہوسکی۔مکہ سے ہجرت کرنے کے بعد جناب فاطمہ زہرا (س) اسی گھر میں قیام پذیر ہوئیں تا کہ اپنی آنکھوں سے یہ مناظر دیکھیں کہ آپ کے والد گرامی کو مہاجرین اورانصار مدینہ ایک بیش قیمت موتی کی طرح اپنے گھیرے میں لئے ہوتے ہیں اور آپ کے لئے جان کی قربانی تک دینے کے لئے تیارہیں اور آپ قبیلہ اوس و خزرج کے تازہ دم مسلمانوں کے بیچ میں نہایت سکون واطمینان سے رہ رہے ہیںآپؐ نے مہاجرین اور مدینہ کے مسلمانوں کے درمیان بھائی چارہ کی بنیاد ڈالی تا کہ ان کے دل سے وطن کی غربت کا احساس اور خوف نکل جائے اور وہ اس اتحاد کے ذریعہ مزید مستحکم اور سب کے ساتھ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوجائیں ''جو خدائے وحدہ لا شریک پر ایمان ہے''البتہ آپ نے اپنے لئے حضرت علی (علیہ السلام) کو بچاکر رکھا تھااس

وقت آپ کے اردگرد انصار و مہاجرین کا اچھا خاصا مجمع تھا چنانچہ ان سب کے درمیان آپ نے یہ ارشاد فرمایا: ''ہذا اخی و وارثی من بعدی '''' یہ میرا بھائی اور میرے بعد میرا وارث ہے '' حضرت علی (ع) کے سر پر نبی کریمؐ کی اخوت کا سہرا بندھے ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ آپ کے سر پر آنحضرت کی دامادی کا سہرا بھی بندھ گیا اور آپ آنحضرت کی ہر دل عزیز اور چہیتی بیٹی اور آپ کی پارہ قلب و جگر کے شوہر بھی ہوگئے[1] ۔مدینہ میں قیام پذیر ہونے کے بعد نبی اکرمؐ نے سب سے پہلے جناب سودہ سے شادی کی اور یہ جناب خدیجہ (س) کی وفات کے بعد آنحضرت (ص)کی پہلی شادی تھی پھر آپ نے جناب ام سلمہ بنت ابی امیہ سے نکاح کیا اور اپنی بیٹی جناب فاطمہ (س) کی دیکھ بھال اور ان کے کام کاج آپ کے حوالے کردئے.جناب ام سلمہؓبیان کرتی ہیں : رسول اللہ نے مجھ سے شادی کرنے کے بعد ،اپنی بیٹی فاطمہؑ کی دیکھ بھال کا فریضہ میرے سپرد کردیا,چنانچہ میں ہی انہیں سب کچھ بتاتی اور سکھاتی تھی لیکن خدا کی قسم،وہ مجھ سےزیادہ مودب اور تمام چیزوں کے بارے میں مجھ سے زیادہ واقف کار تھیں[2] ۔

۲۔آپؑسے شادی کی کوششیں :شہزادی کائنات حسب ونسب کے لحاظ سے اپنے دور کی تمام عورتوں سے ممتاز اور بلند تھیں کیونکہ آپ حضرت محمد مصطفی (ص)اور جناب خدیجہؑ کی بیٹی، فضیلت و علم اور پاکیزہ صفات کی نسل طیبہ کا خلاصہ، جمال و صورت و سیرت میں آخری درجہ پر فائز، معنوی وروحانی اور انسانی کمالات کی حد آخر، نیز اعلی رفتار و گفتار اور تابندہ قسمت کی مالک تھیں۔

آپ اپنی پختہ خیالی اور رشد عقلی میں اپنی کمسنی سے ہی ممتاز حیثیت کی حامل تھیں پروردگار عالم نے آپ کو عقل کامل، اعلی ذہانت و ذکاوت اور نورانی زندگی میں مکمل حسن وجمال سے نوازا تھا،آپ ہرروز اپنے پدر بزرگوار کے زیر سایہ خداوند عالم کی ان ہی عظیم اور بی پایاں نعمتوں اور عطایا کے درمیان فضائل و کمالات کے زینے طے کرتے ہوئے بلوغ کی منزل تک پہنچ گئیں۔ ابھی ہجرت پیغمبرؐ کا دوسرا سال شروع ہوا تھا کہ مسلمانوں کو امن و امان اور سکون و اطمینان کی جھلکیاں دکھائی دینے لگیں تو اسی وجہ سے قریش کے

[1] حیواۃ الحیوان،١،١١٨، البدایۃ و النہایۃ،٣،٢٧٧۔
[2] دلائل الامامہ١٢۔

بڑے بڑے لوگ جو سابق الاسلام ہونے کے علاوہ فضل و شرف اور مال ومنال کے اعتبار سے اعلیٰ حیثیت کے مالک تھے وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں شہزادی سے شادی کی درخواست لے کر جاتے تھے مگر آنحضرتؐ ان سب کونہایت خوبصورتی سے یہ کہہ کر واپس لوٹا دیتے تھے (انی انتظر فیھا امر اللہ)اس بارے میں مجھے حکم خدا کا انتظار ہے ۔ اور آپ ان سے اس طرح اپنا منھ پھیر لیتے تھے کہ سامنے والے کو یہ احساس ہوتا تھا کہ جیسے آپ اس سے ناراض ہوں کیونکہ شہزادی کی ہمسری کے لئے رسول اللہؐ کی نظر صرف حضرت علیؑ پر ہی تھی اور آپ یہی چاہتے تھے کہ وہی شادی کا پیغام لے کر آئیں[1]۔ بریدہ سے روایت ہے کہ جب ابوبکر جناب فاطمہ (س) سے شادی کا پیغام لے کر آئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: (انھا صغیرۃ و انی انتظر بھا القضاء) وہ ابھی چھوٹی ہیں اور میں اس کے بارے میں ابھی الٰہی فیصلہ کا منتظر ہوں چنانچہ جب ان سے عمر کی ملاقات ہوئی تو انھون نے عمر کو اطلاع دی تو عمر نے کہا: تم کو واپس کردیا؟پھر عمر بھی اپنی درخواست لے کر پہنچے تو آنحضرتؐ نے ان کو بھی رد کردیا[2]۔

٣۔ حضرت علیؑ کا آپ سے پیغام شادی: مولائے کائنات کے ذہن میں شہزادی دو عالمؑ کے ساتھ شادی کرنے کا خیال ضرور تھا مگر آپ کو اس دور کے مسلمانوں اور اپنی اقتصادی پریشانیوں اور فاقہ بھری زندگی کی فکر لاحق رہتی تھی، اسی لئے آپ شادی کا خیال چھوڑ کر اپنے اور مسلمانوں کے کاموں میں مصروف ہوجاتے تھے، اس وقت آپ کی عمر اکیس سال سے زیادہ ہوچکی تھی وہ وقت قریب آگیا تھا جب آپ جناب فاطمہؑ سے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوجائیں، ان کے لئے آپ کے علاوہ اور آپ کے لئے ان کے علاوہ کوئی کفو اور ہمسر نہیں تھا اور یہ ایسا رشتہ تھا جس کو دہرایا نہیں جاسکتا تھا ۔ ایک دن جب حضرت علی (علیہ السلام) اپنا کام مکمل کرچکے تو اپنا ڈول اٹھایا اور اسے اپنے گھر لے جاکر اوپر لٹکا دیا پھر آپ رسول اللہؐ کے گھر پہنچ گئے، اس وقت رسول اللہؐ جناب ام سلمہ کے گھر پر تھے، ابھی آپ راستہ ہی میں تھے کہ خدا کی طرف سے ایک فرشتہ آنحضرتؐ پر یہ حکم لے کر نازل ہوا کہ

---

[1] کشف الغمہ ج١ /٣٣٥۔
[2] تذکرۃ الخواص ٣٠٦۔

ایک نور سے دوسرے نور یعنی جناب فاطمہؑ سے حضرت علیؑ کی شادی کردیں[1]۔ حضرت علیؑ نے دق الباب کیا جناب ام سلمہ نے دریافت کیا کون ہے؟ تو رسول اکرمؐ نے ان سے فرمایا: اے ام سلمہ اٹھ کر دروازہ کھول دو اور انھیں اندر آنے کے لئے کہو یہ وہ شخص ہے جس سے اللہ اور اسکا رسول محبت کرتے ہیں اور وہ ان دونوں کو محبوب رکھتا ہے ۔ تو ام سلمہ نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں یہ کون ہے ؟جس کو آپ نے ابھی دیکھا بھی نہیں اور آپ اس کا تذکرہ کررہے ہیں؟آپ نے فرمایا: (مہ یا امّ سلمۃ فھذا رجل لیس بالخرق و لا بالنزق، ہذا أخي و ابن عمّي وأحب الخلق إلیّ).اے ام سلمہ!یہ میرا بھائی ابن عم،اور ساری مخلوقات میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے ۔

ام سلمہ کہتی ہیں میں اتنی جلدی میں اٹھی کہ قریب تھا کہ میں گر پڑتی۔ جب میں نے دروازہ کھولاتو علی بن طالبؑ کو سامنے پایا ،انھوں نے رسول اللہ کی خدمت میں پہنچ کر السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ و برکاتہ کہا تو آنحضرتؐ نے فرمایا : وعلیک السلام اے ابوالحسن،آؤبیٹھ جاؤ، تو حضرت علیؑ پیغمبر اسلامؐ کے سامنے بیٹھ گئے اور اس طرح زمین کی طرف دیکھنے لگے جیسے انھیں کوئی کام ہو، مگر شرم و حیا کی وجہ سے اسے نہیں کہہ پارہے ہیں،اور وہ رسول اللہؐ روبرو شرم و حیاء کی وجہ سے ایسے ہوگئے تھے کہ جیسے زمین میں گڑے جارہے ہوں اور پیغمبر اکرمؐ کو بھی حضرت علیؑ کے دل کی کیفیت کا اندازہ ہوگیا تھا لہذا آپ نے ان سے کہا :(یا أبا الحسن ،إنّي أری أنّک أتیت لحاجۃ، فقل حاجتک و ابدِ ما فی نفسک، فکلّ حاجۃ لک عندی مقضیۃ)اے علیؑ مجھے محسوس ہورہا کہ تم کسی کام سے آئے ہو، تمہیں جو کام ہو بیان کرو اور اسے ظاہر کرو، میرے نزدیک تمہاری ہر حاجت پوری ہوگی، توحضرت علیؑ نے کہا :(فداک أبي و اُمّي إنک أخذتني عن عمّک أبی طالب و من فاطمۃ بنت أسد و أنا صبی، فغذّیتني بغذائک، و أدّبتني بأدبک ، فکنتَ إليّ أفضل من أبی طالب و من فاطمۃ بنت أسد فی البرّ و الشفقۃ، و إن اللہ تعالی ہدانی بک و علٰی یدیک،إنک و اللہ ذخری و ذخیرتی فی الدنیا و الآخرۃ یا رسول اللہ فقد أحببت مع ما شدّ اللہ من عضدی بک أن یکون لی بیت وأن تکون لی زوجۃ أسکن إلیھا ، و قد أتیتک خاطباً راغباً ،

[1] معانی الاخبار ۱۳۳،خصال ۶۳۰، امالی صدوق ، ۴۷۴ ، بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۱۱۱۔

أخطب الیک إبنتک فاطمة، فهل أنت مزوّجي یا رسول الله ؟)؛میرے ماں باپ آپ پرقربان ہوں،آپ نے اپنے چچا جناب ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد سے اس وقت مجھے گود لیا تھاجب میں،بالکل بچہ تھا آپ نے مجھے اپنے ساتھ کھانا کھلایا،اپنے ادب کی تعلیم دی،اور آپ میرے اوپر میرے والد جناب ابوطالبؑاور والدہ جناب فاطمہ بنت اسد سے زیادہ شفیق و مہربان تھے،اللہ تعالی نے آپ کے ذریعہ اور آپ کے ہاتھوں پر ہدایت سے سرفراز فرمایا اور آپ ہی دنیا و آخرت میں میرا سرمایہ ہیں،اے اللہ کے رسول میں ایسی شخصیت کی ہمراہی چاہتاہوں جس سے میرے ہاتھ مضبوط ہوجائیں اور اس کے ساتھ میں اپنا گھر بساسکوں،ایسی زوجہ ہوجومیری مونس بن سکے،میں آپ کی خدمت میں اسی رشتہ کی غرض سے آیا ہوں اور میں آپ کی بیٹی فاطمہؑ سے شادی کا پیغام لے کر حاضر ہواہوں،یا رسول اللہؐکیا آپ میری شادی کے لئے تیار ہیں؟تو خوشی و مسرت سے رسول اللہ کا چہرہ کھِل اٹھا آپ جناب فاطمہؑ کے پاس تشریف لائے اور ان سے فرمایا '' : إن علیاً قد ذکرکِ وھو من قد عرفت''،علیؑ نے تمہارا ذکر کیاہے اور تم توان کو پہچانتی ہی ہو،؟؟توجناب فاطمہ زہراءخاموش رہیں توآپ نے فرمایا : (الله أکبر،سکوتھا رضاھا) اس کی خاموشی ہی اس کا اقرار ہے پھرآپ وہاں سے باہرآئے اور اسکے بعد ان کی شادی کردی[1]۔

جناب ام سلمہ کہتی ہیں میں نے دیکھاکہ رسول اللہؐکا چہرہ خوشی و مسرت سے کھِل گیا پھرآپ نے حضرت علیؑ کی طرف مسکرا کران سے کہا :(یا عليّ فهل معک شيء أزوّجک به؟)اے علی تمہارے پاس کوئی چیزہے جس کے ذریعہ میں تمہاری شادی کردوں ؟ تو حضرت علیؑ نے کہا '' :فقال عليّ :فداک أبي و أمي، و الله ما یخفی علیک من أمري شيء،أملک السیفي و درعي و ناضحي، و ما أملک شیئاً غیر ھذا ''،میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں، میرے حالات آپ سے بالکل مخفی نہیں ہیں میرے پاس کل سرمایہ میری یہ تلوار،زرہ اور یہ ایک ڈول ہے اس کے علاوہ میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے تو رسول اللہ نے فرمایا :(یا عليّ أمّا سیفک فلا غنیٰ بک عنه، تجاهد في سبیل الله، و تقاتل به أعداء الله، و ناضحک تنضح به علی نخلک و أهلک، و تحمل علیه رحلک في سفرک و لکني قد زوّجتک بالدرع

[1] بحار الانوار۹۳/۴۳۔

و رضیت بہا منک)اے علی!تلوار کے بغیر تو تمہارے لئے کوئی چارہ نہیں ہے اس سے تم راہ خدا میں جہاد کرتے ہو اور دشمنان خدا کو قتل کرتے ہو، اور ڈول سے کھجوروں کو سینچنے اور گھر والوں کے لئے پانی کھینچتے ہواور سفر میں اسے اپنی سواری (اپنے مرکب) پر اپنے ساتھ لے کر چلتے ہو، لیکن میں زرہ کے بدلے تمہاری شادی کردیتا ہوں اور میں تم سے یہی قبول کرنے کے لئے تیارہوں (یا أبا الحسن ،أأبشّرک ؟!)،اے علیؑ تمہیں مبارک ہو حضرت علی کہتے ہیں میں نے کہا :(قال علیّ قلت: ((نعم فداک أبی و اُمّی بشّرنی، فأنّک لم تزل میمون النقیبة، مبارک الطائر، رشید الأمر، صلّی اللہ علیک)جی ہاں: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے خوشخبری سنائیں کہ بیشک آپ ہمیشہ سے مبارک ہیں تو رسول اللہؐنے فرمایا :فقال رسول اللہ (ص): (أبشّرک یا علیّ فأن اللہ عزوجل قد زوّجکہا فی السماء من قبل أن أزوّجکہا فی الأرض، و لقد ہبط علیّ فی موضعی من قبل أن تأتینی ملک من السماء فقال : یا محمد!إن اللہ عزوجل اطلع إلی الأرض اطلاعة فأختارک من خلقہ فبعثک برسالتہ، ثم اطلع إلی الأرض ثانیة فاختار لک منہا أخاً و وزیراً و صاحباً و ختناً فزوّجہ إبنتک فاطمة (س)، و قد احتفلت بذلک ملائکة السماء، یا محمد!إن اللہ عزوجل أمرنی أن آمرک أن تزوّج علیاً فی الأرض فاطمة، و تبشّر ہما بغلامین زکیین نجیبین طاہرین خیّرین فاضلین فی الدنیا و الآخرة ، یا علیّ ! فو اللہ ما عرج الملک من عندی حتّی دقّقت الباب)

اے علیؑ! میں تمہیں یہ خوشخبری دیتا ہوں کہ اس سے پہلے کہ میں زمین پر فاطمہؑ کا نکاح تم سے کرتا خداوند عالم نے آسمان پر ان کا نکاح تمہارے ساتھ کردیا ہے اور تمہارے یہاں پہنچنے سے پہلے اس جگہ آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا تھا اور اس نے یہ کہاہے: اے محمد!اللہ تعالی نے زمین کے اوپر ایک نظر کی تو تمام مخلوقات کے درمیان سے آپ کو منتخب فرمایا اور پھر آپ کو اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث کیا، اس نے زمین پر دوبارہ نظر کی تو آپ کے لئے بھائی، وزیر اور ساتھی کو منتخب فرمایا ہے لہذا آپ ساتھ اپنی بیٹی فاطمہؑ کی شادی کردیں، اس کی وجہ سے ملائکہ نے جشن منایا ہے، اے محمد !اللہ تعالیٰ عزّوجل نےمجھے یہ حکم دیاہے کہ میں آپ کو یہ حکم دوں کہ آپ زمین پر علیؑ سے فاطمہؑ کی شادی کردیں اور ان دونوں کو زکی، نجیب، طاہر نیک اور دنیا و آخرت میں صاحب فضیلت دو

بیٹوں کی مبارک باد بھی پیش کردیں ،اے علی ! خدا کی قسم وہ فرشتہ ابھی میرے پاس سے واپس نہیں جانے پایا تھا کہ تم نے میرا دروازہ کھٹکھٹا دیا[1]

۴۔ آسمان سے آپؑ کی شادی کا حکم :ابن ابی الحدید کا بیان ہے: پیغمبر اکرمؐ نے جناب فاطمہؑ کے ساتھ حضرت علیؑ کی شادی نہیں کی مگر یہ کہ اس سے پہلے اللہ تعالی نے آسمان پر فرشتوں کے درمیان ان کی شادی کردی جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے: جب رسول اکرمؐ نے جناب فاطمہؑ کی شادی حضرت علیؑ سے کی تھی، تو اس سے پہلے ہی خداوند عالم نے عرش کے اوپر ان کی شادی کردی تھی۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایاہے:قال :رسول اللہ (ص) (إنّما أنا بشر مثلکم ،أتزوج فیکم وأزو جکم إلّا فاطمۃ ،فإن تزویجہا نزل من السماء) ؛ رسول اللہ نے فرمایا : میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں تمہارے درمیان اور تم سے شادی کرتا ہوں، البتہ فاطمہؑ کے علاوہ کیونکہ ان کی شادی (کا حکم) آسمان سے نازل ہوا ہے[2]۔

۵۔ خطبۂ عقد :انس کا بیان ہے: میں نبی اکرمؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کے اوپر وحی نازل ہونے لگی جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا: (یا أنس !اتدری ما جاء نی بہ جبرئیل من صاحب العرش ؟إن اللہ تعالی أمرنی أن أزوج فاطمۃ علیاً انطلق فادع لی المہاجرین والأنصار)اے انس! کیا تمھیں معلوم ہے کہ صاحب عرش کی طرف سے جبرئیل میرے پاس کیا پیغام لے کر آئے تھے؟ ۔ میں نے عرض کی : اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا : اللہ تعالی نے مجھے یہ حکم دیاہے کہ فاطمہؑ کی شادی علیؑ سے کردوں، جاؤ اور میرے پاس مہاجرین و انصار کو بلالاؤ،انس کہتے ہیں : میں ان کو بلا لایا جب سب لوگ اپنی اپنی جگہ آرام سے بیٹھ گئے تو نبی کریمؐ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا : (الحمد للہ المحمود بنعمتہ ،المعبود بقدرتہ ،المطاع بسلطانہ ،المرغوب الیہ فیما عندہ ،المرہوب عذابہ ،النافذ أمرہ فی أرضہ وسمائہ ،الذی خلق الخلق بقدرتہ ،ومیزہم بأحکامہ ،وأعزّہم بدینہ ،وأکرمہم بنبیّہ محمد ،ثم إن اللہ تعالی جعل المصاہرۃ نسباً وصہراً ،فأمراللہ یجری إلی قضائہ ،وقضاؤہ یجری إلی قدرہ فلکلّ قدر أجل ولکل أجل کتاب ((یمحواللہ مایشاء ویثبت وعندہ أمّ الکتاب)) ثمّ إن اللہ

[1] بحار الانوار ۴۳/۱۲۷۔
[2] بحار الانوار ۴۳/۱۲۵۔

أمرني أن أزوج فاطمة بعليّ، فاُشهدكم أنّي قد زوجته علیٰ أربعأءة مثقال من فضة إن رضی بذلک عليّ)؛ حمد ہے اس اللہ کے لئے جو اپنی نعمت کی بنا پر محمود ہے، اپنی قدرت کی بنا پر معبود، اپنے تسلط کی وجہ سے مورد اطاعت، جو کچھ اس کے پاس ہے قابل رغبت ہے، اس کا حکم اس کی زمین اور اس کے آسمان پر نافذ ہے، اس نے مخلوقات کو اپنی قدرت سے خلق فرمایا، اپنے احکام کے ذریعہ ان کے درمیان امتیاز پیدا کیا، اپنے دین کے ذریعہ انھیں عزت بخشی، اپنے نبی محمد کے ذریعہ انھیں شرف بخشا، پھر خداوند عالم نے ایک دوسرے سے شادی بیاہ کو نسب اور دامادی (رشتہ داری) کا وسیلہ قرار دیا تو خداوند عالم کا حکم اس کی قضا تک جاری رہتا ہے اور اس کی قضا اس کی قدر (تقدیر) تک باقی رہتی ہے، چنانچہ ہر تقدیر کی ایک مدت ہے اور ہر مدت کے لئے ایک کتاب ہے اللہ جسے چاہتا ہے محو کردیتا ہے یا باقی رکھتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب (اصل کتاب) ہے، چنانچہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں فاطمہؑ کی شادی علیؑ سے کردوں، آپ لوگ گواہ رہئے گا کہ میں نے ان کی شادی چار سو مثقال چاندی کے عوض کردی ہے اگر علی اس پر راضی ہوں؟ اس وقت حضرت علیؑ وہاں موجود نہیں تھے۔

ان کو پیغمبرؐ نے کسی کام سے بھیج رکھا تھا پھر رسول اللہؐ نے ایک طبق (سینی) منگوائی جس میں ناپختہ کھجوریں تھیں اور اسے ہمارے سامنے رکھ دیا پھر فرمایا: نوش فرمائیں ابھی ہم انہیں اٹھا ہی رہے تھے کہ اتنے میں حضرت علیؑ آگئے تو رسول اللہؐ مسکرائے اور فرمایا: (یا عليّ! إن اللہ أمرني أن أزوّجک فاطمة فقد زوّجتکها علیٰ أربعمأءة مثقال فضة إن رضيت) ''اے علیؑ! اللہ تعالی نے مجھے تمہارے ساتھ فاطمہؑ کی شادی کرنے کا حکم دیا ہے اور میں نے چار سو مثقال چاندی کے مہر پر ان سے تمہاری شادی کردی ہے تم اس سے راضی ہو حضرت علیؑ نے کہا: ''قد رضیت رسول اللہ'' ''اے اللہ کے رسول میں راضی ہوں''، پھر حضرت علیؑ سجدہ میں گر پڑے اور اللہ تعالی کا شکر ادا کیا اور یہ کہا: (الحمد للہ الذي حبّبني إلیٰ خیر البریة محمد رسول اللہ) حمد ہے اس اللہ کے لئے جس نے مجھے خیر البریہ اور رسول خدا حضرت محمد مصطفی کا محبوب قرار دیا، پھر رسول اللہ نے فرمایا: (بارک اللہ علیکما، وبارک فیکما وأسعد کما،

وأخرج منکما الکثیر الطیب)۔اللہ تعالی تم دونوں کو برکت عطا کرے اور تمہیں سعید قرار دے اور تم سے کثیر اور پاک و پاکیزہ نسل جاری فرمائے۔ انس کہتے ہیں: خدا کی قسم کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں سے کثیر اور پاکیزہ نسل جاری فرمائی[1]۔

۶۔آپؑ کا مہر اور جہیز: حضرت علی علیہ السلام نے حضرت عثمان کو چار سو درہم میں اپنی ذرہ فروخت کی اور مہر کی پوری رقم جو چار سو سیاہ درہموں پر مشتمل تھی لاکر رسولؐاللہ کی خدمت میں پیش کردی (البتہ بحار الانوار کی روایت کے مطابق یہ رقم پانچ سو درہم تھی۔ مترجم)رسول اکرمؐ نے آپ سے یہ رقم لے کر اپنے بعض اصحاب اور ازواج کو دے دی تاکہ وہ اس سے اس نئے گھر کے لئے ضرورت کا سامان خرید لائیں، چنانچہ جو مختصر سا جہیز تیار ہوا اس کی تفصیل یہ ہے ۔ ۱۔سفید پیراہن سات درہم کا،۲۔ایک چادر چار درہم کی، ۳۔ ایک خیبری سیاہ حلہ ،۴۔ ایک تخت کناروں والا،۵۔دو عدد توشک مصری کپڑے کے،ایک کے حاشے کھال کی اور دوسرے کے اون کے تھے، ۶۔طائف کے چمڑے کے چار تکیے جن کے حاشیے اذخر کے تھے، ۷۔اونی پردہ، ۸۔ایک چٹائی، ۹۔ہاتھ کی چکی، ۱۰۔چمڑے کا پیالہ،۱۱۔ کپڑے دھونے کا برتن، ۱۲۔کاسۂ شیر،۱۳۔پانی رکھنے کا ٹب، ۱۴۔ ایک آفتابہ (لوٹا)، ۱۵۔ سبز رنگ کا مٹکا، ۱۶۔دومٹی کے پیالے،۱۷۔چمڑے کا مصلا، ۱۸۔ایک عبا قطرانی ،۱۹۔ پانی کی مشک۔ان لوگوں کا بیان ہے :ہم جہیز کا سب سامان لے کر آئے تو اسے رسول اللہؐ کے سامنے رکھ دیا، جب آپ نے اسے دیکھا تو آپ رو دئے اور آپ کے آنسو جاری ہوگئے پھر آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر یہ دعا فرمائی ''اللھم بارک لقوم جل آنیتھم الخزف[2]'' ''بار الہا !اس قوم کے لئے برکت عطا فرما جن کے اکثر برتن مٹی کے ہیں ''۔

ادھر حضرت علی علیہ السلام نے اپنا گھر درست کیا ،کمرے کے اندر باریک ریت کا فرش بنایا کپڑے لٹکانے کے لئے ایک دیوار سے دوسری دیوار کے درمیان ایک باریک سی لکڑی نصب کردی اور زمین پر ایک گوسفند کی کھال نیز کھجور کی چھال سے بھرا ہوا

[1] کفایۃ الطالب باب ۲۹۸،۷۸؛ و المناقب :۳۵۱،۳؛ کشف الغمہ: ۳۴۹-۳۴۸،۱و ذخائر العقبیٰ:۴۱۔
[2] مناقب ابن شہر آشوب :۳۵۳،۳ و کشف الغمہ :۳۵۹،۱۔

ایک توشک بچھا دیا ۔ ابن یزید مدنی سے منقول ہے کہ جب حضرت علیؑ سے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شادی ہوئی تو اس وقت آپ کے پاس ریت کا فرش، ایک تکیہ، ایک ڈول اور ایک کوزہ تھا[1] ۔

۷۔شادی اور ولیمہ کی تیاری حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں'' : ومکثت بعد ذالک شہراً لا أعاود رسول اللہ (ص) فی فاطمۃ بشیء استحیاء من رسول اللہ (ص) غیر أنّی کنت إذا خلوت برسول اللہ (ص) یقول لی : ((یا علی ما أحسن زوجتک وأجلہا أبشر یا علیّ فقد زوجتک سیدۃ نساء العالمین)) فقال علیّ (ع) :((فلمّا کان بعد شہر دخل علیّ أخی عقیل فقال : یا أخی ما فرحت بشیء کفرحی بتزوجک فاطمۃ بنت محمد (ص) یاأخی فا بالک لا تسأل رسول اللہ (ص) یدخلہا علیک ؟ فتقرّ عینا باجتماع شملکما ''،شرم و حیا کی وجہ سے ایک مہینہ تک میں رسول اللہ سے فاطمہؑ کے بارے میں کوئی بات نہ کرسکا ،البتہ جب کبھی میں رسول اللہؐ کے پاس تنہا ہوتا تھا تو آپ مجھ سے یہ فرماتے تھے : اے علی!تمہیں مبارک ہو، میں نے عالمین کی عورتوں کی سردار خاتون سے تمہاری شادی کی ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت علیؑ کہتے ہیں : جب ایک مہینہ گذر گیا تو میرے بڑے بھائی جناب عقیل میرے پاس آئے اور کہنے لگے اے بھائی مجھے کسی بات کی اتنی خوشی نہیں ہے جتنی فاطمہؑ سے تمہاری شادی کی خوشی ہے ۔ اے بھائی تم رسول اللہ سے ان کی رخصتی کی بات کیوں نہیں کرتے ہو ؟تاکہ تمہاری شادی خانہ آبادی سے ہماری آنکھوں کو بھی ٹھنڈک نصیب ہو سکے ''۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا : ''و اللہ یا أخی إنّی لأحب ذلک وما یمنعنی من مسألتہ إلاّ الحیاء منہ ''خدا کی قسم !اے بھائی میں بھی یہی چاہتا ہوں لیکن میرے لئے حیاء مانع ہے ''، تو انھوں نے کہا تمہیں قسم ہے تم ابھی میرے ساتھ چلو جب ہم اٹھ کر رسول اللہ صلی علیہ اللہ و آلہ وسلم کی خدمت میں جانے لگے تو راستہ میں ام ایمن (رسول اللہ کی کنیز) سے ملاقات ہوگئی، ہم نے ان سے اس کا تذکرہ کیا ، وہ بولیں آپ لوگ رہنے دیں، اور اسے ہمارے اوپر چھوڑ دیں ہم خود رسول اللہ سے بات کرلیں گے، کیونکہ ان معاملات میں عورتوں کی باتوں کا مردوں کے دل پر زیادہ اچھا اثر ہوتا ہے ۔ وہ وہیں سے واپس لوٹ گئیں اور جناب ام سلمہؓ کے پاس پہنچیں

---

[1] فاطمہ زہرا بہجۃ قلب المصطفی ۴۷۷بحوالۂ مناقب احمد بن حنبل ۔

اور انھیں باخبر کیا اور دوسری ازواج کو بھی مطلع کردیا ۔ چنانچہ وہ سب رسول اللہ کے پاس جمع ہوگئیں اور آپ کی طرف امید بھری نگاہیں ڈالیں ۔ چونکہ عام طور سے (ام المومنین)ام سلمہ ہی بات کیا کرتی تھیں ۔انہوں نے سب کی ترجمانی کرتے ہوئے عرض کی ہمارے ماں باپ آپ پر قربان، اے اللہ کے رسول ہم اس وقت آپ کی خدمت میں ایسے کام کے لئے حاضر ہوئی ہیں کہ اگر اس وقت خدیجہ زندہ ہوتیں تو اس سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی، جناب ام سلمہ کہتی ہیں کہ جب ہم نے جناب خدیجہ کا نام لیا تو رسول اللہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ نے فرمایا ''؛ خدیجۃ وأین مثل خدیجۃ ؟ صدقتنی حینا کذبنی الناس ووازرتنی علیٰ دین اللہ وأعاننی علیہ بمالہا ''۔خدیجہ ؟ خدیجہ کے برابر کون ہوسکتا ہے ؟انھوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے اور انھوں نے دین خدا میں میرا بوجھ بٹایا اور اپنے مال سے اس کے لئے میری مدد کی ۔

ام سلمہ کہتی ہیں : ہم نے عرض کی ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوآپ خدیجہ کا جس طرح تذکرہ کرتے ہیں واقعاً وہ ایسی ہی تھیں، بہر حال اب وہ اللہ کو پیاری ہوچکی ہیں، خدا اسے ان کے لئے مبارک قرار دے اور ہمیں ان کے ساتھ اپنی جنت میں اپنی رضوان (مرضی)اور رحمت کے زیر سایہ ایک ساتھ جمع کرے ، دین میں آپ کے بھائی، خاندانی اعتبار سے آپ کے چچا کے بیٹے علی بن ابی طالب ـکی یہ خواہش ہے کہ وہ فاطمہ زہرؑاکو رخصت کرکے اپنے گھرلے جائیں تاکہ ان کے ساتھ مل کر اپنا گھر بسا سکیں تو آپ نے فرمایا : ''یاام سلمۃ فا بال علیّ لایسأ لنی ذلک ؟''اے ام سلمہ کیا وجہ ہے کہ علیؑنے مجھ سے یہ تذکرہ نہیں کیا ؟تو میں نے عرض کی : اے رسول اللہ !انھیں آپ سے حیاء آتی ہے ام ایمن کہتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھ سے کہا : علیؑ کے پاس جاؤ اور ان کو میرے پاس بلاکر لاؤ میں رسولؐ اللہ کے پاس سے باہر آئی تو جیسے علیؑ میرا انتظار کر رہے تھے تاکہ وہ مجھ سے رسولؐ اللہ کا جواب معلوم کرسکیں، جب انھوں نے دیکھا توپوچھا : اے ام ایمن بالآخر کیا ہوا ؟ میں نے کہا ، رسول اللہؐ کے پاس چلو ! حضرت علیؑ کہتے ہیں : ''فدخلت وقمن أزواجہ فدخلن البیت وجلست بین یدیہ مطرقاً نحوالأرض حیاءً منہ'' فقال (ص)'' أتحب أن تدخل علیک زوجتک؟ فقلت وأنا مطرق : نعم ،فداک أبی وامی ''،جب میں رسول اللہ کے پاس پہنچا تو ازواج اٹھ کر حجرے میں چلی گئیں اور میں

شرم و حیا میں ڈوبا ہوا اور زمین پر نظریں جمائے آپ کے سامنے جا کر بیٹھ گیا ،آپ نے کہا کیا تم اپنی شریکۂ حیات کو اپنے گھر رخصت کر کے لے جانا چاہتے ہو، میں نے زمین پر نگاہیں جمائے ہوئے کہا '' جی ہاں ، میرے ماں باپ آپ پر قربان'' آپ نے فرمایا : ''نعم و کرامة، یا علیّ، أدخلها علیک فی لیلتنا ہذہ أو فی لیلة غد إن شاء اللّٰہ '''' ہاں کیا بہتر ،اے علی آج رات یا کل رات انھیں رخصت کر کے اپنے گھر لے جانا انشاء اللہ '' پھر رسول اللہ اپنی ازواج کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا وہاں کون ہے ؟تو ام سلمہ بولیں میں ام سلمہ ، اور یہ زینب اور فلاں فلاں ہیں ، تو آنحضرتؐ نے فرمایا : ''ہیئوا لابنتی و ابن عمی فی حجری بیتاً '' میری بیٹی اور میرے ابن عم کے لئے میرے برابر میں ایک حجرہ میں انتظام کرو تو ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ یعنی آپ کے حجرہ میں ؟آپ نے فرمایا :تم اپنے حجرہ میں ، اور اپنی ازواج کو حکم دیا کہ فاطمہؑ کی شان کے مطابق ان کی زینت کریں ۔ ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے فاطمہؑ سے پوچھا کیا تمہارے پاس اپنے لئے کوئی عطر وغیرہ ہے ؟انھوں نے جواب دیا :ہاں، پھر وہ ایک شیشی لے کر آئیں اور اس سے کچھ میری ہتھیلی پر چھڑک دیا جب میں نے اسے سونگھا تو ، میں نے کبھی ایسی خوشبو نہیں سونگھی تھی ، میں نے کہا یہ کیا ہے ؟ انھوں نے جواب دیا : 'کان دحیة الکلبی یدخل علی رسول اللّٰہ (ص)فیقول لی (ص) : یا فاطمة ہات الوسادة فاطرحیہا لعمّک ، فأطرح لہ الوسادة فیجلس علیہا، فإذا نہض سقط من بین ثیابہ شیء فیأمرنی بجمعہ [فسأل علیّ (ع) رسول اللّٰہ (ص) عن ذلک فقال (ص) : ہو عنبر یسقط من أجنحة جبرئیل '' ۔ جب دحیۂ کلبی رسول اللہ کی خدمت میں آتے تھے تو آپ فرماتے تھے اے فاطمہؑ اپنے چچا کے لئے تکیہ لے آؤ ، اور ان کے لئے تکیہ لگادو تاکہ وہ اس پر بیٹھ جائیں ، جب وہ اٹھ کر جاتے تھے تو ان کے کپڑوں سے کچھ ذرات جھڑ جاتے تھے ، تو آنحضرتؐ مجھے اس کو اکٹھا کرنے کے لئے کہتے تھے ، (ایک دن حضرت علیؑ نے رسول اللہؐ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا : یہ وہ عنبر ہے جو جبرئیل کے پروں سے گرتا تھا)رسول اللہؐ نے فرمایا: ''یا علی، لا بدّ للعرس من ولیمة''اے علیؑ شادی کا ولیمہ ضروری ہے ۔تو سعد بولے ، میرے پاس ایک دنبہ ہے ، کچھ انصار نے چند کلو مکئی کا آٹا اکٹھا کرلیا اور رسولؐ اللہ نے ام سلمہ کے پاس جو دس درہم رکھوا رکھے تھے وہ ان سے لے کر مجھے دیتے ہوئے یہ فرمایا : ''اشتر سمناً و تمراً و إقطاً

''اس کا گھی، کھجور، اور مکھن خرید لاؤ، میں خرید کر لایا اور رسول اللہؐ کے سامنے پیش کردیا آپ نے اپنی آستینیں الٹیں اور پوست کا ایک دسترخوان منگایا اور کھجوروں کو توڑ توڑ کراسے گھی اور مکھن کے ساتھ ملا کر رگڑنا شروع کردیا جس سے حیس نامی غذا تیار ہوگئی پھر آپؐ نے کہا: ''یا علی اُدعُ من أحببت'' ''تم جسے بلانا چاہتے ہو اسے دعوت دیدو''۔

میں مسجد میں پہنچا مسجد صحابہ سے چھلک رہی تھی ،مجھے اس بات میں شرم محسوس ہوئی کہ بعض لوگوں کو دعوت دوں اور دوسروں کو چھوڑ دوں، بالآخر میں وہاں موجود بلندی پر چڑھ گیا اور میں نے بلند آواز میں یہ اعلان کردیا آپ حضرات؛ فاطمہؑ کے ولیمہ کے لئے تشریف لے چلیں،چنانچہ لوگ ٹولیوں کی شکل میں اُدھر چل پڑے، تو مجھے لوگوں کی کثرت اور کھانے کی قلت کی وجہ سے شرم آنے لگی، رسول اللہ کو میری پریشانی کا اندازہ ہوگیا، تو آپ نے فرمایا: ''یا عليّ إنّي سأدعوالله بالبرکة، فجلّل السفرة بمنديل، و قال: أدخل عليّ عشرة بعد عشرة ففعلت، و جعلوا يأکلون و يخرجون لاينقص الطعام''.اے علیؑ!میں ابھی اللہ تعالی سے برکت کی دعا کروں گا پھر آپ نے ایک بڑا رومال بچھا کر دسترخوان لگا دیا اور کہا، تم میرے پاس دس دس آدمیوں کو بھیجتے رہنا، چنانچہ میں ایسا ہی کرتا رہا اور وہ لوگ کھاتے رہے اور باہر نکلتے رہے مگر کھانا کم نہیں پڑا ،اور نبی کریمؐ خود اپنے ہاتھ سے کھانا اتار اتار کر دے رہے تھے اور حضرت عباس، حضرت حمزہ اور حضرت علیؑ اور حضرت عقیل مہمانوں کا استقبال کر رہے تھے، حضرت علیؑ کا بیان ہے: ''فأکل القوم عن آخرهم طعامي و شربوا شرابي، و دعوا لي بالبرکة و صدروا و هم أکثر من أربعة آلاف رجل''.تمام کے تمام لوگوں نے کھانا کھالیا اور دودھ پی لیا اور میرے لئے برکت کی دعا کرتے ہوئے رخصت ہوگئے ان کی تعداد چار ہزار سے زیادہ تھی ۔ پھر رسول اللہؐ نے بڑے پیالے منگوائے اور انھیں بھر کر ازواج کے حجروں میں بھیج دیا اور پھر ایک پیالہ لے کر اس میں کھانا رکھ دیا اور فرمایا: ''هذه لفاطمة و بعلها''. ''یہ فاطمہ اور ان کے شوہر کے لئے ہے[1]''

[1] بحار الانوار ۴۳،۱۰۶، ۱۱۴، ۱۳۷،۱۳۲۔

۸۔ شب عروسی کے تقریبات جب سورج ڈوبنے لگا تو رسول اللہؐ نے فرمایا : ''یا امّ سلمۃ ھلمّی فاطمۃ'' اے ام سلمہ فاطمہ کو حاضر کرو، وہ گئیں اور انھیں لے کر آئیں آپ کی ردا زمین پر خط دے رہی تھی اور آپ رسولؐ اللہ سے شرم و حیاء کی بنا پر پسینہ میں غرق تھیں جس سے آپ کا پیر لڑکھڑا گیا تو رسول اللہ نے فرمایا : ''أقالک اللہ العثرۃ فی الدنیا و الآخرۃ '' خداوند عالم دنیا و آخرت میں تمہیں ہر لغزش سے محفوظ رکھے ۔ جب آپ آنحضرتؐ کے سامنے آکر کھڑی ہوئیں تو انہوں نے آپ کے رخ انور سے ردا ہٹا دی یہاں تک کہ حضرت علیؑ نے اس کا مشاہدہ کرلیا ۔

نبی کریمؐ نے انصار و مہاجرین اور جناب عبد المطلب کے گھروں کی عورتوں کو یہ حکم دیا کے وہ فاطمہؑ کے ساتھ چلیں، اور خوشی منائیں (اشعار)ترانے پڑھیں اور حمد و تکبیر کہتی رہیں اور کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالیں جس سے خدا راضی نہ ہو جناب جابر کہتے ہیں کہ پھر آپ نے ان کو شہبا (اپنے ناقہ یا خچر)پر سوار کیا جناب سلمان اس کی مہار یا لگام تھامے ہوئے تھے ستر ہزار حوریں آپ کا حلقہ کئے ہوئے تھیں اور پیغمبر اکرمؐ حمزہ، عقیل، جعفر اور بنی ہاشم ان کے پیچھے اپنی تلواریں نکالے ہوئے چل رہے تھے اور ازواج نبی آگے آگے اشعار پڑھتی جا رہی تھیں ۔ عورتیں ہر رجز (ترانہ) کے پہلے شعر کو ترنم کے ساتھ پڑھتی تھیں اور اس کے آخر میں تکبیر کہتی تھیں بالآخر وہ سب گھر کے اندر پہونچ گئیں پھر رسول اللہؐ مولائے کائناتؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو بلایا اور پھر جناب فاطمہؑ کو بلایا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اسے حضرت علیؑ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا : ''بارک اللہ فی ابنۃ رسول اللہ، یا علی نعم الزوج فاطمۃ، و یا فاطمۃ نعم البعل علیّ'' اے علیؑ! اللہ تمہیں رسولؐ اللہ کی بیٹی مبارک کرے اے علیؑ! فاطمہؑ بہترین بیوی ہیں اور اے فاطمہؑ! علیؑ بہترین شوہر ہیں ۔

پھر فرمایا : ''یا علیّ ہذہ فاطمۃ ودیعۃ اللہ و ودیعۃ رسولہ عندک، فاحفظ اللہ و احفظنی فی ودیعتی'' اے علیؑ! یہ فاطمہؑ تمہارے پاس اللہ اور اس کے رسولؐ کی امانت ہے لہٰذا میری امانت میں اللہ اور میرا خیال رکھنا (حفاظت کرنا) شجرہ طوبی ۲۵۴۔ پھر آپ نے یہ دعا فرمائی : ''اللّھم اجمع شملھما، و ألّف بین قلبیھما، و اجعلھما و ذریتھما من ورثۃ جنۃ النعیم، و ارزقھا ذریۃ طاہرۃ طیبۃ مبارکۃ، و اجعل فی ذرّیتھما البرکۃ، و اجعلھم

أئمة یهدون بأمرک إلی طاعتک و یأمرون بما رضیت '' بار الٰہا !ان دونوں کے دلوں میں الفت ڈال دے اور ان دونوں کو اور ان کی نسل کو جنت نعیم کے وارثین میں قرار دے اور انھیں طیب و طاہر اور مبارک نسل عطا فرما ۔ ان کی نسل میں برکت عنایت فرما اور انھیں ایسا امام قرار دینا جو تیرے حکم کے مطابق تیری طرف ہدایت دینے والے ہوں ۔

پھر آپ نے فرمایا : اب تم لوگ اپنے حجرے میں جاؤ اور جب تک میں نہ آجاؤں میرا انتظار کرتے رہنا ۔ حضرت علیؑ کہتے ہیں : ''فأخذت بید فاطمة و انطلقت بها حتی جلست فی جانب الصفة و جلست فی جانبها و هی مطرقة إلی الأرض حیاء منّی و أنا مطرق إلی الأرض حیاء منها ''میں فاطمہؑ کا ہاتھ پکڑ کر انھیں لے کر چلا یہاں تک کہ وہ حجرہ کے ایک گوشے میں بیٹھ گئیں اور میں دوسرے گوشے میں بیٹھ گیا وہ مجھ سے شرم کی وجہ سے زمین پر نگاہیں گاڑے ہوئے تھیں اور میں ان سے شرم و حیاء کی وجہ سے زمین کی طرف دیکھ رہا تھا ۔ابھی کچھ دیر نہ گذری تھی کہ رسولؐ اللہ اندر تشریف لائے آپ کے ہاتھ میں چراغ تھا آپ نے اسے کمرہ کے ایک گوشہ میں رکھ دیا پھر فرمایا : ''یا علیّ خذ فی ذلک القعب ماء من تلک الشکوة ، ففعلت ثم أتیته به فتفل فیه تفلات، ثم ناولنی القعب و قال : اشرب منه ، فشربت ثم رددته إلی رسول اللّه (ص) فناوله فاطمة و قال : اشربی حبیبتی فشربت منه ثلاث جرعات ثم ردّته إلیه، فأخذ ما بقی من الماء فنضحه علی صدری و صدرها و قال: إنّما یرید اللّه لیذهب عنکم الرجس أهل البیت و یطهّرکم تطهیراً ، ثم رفع یدیه و قال: یا رب إنّک لم تبعث نبیّاً إلّا و قد جعلت له عترة ، اللهمّ فاجعل عترتی الهادیة من علیّ و فاطمة، ثم خرج من عندهما فأخذ بعضادتی الباب و قال : طهّرکما اللّه و طهّر نسلکما، أنا سلم لمن سالمکم و حرب لمن حاربکم ،أستودعکما اللّه و أستخلفه علیکما '''' اے علیؑ !اُس مٹکے سے اِس پیالے میں پانی لے آؤ ،میں گیا اور پانی لاکر آپ کو دے دیا آپ نے اس میں چند بار اپنا لعاب دہن ملایا اور فرمایا اس کو پیو تو میں نے پی کر اسے رسولؐ اللہ کو واپس کردیا پھر آپ نے اسے فاطمہؑ کے حوالہ کرتے ہوئے کہا اے میری پیاری بیٹی تم بھی پی لو ،چنانچہ انھوں نے اس میں سے تین گھونٹ پی کر آنحضرت کو پیالہ واپس کردیا آپ نے باقی پانی لے کر کچھ میرے سینہ کے اوپر چھڑکا اور کچھ فاطمہؑ کے سینہ پر چھڑک دیا اور فرمایا : بیشک اے اہل بیت !اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ تم سے ہر رجس کو دور رکھے اور تمہیں پاک و پاکیزہ رکھے، پھر آپ نے

اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور یہ دعا فرمائی: بار الٰہا !تو نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر یہ کہ اس کے لئے عترت قرار دی ہے لہٰذا بارالٰہا : میری عترت جو ہدایت دہندہ ہے اسے علیؑ و فاطمہؑ کی نسل سے قرار دینا پھر آپ ان کے پاس سے باہر تشریف لے آئے اور انھیں یہ دعا دی :اللہ تم دونوں اور تمہاری نسل کو پاک و پاکیزہ قرار دے ،جو تم سے مسالمت رکھے میں اس کے لئے سراپا سلامتی اور جو تم سے جنگ کرے اس کے لئے سراپا جنگ ہوں میں تم دونوں کو اللہ تعالی کے حوالہ کرتا ہوں اور اسی کو تمہارا سرپرست قرار دیتا ہوں'' ۔

پھر آپ نے دروازہ بند کر دیا اور عورتوں کو بھی حکم دیا تو وہ سب بھی باہر نکل گئیں ۔ جب آپ باہر نکلنے لگے تو آپ کی نظر ایک خاتون پر پڑی ،آپ نے ان سے پوچھا تم کون ہو ؟ انھوں نے عرض کی: اسماء آپ نے فرمایا : کیا میں نے تمہیں باہر نکلنے کا حکم نہیں دیا تھا ؟ اسماء بولیں جی ہاں یا رسولؐ اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان :میں آپ کی مخالفت نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن میں نے خدیجہ سے ایک عہد کیا تھا کہ جب خدیجہ کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو وہ رونے لگیں، میں نے ان سے کہا ،آپ کیوں رو رہی ہیں جب کہ آپ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں ؟ آپ تو نبی کریم کی زوجہ ہیں اور انہوں نے اپنی زبان مبارک سے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے ؟ انھوں نے کہا میں اس لئے نہیں رو رہی ہوں : بلکہ شادی کی رات ہر دلہن کو ایک عورت کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ اس سے اپنے راز بیان کر سکے اور اپنے ضروری کاموں میں اس سے مدد لے سکے جب کہ فاطمہؑ ابھی کمسن اور بچی ہے ، مجھے اس بات کا خوف لاحق ہے کہ کہیں کوئی اُس وقت ان کی ذمہ داری اپنے اوپر قبول کرنے والا نہ ہو ۔ تو میں نے کہا تھا : میں آپ کے سامنے خدا سے یہ عہد کرتی ہوں کہ اگر میں اس وقت تک باقی رہی تو آپ کی طرف سے یہ ذمہ داری ادا کروں گی، یہ سن کر رسولؐ اللہ رودئے اور فرمایا '' اللہ کی قسم! کیا تم اسی لئے رکی ہو؟ '' میں نے عرض کی: جی ہاں: خدا کی قسم، تو آپؐ نے میرے لئے دعا فرمائی[1] ۔

---

[1] بعض روایات میں جناب فاطمہؑ کی شادی کے موقع پر جناب اسماء کی موجودگی کا تذکرہ ہے جب کہ جناب اسماء اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئی تھیں اور فتح خیبر سے پہلے واپس نہیں آئی تھیں لہٰذا اس شادی میں شریک نہیں تھیں بلکہ شائد وہ ان کی بہن

۹۔ عروسی کی صبح پیغمبر اکرمؐ اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ملاقات صبح عروسی، پیغمبر اکرم ہاتھ میں دودھ کا ایک پیالہ لئے ہوئے جناب فاطمہؑ کے پاس پہنچے اور آپ سے فرمایا: ''اشربی فداک أبوک'' ''ثم قال لعلیّ (ع): ''اشرب فداک ابن عمّک''.''کیف وجدت أہلک؟ قال (ع): نعم العون علی طاعة اللہ''. وسأل فاطمة فقالت: ''خیر بعل''. اے پی لو تم پر تمہارا باپ قربان ہو، پھر حضرت علیؑ سے فرمایا نوش فرماؤ تم پر تمہارا ابن عم قربان ہو[1]۔ پھر حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا: تم نے اپنی بیوی کو کیسا پایا؟ تو آپ نے کہا: اطاعت الٰہی میں بہترین مددگار'' اور جب جناب فاطمہؑ سے سوال فرمایا: تو آپ نے کہا بہترین شوہر[2]۔ حضرت علی علیہ السلام کہتے ہیں: ''ومکث رسول اللہ (ص) بعد ذلک ثلاثاً لا یدخل علینا، فلمّا کان فی صبیحة الیوم الرابع جاءنا (ص) لیدخل علینا...'' اس کے بعد تین دن تک رسول اللہ ہمارے یہاں تشریف نہیں لائے بلکہ چوتھے دن صبح ہمارے پاس آئے ...جب آپ ان دونوں کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے حضرت علیؑ سے باہر جانے کے لئے کہا اور اپنی بیٹی جناب فاطمہؑ سے تنہائی میں یہ پوچھا: ''کیف أنت یا بنیة؟ وکیف رأیت زوجکِ؟ اے بیٹی! تمہارا مزاج کیسا ہے؟

اور تم نے اپنے شوہر کو کیسا پایا؟ آپ نے عرض کی: ''یا أبہ خیر زوج، إلاّ أنّہ دخل علیّ نساء من قریش و قلن لی زوّجکِ رسول اللہ من فقیر لا مال لہ'' اے بابا یقیناً بہترین شوہر ہیں البتہ میرے پاس قریش کی کچھ عورتیں آئی تھیں اور مجھ سے یہ کہہ رہی تھیں کہ رسول اللہ نے تمہاری شادی ایک فقیر کے ساتھ کردی ہے جس کے پاس کسی طرح کی دولت نہیں ہے، تو آنحضرت نے فرمایا: ''یا بنیة ما أبوکِ و لا بعلکِ بفقیر، و لقد عرضت علیّ خزائن الأرض، فاخترت ما عند ربی، واللہ یا بنیة ما ألوتکِ نصحاً أن زوّجتکِ اقدمہم سلماً وأکثرہم علماً و أعظمہم حلماً''''یا بنیة إن اللہ عزوجل اطلع إلی الأرض فاختار من أہلہا رجلین فجعل أحدہما أباکِ و الآخر بعلکِ، یا بنیة نعم الزوج زوجکِ، لا تعصی لہ أمراً.'' اے بیٹی نہ تمہارا بابا فقیر ہے اور نہ تمہارا شوہر فقیر ہے، بلکہ میرے سامنے تو زمین کے خزانے پیش کئے

اور جناب حمزہ کی زوجہ (سلمیٰ بنت عمیس)تھیں اور چونکہ اسماء اپنی تمام بہنوں میں سب سے زیادہ مشہور تھیں لہٰذا یہ روایت ان کے نام سے نقل ہوئی ہے یا ایک راوی نے غلطی سے ان کا نام نقل کردیا اور دوسرے راوی اس کونقل کرتے چلے گئے ۔ کشف الغمہ :۳۶۸،۱۔ایک احتمال یہ بھی ہے کہ درمیان میں ان کی آمد و رفت رہی ہو اور حبشہ سے مستقل واپسی فتح خیبر کے بعد ہی ہوئی ہو ۔ (نقوش عصمت ، علامہ ذیشان حیدر جوادی)۔

[1] کشف الغمہ :۳۶۸،۱۔

[2] بحار الانوار :۱۱۷،۴۳۔

گئے تھے، مگر میں نے اس کا انتخاب کیا جو میرے پروردگار کے پاس ہے، خدا کی قسم اے میری بیٹی میں نے تمہاری نصیحت اور خیر خواہی میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے میں نے تمہاری شادی اس کے ساتھ کی ہے جو تمام لوگوں میں سب سے پہلا مسلمان، ان میں سب سے بڑا عالم نیز ان سب سے زیادہ حلیم و بردبار ہے ۔ اے میری بیٹی، خداوند عالم نے جب زمین کے اوپر نظر کی تو اس سے دو مردوں کو منتخب کیا ان میں سے ایک کو تمہارا باپ اور دوسرے کو تمہارا شوہر قرار دیا، اے بیٹی تمہارا شوہر بہترین شوہر ہے، لہٰذا کسی بات میں ان کی مخالفت اور نافرمانی مت کرنا ۔ پھر رسول اللہ نے حضرت علیؑ کو "یا علیؑ" کہہ کر آواز دی: "لبیک یا رسول اللہ" قال: اُدخل بیتک و الطف بزوجتک و ارفق بھا، فإن فاطمۃ بضعۃ منّی، یؤلمنی ما یؤلمھا و یسّرنی ما یسرّھا، أستودعکما اللہ و أستخلفہ علیکم"۔ آپ نے کہا میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا: اپنے حجرہ کے اندر آجاؤ اپنی شریکۂ حیات سے لطف و محبت اور نرمی سے پیش آنا کیونکہ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے، جس چیز سے اسے اذیت ہوتی ہے اس سے مجھے بھی تکلیف پہنچتی ہے، جس سے اسے خوشی ہوتی ہے وہی چیز مجھے بھی خوش کرتی ہے، میں تم دونوں کو اللہ تعالی کے حوالہ کرتا ہوں اور اسی کو تمہارا پشت پناہ قرار دیتا ہوں[۱]۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ نے اپنی بیٹی کی شادی کرنے کے بعد ان سے فرمایا: "زوّجتک سیّداً فی الدنیا و الآخرۃ، وإنّہ أوّل أصحابی إسلاماً و أکثرھم علماً و أعظمھم حلماً" "میں نے تمہاری شادی اس سے کی ہے جو دنیا و آخرت میں سید و سردار ہے وہ میرا سب سے پہلا مسلمان صحابی ہے اور تمام مسلمانوں سے بڑا عالم اور ان کے درمیان سب سے زیادہ بردبار ہے[۲]۔

۱۰۔ شادی کی تاریخ: اہل بیت علیہم السلام سے مروی تمام روایات میں یہ صراحت موجود ہے کہ آپ کی شادی معرکہ بدر سے مسلمانوں کی فاتحانہ واپسی کے بعد ہوئی ہے[۳]۔ امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے: "تزوّج علی فاطمۃ (ع) فی شھر رمضان و بنی بھا فی ذی الحجۃ من العام نفسہ بعد معرکۃ بدر"۔ "حضرت علی علیہ السلام نے ماہ رمضان میں جناب فاطمہؑ سے نکاح فرمایا اور اسی سال جنگ بدر سے واپسی کے بعد ذی الحجہ میں ان کی رخصتی ہوئی (انہوں نے اپنا گھر بسایا)۔ یہ بھی روایت ہے کہ ۳ھ میں معرکۂ بدر سے

---

[۱] بحار الانوار :۴۳،۱۳۲۔
[۲] بحار الانوار :۴۳،۱۳۳؛ کنز العمال :۱۱،ح۳۲۹۲۶؛ مسند امام احمد :۵،۲۶؛ مختصر تاریخ دمشق ۱۷،۳۳۷۔
[۳] کشف الغمہ : ۱،۳۶۴؛ بحار :۴۳، ۱۳۴۔

واپسی اور شوال کے کچھ دن گذرنے کے بعد حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ کی شادی ہوئی[۱]۔ ایک روایت میں ہے کہ پہلی ذی الحجہ ۲ھ سـ۔ء کو رسول اللہ نے جناب فاطمہؑ سے حضرت علیؑ کی شادی کی تھی[۲]۔ حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ کی شادی کے امتیازات حضرت فاطمہؑ کی شادی میں مندرجہ ذیل امتیازات پائے جاتے ہیں: ۱۔ یہ شادی زمین پر منعقد ہونے سے پہلے، حکم الٰہی سے آسمان پر منعقد ہوئی اس سلسلہ میں ہمارے لئے حضرت عمر کی یہی ایک روایت کافی ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب جبرئیل نازل ہوئے اور انہوں نے کہا: ''یا محمد إن اللہ یأمرک أن تزوج فاطمۃ ابنتک من علیّ'' ''اے محمد! اللہ تعالی نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ اپنی بیٹی فاطمہؑ کی شادی علی کے ساتھ کر دیجئے[۳]۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اکرمؐ کی نسل کو صرف اسی مبارک شادی اور انھیں دونوں پاک و پاکیزہ شوہر اور بیوی (ہمسروں) کے ذریعہ پھیلایا اس سلسلہ میں بھی حضرت عمر یہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''کلّ نسب و سبب ینقطع یوم القیامۃ ما خلا سببی و نسبی، و کلّ بنی انثی فعصبتھم لأبیھم ما خلا ولد فاطمۃ، فإنّی أبوھم أنا عصبتھم'' ''روز قیامت ہر نسب اور رشتہ داری ختم ہوجائے گی سوائے میرے نسب اور میری رشتہ داری کے اور تمام بنی آدم کا شجرہ ان کے باپ سے چلتا ہے سوا فاطمہؑ کی اولاد کے، کیونکہ بیشک میں ان کا باپ ہوں اور ان کا سلسلۂ نسب مجھ سے شروع ہوتا ہے[۴]''۔

۳۔ شہزادی کائنات رسول اکرم کی اکلوتی بیٹی تھیں اور آپ کی کوئی دوسری حقیقی بہن نہیں تھی، اگرچہ جناب زینب و رقیہ اور ام کلثوم کے بارے میں یہ مشہور ضرور ہے کہ یہ رسول اللہ کی بیٹیاں تھیں مگر صحیح یہی ہے کہ یہ سب جناب خدیجہ کی بہن جناب ہالہ کی

---

[۱] امالی طوسی ۴۳ مجلس ۲ح۴۷۔
[۲] مصباح المتہجد (طوسی)۶۱۳۔
[۳] ذخائر العقبیٰ ۴۱، شرح نہج البلاغہ :۹،۱۹۳۔
[۴] کنز العمال :۱۳،۳۷۵۸۶؛ شرح نہج : ۱۲،۱۰۶۔

بیٹیاں تھیں اور جب رسول اکرم سے جناب خدیجہ کی شادی ہوئی تو یہ بھی ان کے ساتھ پیغمبر اکرم کے گھر میں رہنے لگی تھیں مختصر یہ کہ اس تاریخی تحقیق کے مطابق ان سب کا دختر پیغمبر ہونا ثابت نہیں ہے[1]۔

شادی سے لے کر وفات پیغمبرؐ تک

۱۔ شوہر نامدار کے گھر میں جب حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ کی شادی ہوگئی تو حضور اکرم نے حضرت علیؑ سے فرمایا: ''اطلب منزلاً ''ایک گھر تلاش کرو، تو حضرت علیؑ نے رسول اللہؐ کے گھر سے ذرا فاصلہ پر ایک جگہ تلاش کی اور وہاں اپنا گھر تعمیر کرلیا۔ تو پیغمبر اکرمؐ ایک دن اپنی بیٹی کے گھر تشریف لائے اور ان سے فرمایا: ''إنّی ارید أن احوّلک إلیّ''میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنے نزدیک منتقل کرلوں، تو آپ نے رسول اللہ سے عرض کی: ''فکلّم حارثۃبن النعمان أن یتحوّل عنّی ''آپ حارثہ بن نعمان سے بات کرلیں تاکہ وہ ہم سے اپنا گھر تبدیل کرلیں تو رسول اللہ نے فرمایا: ''قد تحوّل حارثۃ عنّا حتٰی قد استحییت منہ'' حارثہ سے ہم پہلے ہی اپنی جگہ تبدیل کرچکے ہیں لہٰذا اب مجھے ان سے شرم آئے گی، ادھر یہ خبر اڑتی اڑتی حارثہ تک پہنچ گئی وہ نبیؐ اکرم کے پاس آئے اور عرض کی: یا رسولؐ اللہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ فاطمہؑ کو اپنے پاس منتقل کرنا چاہتے ہیں اس کے لئے آپ کی خدمت میں میرے یہ گھر حاضر ہیں جو بنی نجار کے گھروں میں آپ کے گھر سے سب سے زیادہ نزدیک ہیں اور میرا مال سب کچھ اللہ اور اس کے رسولؐ! بخدا جو مال آپ مجھ سے لیں گے وہ مجھے اس مال سے زیادہ پیارا ہے جسے آپ میرے لیے چھوڑ دیں گے تو رسولؐ اللہ نے فرمایا: ''صدقت، بارک اللہ علیک''،تم صحیح کہہ رہے ہو اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عنایت فرمائے۔ تو رسول اللہ نے جناب فاطمہؑ کو جناب حارثہ کے گھر میں منتقل کرادیا۔

جناب فاطمہؑ اپنے بابا کے گھر سے اپنے شوہر گرامی کے گھر میں منتقل ہوئیں یا یہ کہا جائے کہ آپ نبوت و رسالت کے گھر سے امامت و ولایت کے گھر تشریف لے آئیں آپ کی زندگی سراسر قداست و پاکیزگی کا پیکر اور اس میں ہر طرف عظمت، زہد اور

[1] امام علی سیرت و تاریخ ص۲۷؛ شیخ محمد حسن آل یٰسین ؛ استغاثہ قاسم کوفی ص۸۰-۸۲۔

سکون حیات کی جلوہ نمائی تھی ،آپ اپنے شوہر نامدار کے دین اور آخرت میں ان کی معاون و مددگار دکھائی دیتی ہیں ۔ حضرت علیؑ جناب فاطمہؑ کا احترام ہمیشہ ان کے شایان شان انداز سے کیا کرتے تھے ،اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ آپ کی شریکۂ حیات تھیں بلکہ اس لئے کہ وہ پوری کائنات میں رسولؐ اللہ کی سب سے زیادہ چہیتی ،عالمین کی عورتوں کی سرور و سردار تھیں اور ان کا نور رسولؐ اللہ کے نور کا حصہ تھا نیز یہ کہ آپ مجموعۂ فضائل و کمالات تھیں ۔

حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ ، حارثہ بن نعمان کے گھر میں کتنے دن تک مقیم رہے تاریخ میں اس کی کوئی حتمی مدت نہیں لکھی ہے البتہ اتنا ضرور ہے کہ جب رسول اللہؐ نے اپنی مسجد سے ملا کر آپ کا گھر بنوا دیا ،اور ازواج نبی کے حجروں کی طرح اس کا دروازہ بھی مسجد نبوی کے اندر کی طرف کھول دیا تو جناب فاطمہؑ اپنے اس نئے گھر میں منتقل ہوگئیں جو اللہ اور رسولؐ اللہ کے گھر کے پڑوس میں اور ان سے بالکل ملا ہوا تھا ۔ یقیناً ایسا ہرگز نہیں تھا کہ رسولؐ اللہ اس گلدستۂ نبوت کو یونہی چھوڑ دیتے اور اس کی دیکھ بھال نہ کرتے اور اس کا خیال نہ رکھتے، بلکہ ان دونوں حضرات نے ہمیشہ رسولؐ اللہ کے زیر سایہ بلکہ آپ کے آنگن میں ہی زندگی کی بہاریں دیکھی ہیں ،بلکہ آنحضرتؐ نے تو جناب فاطمہؑ کو ان کی شادی کے بعد بھی اس درجہ اپنی شفقت و محبت اور نصیحت سے نوازا کہ کسی اور پر آپ کی ایسی عنایتیں نہ تھیں آپ کے بابا نے آپ کو زندگی کے معنی سمجھائے اور آپ کو یہ تعلیم دی کہ انسانیت ہی زندگی کا جوہر ہے اور ازدواجی زندگی کی بنیادیں مال و دولت ،جواہرات و محلات اور فضول رسم و رواج کے بجائے ہمیشہ اخلاقیات اور اسلامی اقدار پر قائم ہوتی ہیں ۔

اپنے شوہر نامدار کے ساتھ جناب فاطمہؑ نہایت سکون و اطمینان اور خوشی و مسرت کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگیں ، سادگی آپ سے کبھی جدا نہیں ہوئی اور آپ کا گھر ہمیشہ سادہ زیستی کا نمونہ بنا رہا ، واقعاً آپ ایک مثالی بیوی ہیں ، حضرت علیؑ کی زوجہ جو مسلمانوں کے سورما ، رسول اکرم کے وزیر ،آپؐ کے سب سے پہلے مشاور اور فتح و جہاد کے علم بردار تھے اسی اعتبار سے آپ کی ذمہ داریاں بھی بے حد اہم تھیں چنانچہ آپؑ نے حضرت علیؑ کے لئے بالکل اسی کردار کا مظاہرہ کیا جو کردار جناب خدیجہ نے رسول اکرمؐ کے

لئے پیش کیا تھا یعنی آپ نے ان کے ساتھ جہاد میں شرکت فرمائی، زندگی کی دشواریوں اور تبلیغی مشکلات میں صبر و ہمت سے کام لیا یقیناً یہ آپ کی قربانیوں کا ہی صلہ تھا جس کی بنا پر اللہ تعالی نے آپ کو منتخب فرمایا تھا اور بیشک آپ کے انھیں اہم کارناموں کی وجہ سے اس نے آپ کا انتخاب فرمایا تھا اورآپ ایک مسلمان نمونۂ عمل عورت کے طور پر تمام مردوں اور عورتوں کے لئے بہترین اسوہ اور نمونہ ہیں ۔

الف۔ خانگی ذمہ داریاں اور پر مشقت زندگی دنیا کا وہ تنہا گھر جس کی چار دیواری کے اندر پاک و پاکیزہ اور ہر طرح کی برائیوں سے دور، تمام انسانی فضائل و کمالات اور اسلامی اخلاق کے پیکر ،دو معصوم زوجہ و شوہر ایک ساتھ زندگی گذار رہے تھے وہ صرف حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ کا گھر تھا ۔ حضرت علیؑ اسلام میں مرد کامل ہونے کا نمونہ اور جناب فاطمہ زہراءؑ اسلام میں زن کاملہ ہونے کا نمونہ ہیں جو دونوں ہی رسول اکرم کے سایہ میں پروان چڑھے اور آپ ہی نے ان دونوں کو علم کے ساتھ دوسرے فضائل و کمالات کی غذا مرحمت فرمائی ان کے باشعور کان بچپنے سے ہی قرآن مجید سے مانوس تھے ،کیونکہ رات دن بلکہ ہر لمحہ رسول اکرمؐ کی تلاوت کی شیریں آواز ان کے کانوں میں رس گھولتی رہتی تھی ،انھوں نے علم غیب اور اسلامی علوم و معارف کو اس کے اصل اور شیریں چشمہ سے حاصل کیا تھا اور اپنی آنکھوں سے یہ مشاہدہ کیا تھا کہ گویا دین اسلام پیغمبر اکرمؐ کی شکل میں متحرک ہے تو پھر ان کا گھر مسلمان گھرانوں کے لئے کیسے نمونہ عمل نہ ہوتا ۔

بیشک حضرت علیؑ و فاطمہؑ کا گھر صفاء و اخلاص اور مودت و رحمت کا ایک بہترین نمونہ تھا جس میں دونوں بالکل خندہ پیشانی کے ساتھ گھر کے کاموں میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے رہتے تھے ۔ کیونکہ رسول اکرمؐ نے دروازہ کے اندر کی ذمہ داری جناب فاطمہؑ کے حوالے کردی تھی جب کہ دروازہ کے باہر کے کام حضرت علیؑ کے سپرد کئے تھے ۔جناب فاطمہؑ فرماتی ہیں : ''فلا یعلم ما داخلنی من السرور إلّا اللہ ،بکفایتی رسول اللہ (ص) تحمّل رقاب الرجال''اس وقت اللہ کے علاوہ میری خوشی کو اور کوئی نہیں جان سکتا کہ جب رسول اللہ نے مجھے ان ذمہ داریوں سے الگ رکھا جن کا بوجھ مرد ہی برداشت کرسکتے ہیں ۔

چونکہ جناب فاطمہؑ زہرا، مدرسۂ وحی کی سند یافتہ تھیں لہٰذا آپ کو بخوبی معلوم تھا کہ عورت کا قلعہ (گھر) اسلام کا بہت اہم مورچہ ہے اگر اس نے اسے خالی کردیا اور وہ اسے چھوڑ کر دوسرے میدانوں میں چلی گئی تو پھر اپنے بچوں کی تربیت کا حق ادا نہیں کر سکتی ہے اسی وجہ سے رسول اللہ کا فیصلہ سن کر آپ کا رخ انور خوشی کے مارے چمک اٹھا ۔ بنت نبیؐ نے اپنے گھر والوں کی آسائش اور ان کے آرام کے لئے کسی قسم کی محنت و مشقت سے دریغ نہیں کیا اور تمام سختیوں اور مشکلات کے باوجود بھی آپ کے یہاں گھر کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کوئی کمی نہیں آئی یہاں تک کہ آپ کی اس جفا کشی کو دیکھ کر حضرت علیؑ کو آپ کے اوپر ترس آتا رہتا تھا چنانچہ انہوں نے بنی سعد کے کسی شخص سے آپ کے کاموں کی یوں وضاحت فرمائی : ''ألا احدّثک عنّی و عن فاطمۃ ؟ إنّها کانت عندی و کانت من أحبّ أہلہ (ص) إلیہ ، و إنّها استقت بالقربۃ حتی أثّر فی صدرہا ، و طحنت بالرحیٰ حتیٰ مجلت یداہا ، و کسحت البیت حتی اغبرّت ثیابہا ، وأوقدت النار تحت القدر حتی دکنت ثیابہا ، فأصابہا من ذلک ضرر شدید فقلت لہا : لو أتیت أباکِ فسألتیہ خادماً یکفیکِ ضرّ ما أنت فیہ من ہذا العمل ، فأتت النبیّ (ص) فوجدت عندہ حدّاثاً فاستحت فانصرفت'' کیا میں تمہیں اپنے اور فاطمہؑ کے حالات بتاؤں ؟

اگرچہ وہ میری اور نبیؐ کریم کی سب سے زیادہ محبوب اور چہیتی ہیں مگر مسلسل مشک اٹھانے کی وجہ سے ان کے سینہ پر اس کا نشان پڑ گیا ہے ، اور مسلسل چکی چلانے سے ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں ، گھر میں جھاڑو دینے کی وجہ سے کپڑے غبار آلود ہوگئے ہیں ، چولہے میں اتنی آگ پھونکی ہے کہ ان کے کپڑے سیاہی مائل ہوگئے ہیں جس سے ان کو شدید تکلیف ہے تو میں نے انھیں یہ مشورہ دیا کہ اگر تم اپنے بابا کے پاس جاکر ان سے ایک خادمہ کا سوال کرلو تو تم ان کاموں کے ممکنہ ضرر سے بچ سکتی ہو ، چنانچہ وہ نبیؐ اکرم کے پاس تشریف لے گئیں جب ان کے پاس آپ کو کچھ لوگ بیٹھے ہوئے دکھائی دئے ، تو آپ شرم و حیاء کی بنا پر کچھ کہے بغیر واپس چلی آئیں ۔ حضرت علی کا بیان ہے : ''فعلم النبیّ (ص) أنہا جاءت لحاجۃ ، قال (ع) : فغدا علینا رسول اللہ (ص) و نحن فی لِفاعنا ، فقال (ص) : السلام علیکم ، فقلت : و علیک السلام یا رسول اللہ اُدخل ، فلم یعد أن یجلس عندنا ، فقال (ص) : یا فاطمۃ ،

ما کانت حاجتک أمس عند محمد ؟ قال : فخشیت إن لم تجبه أن یقوم ، فأخبره علیّ بحاجتها ، فقلت : أنا و اللہ أخبرک یا رسول اللہ إنها استقت بالقربة حتی أثّرت فی صدرها و جرّت بالرحی حتی مجلت یداها و کسحت البیت حتی اغبرّت ثیابها و أوقدت النار تحت القدر حتی دکنت ثیابها، فقلت لها : لو أتیتِ أباکِ فسألتیه خادماً یکفیک ضرّ ما أنت فیه من هذا العمل ، فقال (ص) : أفلا أعلّمکما ما هو خیر لکما من الخادم ؟ إذا أخذتما منامکما فسبّحا ثلاثاً و ثلاثین و احمدا ثلاثاً و ثلاثین و کبرّا أربعاً و ثلاثین ''،جب پیغمبر اکرمؐ کو یہ معلوم ہوا کہ آپ کسی کام سے آئی تھیں تو وہ کہتے ہیں کہ ابھی ہم لوگ اپنے بستر پر ہی تھے کے صبح سویرے ہمارے یہاں رسولؐ اللہ تشریف لے آئے آپ نے اس طرح سلام کیا : السلام علیکم میں نے کہا و علیکم السلام ،یا رسولؐ اللہ اندر تشریف لائیں ،مجھے امید نہیں تھی کہ آپ ہمارے پاس بیٹھیں گے ، تو آپ نے فرمایا : اے فاطمہؑ کل تم میرے پاس کس کام سے آئی تھیں ؟ حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ مجھے یہ خوف محسوس ہوا کہ اگر فاطمہؑ نے ان کا جواب نہ دیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ واپس تشریف لے جائیں ۔

لہٰذا حضرت علیؑ نے انھیں آپ کی پریشانی سے اس طرح باخبر کیا : خدا کی قسم یا رسولؐ اللہ آپ کو میں یہ بتا دوں کہ انھوں اتنی مشک اٹھائی ہے کہ ان کے سینہ پر اس کا نشان پڑ گیا ہے اور اتنی چکی چلائی ہے کہ ان کے ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے ہیں ، گھر میں جھاڑو دیتے دیتے لباس گرد آلود ہوگیا ہے ، مسلسل چولھے میں آگ پھونکنے کی وجہ سے کپڑے سیاہی مائل ہوگئے ہیں اسی بنا پر میں نے انھیں یہ مشورہ دیا تھا کہ اگر تم اپنے بابا سے ایک خادمہ حاصل کرلو تو اس کام کی وجہ سے تمہیں جو ضرر پہنچ رہا ہے تم اس سے بچ جاؤگی ، تو آنحضرتؐ نے فرمایا :کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز کی تعلیم نہ دیدوں جو تم دونوں کے لئے خادم سے بہتر ہے ؟

جب تم لوگ سونے کے لئے بستر پر لیٹ جاؤ تو ۳۳بار سبحان اللہ ،۳۳بار الحمد اللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھا کرو ۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب شہزادی کائناتؑ نے آنحضرتؐ کو اپنا احوال سنایا اور ایک خادمہ کی خواہش ظاہر کی تو آنحضرتؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور آپ نے فرمایا : ''یا فاطمة والذی بعثنی بالحق، إن فی المسجد أربعماءة رجل ما لهم طعام و ثیاب و لو لا خشیتی لأعطیتک ما سألتِ ، یا فاطمة و إنّی لا ارید أن ینفک عنک أجرک إلی الجاریة، و إنّی أخاف أن یخصمک علی بن أبی طالب (ع) یوم القیامة بین یدی

اللہ عزوجل إذا طلب حقه منک، ثم علّمها صلاۃ التسبیح ''اے فاطمہؑ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، اس وقت مسجد میں ایسے چار سو آدمی ہیں جن کے پاس کھانا اور کپڑے نہیں ہیں، اور اگر مجھے ڈر نہ ہوتا تو میں تمہاری خواہش ضرور پوری کردیتا، اے فاطمہؑ میں نہیں چاہتا کہ تمہارا ثواب تمہاری خادمہ کو مل جائے اور مجھے یہ ڈر ہے کہ جب روز قیامت خدا کے سامنے، علی تم سے تمہارا حق طلب کریں تو وہ تمہارے آمنے سامنے ہوں ۔ پھر آپ نے ان کو تسبیح کی تعلیم دی ۔ تو مولائے کائنات نے کہا: ''مضَیتِ تریدین من رسول اللہ (ص) الدنیا فأعطانا اللہ ثواب الآخرۃ''تم رسول اللہ سے دنیا لینا چاہتی تھیں مگر اللہ نے ہمیں آخرت کا ثواب عنایت کردیا ہے[1] ۔ایک روز رسول اللہ مولائے کائنات کے گھر پہنچے تو کیا دیکھا کہ وہ اور جناب فاطمہؑ غلہ پیس رہے ہیں، تو نبی اکرم نے پوچھا تم دونوں میں کون زیادہ تھکا ہے؟ تو مولائے کائنات ۔نے کہا: یارسول اللہ فاطمہؑ، تو آپ نے ان سے کہا: اے بیٹی تم اٹھ جاؤ، چنانچہ وہ اٹھ گئیں اور نبی کریمؐ ان کی جگہ بیٹھ کر مولائے کائنات کے ساتھ آٹا پیسنے لگے[2] ۔

جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں: ایک دن نبی اکرمؐ نے جناب فاطمہ زہراؑ کو دیکھا کہ ان کے اوپر اونٹ کے بالوں کی بنی ہوئی چادر ہے اور وہ اپنے ہاتھ سے آٹا پیس رہی ہیں اور اپنے بیٹے کو دودھ بھی پلا رہی ہیں یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور آپ نے فرمایا: ''یا بنتاہ، تعجّلی مرارۃ الدنیا بحلاوۃ الآخرۃ''''اے بیٹی! فی الحال آخرت کی حلاوت کے بدلے دنیا کی تلخی کا مزہ چکھ لو''، تو آپ نے کہا: ''یا رسول اللہ، الحمد للہ علی نعمائہ، و الشکر للہ علیٰ آلاۂ''یا رسول اللہ، اللہ کی حمد ہے اس کی نعمتوں پر، اور اللہ کا شکر ہے اس کے انعامات پر ۔تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ''اور عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو اتنا عطا کرے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے[3] ایک روایت میں امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: ''کان امیر المومنینؑ یحتطب و یستقی و یکنس، و کانت فاطمۃ (ع) تطحن و تعجن و تخبز''امیر المومنین لکڑیاں اور پانی لاتے تھے

[1] بحار الانوار ۴۳,۸۵۔
[2] بحار الانوار ۴۳,۵۰
[3] بحار الانوار ۳,۸۶۔

اور جھاڑو لگاتے تھے اور جناب فاطمہؑ آٹا پیستی تھیں اور اسے گوندھ کر روٹی پکاتی تھی[۱]۔ انس سے روایت ہے: ایک دن جناب بلال صبح کی نماز میں تاخیر سے پہنچے تو نبی کریمؐ نے پوچھا ''ما حبسک''تم کہاں پھنسے رہ گئے تھے؟ انہوں نے کہا میں جناب فاطمہؑ کے گھر کے پاس سے گذرا تو دیکھا وہ چکی چلا رہی ہیں اور ان کا بچہ رو رہا ہے تو میں نے ان سے کہا: آپ چاہیں تو میں چکی چلادوں اور آپ بچہ کو دیکھ لیں یا اگر آپ اجازت دیں تو میں بچہ کو لے لوں اور آپ چکی چلا لیں تو آپ نے کہا: میں اپنے بچے کے لئے تم سے زیادہ مہربان ہوں، یا رسول اللہ تو بس مجھے اسی وجہ سے دیر ہوئی ہے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: ''فرحمتها، رحمک الله''تم نے ان پر رحم کھایا ہے، اللہ تعالی تم پر رحمت نازل کرے[۲]۔

اسماء بنت عمیس جناب فاطمہؑ سے نقل کرتی ہیں: ''أن الرسول (ص) أتی یوماً فقال: أین ابنای یعنی حسنا و حسینا'' ایک دن رسول اکرم میرے گھر تشریف لائے اور انہوں نے دریافت کیا کہ میرے دونوں بچے (یعنی حسنؑ اور حسینؑ) کہاں ہیں؟ شہزادی کائناتؑ نے جواب دیا: ''أصبحنا و لیس عندنا فی بیتنا شیء یذوقه ذائق، فقال علی: اذهب بهما إلی فلان؟ آج صبح سے ہمارے گھر میں چکھنے کے لئے بھی کوئی چیز نہیں تھی تو علیؑ نے کہا کہ میں انھیں فلاں جگہ لے جاؤں؟ چنانچہ رسول اللہ بھی اسی جگہ تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا وہ دونوں ایک کنویں کے پاس کھیل رہے ہیں اور ان کے سامنے کچھ سوکھی ہوئی کھجوریں رکھی ہوئی ہیں، رسول اللہ نے فرمایا: ''یا علیّ، ألا تقلب إبنیّ قبل أن یشتد الحرّ علیهما'' اے علیؑ خیال رکھنا میرے دونوں بیٹوں کو دھوپ تیز ہونے سے پہلے واپس لیتے آنا تو مولائے کائناتؑ نے کہا: ؟''أصبحنا و لیس فی بیتنا شیء، فلو جلست یا رسول الله حتی أجمع لفاطمة تمرات''صبح ہمارے گھر میں کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا، یا رسولؐ اللہ اگر آپ ذرا بیٹھ جائیں تو میں فاطمہؑ کے لئے کچھ کھجوریں جمع کرلوں، جب ان کے پاس کسی مقدار میں کھجوریں اکٹھا ہوگئیں تو وہ انھیں اپنے دامن میں رکھ کر گھر واپس آگئے[۳]۔ عمران بن حصین کہتے ہیں: میں رسول اکرمؐ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں فاطمہ زہراؑ آگئیں اور آنحضرتؐ کے سامنے آکر کھڑی ہوگئیں آپ نے ان کی طرف دیکھا تو

[۱] بحار الانوار ۱۵۱۔
[۲] ذخائر العقبیٰ ۶۱۔
[۳] گذشتہ حوالہ ۵۹۔

ان کا چہرہ بالکل زرد تھا اور بھوک کی شدت کی وجہ سے گویا بدن میں خون نہیں رہ گیا تھا تو آپ نے فرمایا : ''أدني يا فاطمة'' اے فاطمہؑ میرے نزدیک آؤ آپ ان سے قریب ہوگئیں آنحضرتؐ نے پھر فرمایا : ''أدني يا فاطمة'' اے فاطمہؑ میرے نزدیک آجاؤ، تو وہ اور نزدیک چلی گئیں یہاں تک کہ ان کے بالکل نزدیک کھڑی ہوگئیں تو آپ نے ان کی گردن کے نیچے اپنا دست مبارک رکھا اور انگلیوں کو کھول دیا اور یہ دعا فرمائی : ''اللھم مشبع الجاعۃ و رافع الوضعۃ لا تجع فاطمۃ بنت محمد'' اے بھوکوں کو شکم سیر کرنے والے اور گرے ہوئے کو اوپر اٹھانے والے پروردگار فاطمہؑ کو بھوکا نہ رکھنا[1] ۔ بے پناہ زحمتوں اور مشکلات نیز مسلسل بھوک برداشت کرنے کے باوجود دختر پیغمبر اکرمؐ جناب فاطمہ زہراؑ کی نظروں میں دنیا کی کل اوقات یہی تھی، اور اس میں بھی ہر جگہ صبر و ایثار کی شیرینی اور حلاوت کی آمیزش نمایاں ہے کیونکہ اس کے بعد نامحدود نعمتیں ہیں جو اس دن کا حصہ ہیں جس دن صابرین کسی حساب کے بغیر اپنا اجر حاصل کریں گے ۔

جناب فاطمہ زہراؑ کی زندگی کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ہمارے سامنے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کے یہاں اس جفاکشی کی زندگی میں ،آپ کے مالی حالات بہتر ہونے کے بعد بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی (جب کہ بنی نضیر اور جنگ خیبر کی فتح کے بعد تو فدک وغیرہ آپ کی ملکیت میں آگئے تھے)اور آپ کے پاس وافر مقدار میں غلہ وغیرہ موجود تھا کیونکہ روایت میں ہے کہ فدک کی سالانہ آمدنی چوبیس ہزار دینار اور دوسری روایت کے مطابق ستر ہزار دینار تھی[2] ۔ مگر پھر بھی جناب فاطمہؑ نے نہ گھر بنائے، نہ محل تعمیر ئے، نہ حریر و دیباج کے کپڑے پہنے اور نہ ہی آسائش و آرام کو اپنے قریب آنے دیا، بلکہ آپ اپنی پوری دولت فقراء و مساکین کی امداداور اسلام کی تبلیغ کی راہ میں خرچ کردیتی تھیں، ...اور بالکل یہی حال آپ کے شوہر نامدار مولائے کائنات ۔ کا تھا ، کہ آپ نے ینبع نامی جگہ پر اپنے ہاتھ سے سو(۱۰۰) کنویں کھود کر انھیں حاجیوں کے لئے وقف کردیا تھا[3] ۔اور آپ کے اموال کی زکات

---

[1] نظم در السمطين :۱۹۱۔
[2] سفينة البحار ۴۵٫۷۔
[3] مناقب: ۱۲۳٫۲؛ بحار الانوار :۳۲٫۴۱۔

(صدقہ) ایک سال میں چالیس ہزار دینار تک پہنچ جاتی تھی[1]۔اور اگر ہم یہ مان لیں کہ یہ مقدار ایک پوری قوم کے لئے ناکافی ہوتی تب بھی یہ بنی ہاشم کے لئے تو یقیناکافی رہتی کیونکہ اس وقت ایک خادمہ کنیز بآسانی تیس درہم میں مل جاتی تھی اور ایک درہم اچھا خاصا سامان خریدنے کے لئے کافی ہوتا تھا ۔

ب: حضرت علیؑ کے ساتھ آپ کی خوش گوار زندگی حضرت زہراؑ نے ایسی عظیم شخصیت کے گھر میں زندگی گذاری ہے جو رسول اکرمؐ کے بعد ہر لحاظ سے دنیا کی سب سے عظیم شخصیت کے حامل تھے ایسی شخصیت جن کا عہدہ و منصب اور کل ہمّ وغم اسلام کی علمبرداری اور اس کا دفاع کرنا تھا ۔ اس دور کی سیاسی صورتحال اتنی نازک اور حساس تھی کہ اسلامی لشکر کو ہر لمحہ کسی نہ کسی طرف سے حملہ کا خطرہ لاحق رہتا تھا ،اور اسے ہر سال متعدد جنگوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا جن میں اکثر جنگوں میں امیر المومنین ۔ نے شرکت فرمائی تھی ۔

جناب فاطمہؑ نے اپنے گھر میں لطف و محبت اور گھریلو کام کاج اور دوسرے ضروریات زندگی کوفراہم کر کے اس مشترک گھر کے ماحول اور اس کی فضا کو ہمیشہ خوشگوار بنائے رکھا اور اس طرح آپ حضرت علیؑ کے جہاد میں برابر سے شریک رہیں کیونکہ ''عورت کا جہاد شوہر کی بہترین خدمت کرنا ہے''۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے[2]۔

حضرت علیؑ کو جوش شجاعت دلانا ،ان کی شجاعت وبہادری اور ایثار و قربانی کی تعریف کرنا ،آئندہ جنگوں کے لئے ان کی حوصلہ افزائی ،ان کے زخموں کی مرہم پٹی، مصیبتوں کا ازالہ ،اور انھیں تھکن کا احساس نہ ہونے دینا یہ سب بھی آپ ہی کے کارنامے میں یہاں تک کہ آپ کے بارے میں حضرت علیؑ نے یہ فرمایا: ''ولقد کنت أنظر الیھا فتنجلی عنّی الغموم و الأحزان بنظرتی إلیھا'' ''جب میں فاطمہؑ کی طرف دیکھتا تھا تو ان پر نظر پڑتے ہی میرے تمام ہمّ و غم دور ہوجاتے تھے[3]۔ آپ کو اپنی ازدواجی ذمہ داریوں کی ادائیگی

---

[1] کشف الغمہ : ۱۳۳؛ انسان الاشراف : ۱۱۷٫۲۔
[2] روضۃ الواعظین :۱٫۱۵۱۔
[3] مناقب خوارزمی :۳۵۳موسسہ نشر اسلامی ۔

سے والہانہ شوق تھا ،آپ نے ایک دن بھی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم نہیں نکالا ، نہ کبھی ان سے ناراض ہوئیں اور نہ ہی کسی قسم کے حیلہ و حوالہ سے کام لیا نہ کسی معاملہ میں ان کی نافرمانی کی ،یہی وجہ تھی کہ حضرت علیؑ بھی آپ کا اُسی طرح احترام کرتے تھے کیونکہ آپ شہزادی کے مرتبہ و منزلت سے بخوبی واقف تھے ، جس کی تائید آپ کے ان الفاظ میں موجود ہے ''فواللہ ما أغضبتہا و لا أکرہتہا من بعد ذلک حتی قبضہا اللہ إلیہ ،و لا عصت لی أمرا '' ''اللہ کی قسم شادی کے بعد میں نے انھیں نہ کبھی ناراض کیا اور نہ ہی کوئی اذیت دی ،یہاں تک کہ انھیں اللہ نے اپنی بارگاہ میں بلا لیا ،اس طرح نہ انہوں نے کبھی مجھے ناراض کیا اور نہ ہی میری نافرمانی کی[1]۔

پھر امام ؑنے جناب فاطمہؑ کی زندگی کے آخری لمحات میں ان کی اس وصیت کا تذکرہ فرمایا جس میں آپ نے یہ فرمایا تھا : ''یا ابن عمّ ! ما عہدتنی کاذبۃ و لا خائنۃ، و لا خالفتک منذ عاشرتنی '' اے ابن عم !آپ نے مجھ سے جھوٹا وعدہ نہیں کیا اور نہ کبھی کوئی خیانت کی اور جب سے میں آپ کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہوں میں نے آپ کی مخالفت نہیں کی ،مولائے کائناتؑ نے فرمایا: '' معاذ اللہ ،أنتِ أعلم باللہ و أبرّ و أتقی و أکرم و أشد خوفاً منہ ، و اللہ جدّدت علیّ مصیبۃ رسول اللہ (ص) و قد عظمت وفاتکِ و فقدکِ ،فإنا للہ و إنا الیہ راجعون'' معاذ اللہ : (یہ کیسے ہوسکتا ہے)تم اللہ کی بیحد معرفت رکھنے والی، نہایت نیک، متقی، کریم النفس اور اس سے حد درجہ خوف رکھنے والی ہو ،اللہ کی قسم تم نے میرے لئے رسول اللہ کی مصیبت تازہ کر دی ہے اور تمہاری وفات اور جدائی بہت عظیم ہے،اور ہم تو اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں[2]۔

ابو سعید خدری کہتے ہیں : ایک دن صبح کے وقت حضرت علیؑ بالکل بھوکے تھے، تو آپ نے شہزادی سے کہا: ''یا فاطمۃ ہل عندکِ شیء تغذینیہ ''اے فاطمہؑ کیا تمہارے پاس کھانے کے لئے کوئی چیز ہے ؟ تو آپ نے کہا : ''لاوالذی أکرم أبی بالنبوۃ وأکرمک بالوصیۃ ماأصبح الغداۃ عندی شیء وماکان شی ء أطعمناہ مذ یومین إلاّ شی ء کنت أؤثرک بہ علی نفسی وعلی ابنیّ (ہذین الحسن والحسین) '''' نہیں ''

[1] مناقب خوارزمی : ۳۵۳موسسہ نشر اسلامی ۔
[2] مناقب خوارزمی : ۳۵۳موسسہ نشر اسلامی ۔

اس ذات کی قسم جس نے میرے والد بزرگوار کو نبوت کے ذریعہ شرف بخشا اور آپ کو وصایت کے ذریعہ شرف عطا کیا ، آج صبح سے ہمارے گھر میں کوئی غذا نہیں ہے اور پورے دو دن ہوگئے ہیں میں نے کچھ نہیں کھایا بلکہ گھر میں جو کچھ تھا وہ میں آپ کو اور اپنے ان دونوں (حسنؑ و حسینؑ) کو کھلا رہی تھی ''آپ نے کہا : ''یا فاطمۃ ألا کنت أعلمتنی فأبغیکم شیئاً '' اے فاطمہؑ ! تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا ، تاکہ میں تمہارے لئے کسی چیز کا انتظام کردیتا ، تو شہزادی نے کہا : ''یا أبا الحسن إنّی لأستحی من إلهی أن أکلف نفسک ما لا تقدر علیه '' مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میں آپ کو اس بات کی زحمت دوں کہ جو آپ کے لئے ممکن نہیں ہے[1] ۔

مختصر یہ کہ اسلام کے ان دونوں نمونۂ عمل زوجہ و شوہر نے اس طرح ایک خوشگوار زندگی گذاری ، اور اپنے اپنے فرائض کو بخوبی ادا کیا کہ اعلیٰ اسلامی اخلاق و اقدار کے لئے ایک ضرب المثل بن گئے اور بھلا ایسا کیوں نہ ہوتا ؟ کہ جب شب عروسی میں ہی پیغمبر اکرمؐ نے مولائے کائناتؑ سے یہ فرمادیا تھا : ''یا علی نعم الزوجۃ زوجتک '' اے علیؑ تمہاری بیوی بہترین زوجہ ہے اور شہزادی دو عالم سے یہ کہہ دیا تھا : ''یا فاطمۃ نعم البعل بعلک '' اے فاطمہؑ تمہارا شوہر سب سے بہترین شوہر ہے[2] ۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا : ''لولا علیّ لم یکن لفاطمۃ کفو '' اگر علی نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کوئی ہمسر نہ ہوتا[3] ۔

ج: جناب فاطمہؑ ، بحیثیت مادر ایک ماں ہونے کے اعتبار سے بھی جناب فاطمہؑ کے کاندھوں پر ایک اہم ذمہ داری تھی ، کیونکہ خداوند عالم نے آپ کو پانچ اولادوں سے نوازا تھا ۔ یعنی امام حسن ۔ امام حسین ۔ ، جناب زینبؑ اور جناب ام کلثوم ، جب کہ جناب محسن کو ان کی ولادت سے پہلے ہی ظالموں نے آپ کے شکم مبارک میں شہید کردیا تھا[4] ۔ اللہ تعالیٰ کی یہی مشیت تھی کے رسولؐ اکرم کی نسل طیبہ جناب فاطمہؑ زہرا کے ذریعہ آگے بڑھے جس کی اطلاع رسولؐ اکرم نے اپنے اس قول میں بھی دی ہے : ''إن اللّٰہ جعل ذریۃ کل نبی فی صلبه و جعل ذریتی فی صلب علی بن أبی طالب '' اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی نسل کو اس کے صلب سے قرار دیا ہے اور میری نسل

---

[1] بحار الانوار :۵۹،۴۳۔
[2] گذشتہ حوالہ :۱۱۷،۱۳۲،۴۳۔
[3] کشف الغمہ :۴۷۲،۱۔
[4] تاریخ ابن عساکر امام حسنؑ کے حالات زندگی کے ذیل میں ۔

کو علیؑ کے صلب میں رکھا ہے[1] ''شہزادی کائنات چونکہ خود بھی وحی و نبوت کی پروردہ تھیں لہٰذا آپ اسلامی تربیت کے اصولوں سے بخوبی واقف تھیں اسی لئے آپ نے اپنی اولاد کی ایسی تربیت کی کہ وہ بھی سب کے لئے مشعل بن گئی جس کے لئے سامنے کا ایک نمونہ حضرت حسنؑ ہیں جن کی پرورش آپ نے اس طرح فرمائی تھی کہ وہ مسلمانوں کی قیادت و رہبری کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھا سکیں اور راہ شریعت میں سخت حالات اور ہر طرح کے مصائب کا مقابلہ خندہ پیشانی کے ساتھ کرسکیں اور جب دین اسلام کی سلامتی اور مومنین کی جان خطرہ میں پڑ جائے تو درد اور خون کے گھونٹ پی کر معاویہ سے صلح کرلیں اور دنیا کے سامنے یہ اعلان کردیں کہ دین اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے اور وہ اپنے دشمنوں کو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ اس کی اندرونی مشکلات سے غلط فائدہ اٹھا کر اسے کمزور کر ڈالیں یا اسے کسی قسم کا نقصان پہنچا سکیں، جس کی بنا پر معاویہ کی ساری پلاننگ فیل ہوگئی اور اس نے دور جاہلیت کو زندہ کرنے کے لئے جو منصوبے بنا رکھے تھے ان پر پانی پھر گیا ،اور کچھ دنوں کے بعد خود بخود اس کے چہرہ سے نقاب الٹ گئی ۔ یہ جناب فاطمہؑ کی تربیت کا ہی اثر تھا کہ امام حسینؑ نے ظلم اور ظالمین کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لئے خدا کی راہ میں اپنی قربانی کے ساتھ ساتھ اپنے اعزاء و اقرباء اور چاہنے والوں کی قربانی پیش فرمائی اور اپنے خون سے اسلام کے مرجھاتے ہوئے درخت کو سینچ دیا ۔ اسی طرح جناب فاطمہؑ نے جناب زینب و ام کلثوم جیسی بیٹیوں کی پرورش بھی کی اور انھیں بھی جذبۂ ایثار و قربانی کے ساتھ ظالموں کو منہ توڑجواب دینے کی ایسی تعلیم دی کہ وہ کسی بھی ظالم و جابر کے سامنے نہ جھکنے پائیں اورانہوں نے بنی امیہ کے جلادوں اور خونخواروں کے مقابلہ میں حق کے پرچم کو سربلند کر کے دین اسلام اور امت مسلمہ کے خلاف ان کے تیار کردہ تمام منصوبوں کو بے نقاب کر ڈالیں ۔

۲۔زہراؑ حکومت کے استحکام میں آنحضرتؐ کے قدم بقدم!الف۔فتح مکہ سے پہلے مدینۂ منورہ میں داخل ہونے کے بعد رسول اسلام کی یہ سیرت تھی کہ آپ ہمیشہ جاہلیت کی جڑوں کی بیخ کنی کرتے رہتے تھے اور اس کے رسم و رواج کو ختم کرتے رہتے تھے ۔ مختصر

[1] تاریخ بغداد :۱،۳۱۶؛ کنز العمال :۱۱،۳۲۸۹۲۔

یہ کہ تبلیغ دین اور جہاد کے سلسلہ میں مدینہ میں بھی آپ کا انداز بالکل مکہ مکرمہ کی طرح تھا ،اس کے ساتھ ساتھ مشرکین منافقین اور یہود و نصاری سے جہاد ، عظیم اسلامی حکومت کا قیام اور جہاں تک ممکن ہو وہاں تک کلمۂ توحید اور دین اسلام کا پیغام پہنچانے میں مصروف رہے ،آپ کبھی زبانی اور کبھی عقیدتی سطح پر اور جب ضرورت پڑتی تھی تو تلوار سے بھی جہاد کرتے تھے اور ہر وقت اس کے مناسب حال حکمت عملی اور پالیسی پر عمل کیا کرتے تھے ،رسول اللہ کو ایسے سخت اور دشوار حالات میں جنگیں لڑنا پڑیں کہ مختلف لشکروں اور دین و ہدایت کے دشمنوں کے مقابلہ میں آپ کے پاس کچھ بھی مال و دولت اور فوجی و عسکری قوت و طاقت نہیں تھی،بلکہ آپ کی کل طاقت خدا پر ایمان کے علاوہ پروردگار عالم کی نصرت و امداد اور مختصر سے مخلص اصحاب تھے ۔

جو شخص رسول اکرم کی تبلیغ و جہاد اور صبر و حوصلہ نیز آپ کے عزم و ہمت کی تاریخ کا مطالعہ کرتا ہے اس کو اس عظیم المرتبت انسان کی عظمتوں کا اندازہ ہوجاتا ہے کہ آپ نے بالکل تن تنہا صرف اپنے صبر و حوصلہ اور عزم و ہمت اور اللہ تعالی کی نصرت و حمایت اوراپنے مختصر سے نہتے اور غریب و نادار ساتھیوں کے ساتھ اتنی عظیم قدرت و طاقت حاصل کرلی جس سے آپ کی واقعی قدرت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔بالکل اسی نازک اور خطرات سے بھری ہوئی خطرناک صورتحال سے جناب فاطمہؑ بھی گذری ہیں کیونکہ آپ ہمیشہ سایہ کی طرح اپنے پدر بزرگوار اور شوہر نامدار کے ساتھ رہتی تھیں، جسمانی، روحانی اور گھریلو اعتبار سے آپ کی پوری زندگی سراپا جہاد تھی، اسی طرح پریشانیوں اور مشکلات میں برابر سے اپنے باباکی شریک کار رہیں، حتی کہ اپنی آنکھوں سے اپنے بابا کے صبر و تحمل اور جہاد کا بھی بخوبی مشاہدہ فرمایا آپ نے وہ منظر بھی اپنی نگاہوں سے دیکھا جب احد میں آپ کے بابا کے دندان مبارک شہید ہوگئے تھے، منافقین نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا نیز آپ نے اپنے بابا کے چچا جناب حمزہؑ اور دوسرے شہیدوں کے جنازوں کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر آپ کے پائے ثبات اور عزم و ایمان میں کوئی تزلزل پیدا نہیں ہوا ۔ روایت میں ہے کہ جب جنگ احد کے بعد جناب صفیہ اور جناب فاطمہؑ، رسول اللہ کے نزدیک پہنچیں تو آپ نے ان دونوں کو دیکھ کر حضرت علیؑ سے کہا :''أنا عمتی فاحبسھا عنی وأنا فاطمۃ فدعھا'' ''میری پھوپھی کو تو میرے پاس نہ آنے دینا ،البتہ فاطمہؑ کو آنے دو '' چنانچہ جب

جناب فاطمہؑ رسولؐ اللہ کے قریب پہنچیں اور آپ نے یہ منظر دیکھا کہ آنحضرت کا چہرۂ مبارک زخمی ہے اور آپ کے منہ سے خون جاری ہے تو ایک چیخ ماری اور خون کو ہاتھ سے صاف کرنے لگیں اس وقت آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے : جس نے رسولؐ اللہ کے چہرہ مبارک کو خون آلود کیا اس پر خدا کا غضب شدید ہوگیا ہے،نیز جو خون بہہ رہا تھا آپ اسے اپنے ہاتھ میں لے کر آسمان کی طرف پھینک دیتی تھیں اور اس میں سے کچھ بھی نیچے واپس نہیں آتا تھا[1] ۔ شہزادی کائنات نے آنحضرتؐ کی مرہم پٹی کی اور آپ کے جسم سے بہتا ہوا خون روکنے کی کوشش کرتی رہیں، حضرت علی علیہ السلام زخموں پر پانی ڈالتے تھے اور آپ انھیں دھوتی جارہی تھیں اور آخر کار جب کسی طرح زخم کا خون بند نہیں ہوا تو آپ نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لے کر اسے جلایا اور جب وہ بالکل جل کر راکھ ہوگیا تو اسے زخم کے اندر بھر دیا جس سے خون رک گیا[2] ۔

تاریخ میں صرف یہی ایک واقعہ نہیں ہے،بلکہ آپ متعدد میدانوں میں اپنے بابا کے جہاد میں شریک نظر آتی ہیں ۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک بار رسول اکرمؐایک جنگ سے واپس پلٹے تو مسجد میں جاکر دو رکعت نماز ادا کی اس کے بعد اپنی سیرت و عادت کے مطابق اپنی ازواج کے حجروں میں جانے سے قبل سب سے پہلے جناب فاطمہؑ کے خانۂ اقدس میں تشریف لے گئے تاکہ ان سے ملاقات کرکے اور انھیں دیکھنے کے بعد آپ کو سکون ہو جائے مگر جب شہزادی کائنات نے آنحضرت کے چہرے پر تھکن اور ضعف کے آثار دیکھے تو آپ ملول خاطر ہوکر رونے لگیں، تو آپ نے پوچھا : ''ما یبکیک یا فاطمۃ؟'' اے فاطمہؑ تم کیوں رو رہی ہو؟ تو انھوں نے کہا : ''أراک قد شحب لونک فقال (ص) لھا : یا فاطمۃ إن اللہ عز و جل بعث أباک بأمر لم یبق علی ظہر الأرض بیت مدر ولا شعر إلاّ دخلہ بہ عزاً أو ذلاً یبلغ حیث یبلغ اللیل''، مجھے آپ کے چہرے کا رنگ بالکل بدلا ہوا دکھائی دے رہا ہے،تو آپنے ان سے فرمایا : اے بیٹی! پروردگار عالم نے تمہارے بابا کو ایسے امر کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ روئے زمین پر کوئی بستی اور بیابان ایسا باقی نہیں بچے گا مگر یہ کہ وہ اس کے ذریعہ اس میں عزت یا ذلت داخل کردے گا ۔

---

[1] بحار الانوار :۲۰،۹۶؛ مسند احمد حنبل :۵،۳۳۴۔
[2] فضائل الخمسہ : ۳،۱۶۱۔

اور یہ امر وہاں تک پہنچے گا جہاں تک رات پہنچتی ہے[1] اپنے بابا کی الفت و محبت، ان کا خیال اور ہر محاذ پر ان کی نصرت و امداد اور مشکلوں میں ان کا ساتھ دینا یا ان کے لئے ایثار و قربانی کا یہی ایک نمونہ نہیں تھا بلکہ آپ کے پاس جو کچھ بھی موجود ہوتا تھا آپ اسے پہلے اپنے بابا کی خدمت میں پیش فرمایا کرتی تھیں چنانچہ جب رسولؐ اللہ اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ کی حفاظت کے لئے خندق کھودنے میں مشغول تھے تو شہزادی کائنات آپ کے لئے ایک روٹی لے کر آئیں اور اسے آپ کی خدمت میں پیش کردیا، آپ نے پوچھا: ''ما ہذہ یا فاطمۃ؟'' ''اے فاطمہؑ یہ کیا ہے؟ شہزادی نے کہا: ''من قرص اختبزتہ لابنیّ جئتک منہ بہذہ الکسرۃ''، جو روٹی میں نے اپنے بچوں کے لئے پکائی تھی اس میں سے یہ حصہ آپ کے لئے لائی ہوں تو آپ نے فرمایا: ''یا بنیۃ أما إنہا لأول طعام دخل فی فم أبیک منذ ثلاث'' ''اے بیٹی تین دن کے بعد یہ پہلی غذا تمہارے بابا کے منھ تک پہنچ رہی ہے[2]۔

ایک مسلمان عورت کے جہاد کی یہ تابندہ مثال ہے جو شہزادی کائنات نے اپنے بابا کے سایہ میں قائم کی ہے کیونکہ آپ اپنے بابا اور شوہر نیز اپنی اولاد کے پہلو بہ پہلو ہر محاذ اور ہر مرحلہ پر اسلام کی تقویت اور اس کے استحکام کے لئے ان کے ساتھ رہیں، اور تاریخ کے صفحات پر ایسے عمیق نقوش چھوڑے ہیں جو آئندہ نسلوں تک امت مسلمہ کے لئے بہترین درس رہیں گے اور آپ نے یہ سکھا دیا کہ لہو و لعب اور فضولیات سے دور رہ کر عقیدۂ توحید کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی با ایمان زندگی کیسے گذاری جاتی ہے!

ب: معصومہ فتح مکہ میں: شہزادی کائنات نے خوش قسمتی سے یہ مناظر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے کہ جزیرہ نمائے عرب کا ایک بڑا حصہ اسلام قبول کرچکا ہے اور آپ کے بابا کی رسالت کا کلمہ پڑھ رہا ہے۔

اور یہ ہے قبیلۂ قریش جو نخوت و غرور کے باوجود اپنے ایک سر کردہ لیڈر کو اسلامی راجدھانی مدینہ کی طرف بھیجتا ہے تاکہ پیغمبر اکرمؐ ۶ھ میں جب عمرہ کے لئے مکہ تشریف لائے تھے اور اس وقت صلح حدیبیہ میں جو متفقہ معاہدہ ہوا تھا اس کی مدت کچھ دنوں کے لئے اور بڑھا دی جائے۔ چنانچہ جب اس معاہدہ کی میعاد ختم ہوگئی تو قریش نے اپنے اہم ترین لیڈر یعنی ابو سفیان کو اپنے مطالبات

---

[1] فضائل الخمسہ :۳،۱۶۱؛ حلیۃ الاولیاء ، مؤلفہ ابو نعیم :۲،۳۰؛ کنزالعمال :۱،ح۱۴۴۸۔
[2] ذخائر العقبیٰ ۴۷؛ فضائل الخمسہ : ۳،۱۶۱۔

منوانے کے لئے پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں بھیجا ۔ مگر اسے پیغمبر اکرمؐ سے کوئی جواب نہیں ملا، پھر اس نے کچھ مسلمانوں سے حتی کہ اپنی بیٹی رملہ زوجۂ پیغمبر سے سفارش کرانا چاہی مگر کسی نے بھی اس کی بات قبول نہیں کی پھر وہ خود حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ اور امام حسنؑ و امام حسینؑ کی خدمت میں رسول اکرمؐ کے پاس سفارش کرانے کے لئے حاضر ہوا تو حضرت علیؑ و فاطمہؑ اور امام حسینؑ اور امام حسینؑ سب نے اس کی سفارش کرنے سے صاف انکار کردیا جب وہ ہر طرف سے مایوس ہوگیا تو خوف و ہراس کے ساتھ مایوسی سے سر جھکائے ہوئے واپس چلا گیا ۔ ابو سفیان کے ساتھ پیغمبر اکرم کا یہ طرز عمل دیکھنے کے بعد شہزادی کائنات کو یہ یقین ہوگیا تھا کہ عنقریب مکہ فتح ہو جائے گا، بالآخر وہ دن بھی آگیا کہ جب رسول اکرمؐ دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے آپ کا علم آپ کے ابن عم اور وصی و جانشین حضرت علی بن ابی طالبؑ کے ہاتھوں میں تھا نیز جناب فاطمہؑ زہرا بھی دیگر خواتین کے ہمراہ روانہ ہوئیں، خدا کی امداد کے سہارے جناب فاطمہؑ اپنے پدر بزرگوار کے زیر سایہ بیحد خوش و خرم تھیں کیونکہ آپ نے اپنے بابا کے قدموں تلے بتوں کو کچلے جاتے ہوئے دیکھا اور یہ منظر بھی دیکھا کہ قریش آپ سے یہ کہہ کر پناہ مانگ رہے ہیں :اے کریم بھائی اور کریم بھائی کے بیٹے !اور آپ کے والد ان سے یہ فرما رہے تھے، ''جاؤ جاؤ کہ تم سب آزاد ہو'' ۔

شہزادی نے جو دن مکہ میں اپنے بابا کے زیر سایہ گذارے تھے وہ آپ کو بخوبی یاد تھے کہ ان دنوں مشرکین آپ کو اور آپ کے اصحاب کو ہر طرف سے جھڑکتے تھے،انہوں نے شعب ابو طالبؑ میں آپ کا بائیکاٹ کر کے ہر طرف سے آپ کی ناکہ بندی کر رکھی تھی اس طرح آپ کو اپنی والدۂ گرامی جناب خدیجہؑ اور اپنے بابا کے چچا جناب ابو طالبؑ کی زندگی کا دور بھی اچھی طرح یاد تھا ۔ آپ نے اس فتح مندانہ سفر میں یہ بھی دیکھا کہ قبیلۂ ہوازن و ثقیف اور ان کے حلیف قبائل جنہوں نے اس وقت تک اپنی ہٹ دھری کی بنا پر اسلام قبول نہیں کیا تھا وہ جنگ حنین میں ذلت و رسوائی کے ساتھ سر جھکا ہوئے سپر انداختہ ہوگئے ان کے قلعے اور مورچے زیر ہوتے چلے گئے اور ان کا مال، بچے اور عورتیں وغیرہ سب مال غنیمت کے طور پر مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے ۔ اپنے بچپنے کے وطن اور اعزا و اقرباء اور بزرگوں کے وطن کو چھوڑ کر آپ دوبارہ مدینہ واپس آگئیں اور اس سفر کے بعد تقریبا دو

سال تک زندہ رہیں جو آپ کی زندگی کا سب سے سنہرا دور تھا کیونکہ اس وقت تک اسلام جزیرہ نمائے عرب میں چاروں طرف پھیل چکا تھا اور اس علاقہ کا سب سے بڑا مذہب بن گیا تھا[1]۔

۳۔ حجۃالوداع اور زندگی کا آخری دور: یہ تلخیوں اور خوشیوں بھرے دن اسی طرح گذر گئے یہاں تک کہ ہجرت کا دسواں سال شروع ہوگیا اور پیغمبر اکرمؐ نے تمام مسلمانوں کو حج کے لئے مکہ آنے کا حکم دیا اور پھر ان کے ساتھ اپنی زندگی کا آخری حج بھی کیا اور انھیں حج کے مناسک کی تعلیم دی اور حج سے واپسی پر آپ نے غدیر خم کے مقام پر قیام فرمایا اور آپ اونٹوں کے کجاووں سے بنے ہوئے منبر پر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ دینے کے بعد یہ ارشاد فرمایا: ''من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ اللّھم وال من والاہ وعاد من عاداہ'' جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی بھی مولا ہیں، بارالٰہا! تو اس سے دوستی رکھنا جو اس سے دوستی رکھے اور تو اسے دشمن رکھنا جو اس سے دشمنی کرے، اس کے بعد آپ نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ و جانشین منصوب کردیا اور اس کے بعد مسلمانوں کو آپ کی بیعت کرنے کا حکم دیا سب نے آپ کی بیعت کرکے آپ کی خلافت کو تسلیم کرلیا پھر سب اپنے اپنے وطن کی طرف واپس چلے گئے۔ اور بنی اکرمؐ بھی مدینہ آگئے۔

ہجرت کا گیارہواں سال شروع ہونے کے بعد، ماہ صفر کے آخری دنوں میں آنحضرتؐ بیمار ہوگئے اس وقت آپ نے روم والوں سے جنگ کے لئے اسامہ بن زید (جنھوں نے ابھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تھا) کی سربراہی میں ایک لشکر تیار کیا اور تمام مہاجرین و انصار کو اس میں شامل ہونے کا حکم دیا اور انھیں مدینہ سے روانہ ہوجانے کی تاکید کی بلکہ بعض لوگوں کو تو نام بنام اسامہ کے ساتھ جانے کا حکم دیا تاکہ گھات لگائے مخالفوں سے میدان بالکل صاف ہوجائے اور امام علیؑ سے خلافت چھیننے والوں کو اس کا موقع نہ مل سکے۔ ابتداء میں اکثر مسلمانوں کا یہی خیال تھا کہ یہ ایک مختصر سی بیماری ہے جو بہت جلد ختم ہو جائے گی لیکن اپنے بابا کی بیماری کی خبر سننے کے بعد شہزادی کائنات کا دل ٹوٹ گیا اور آپ اس طرح منقلب ہوگئیں جیسے موت بالکل سامنے کھڑی

[1] سیرۂ ائمہ اثنی عشر: ۱،۱۰۵،۱۰۰۔

ہو۔ آنحضرتؐپر موت کے اثرات نمایاں ہونے لگے روز بروز آپ کی صحت گرتی چلی گئی،آپ اس کے لئے بالکل آمادہ تھے،اسی لئے اپنے اعزاواقرباء کو وصیتیں فرمانے لگے،اسی طرح قبرستان بقیع میں جاکر وہاں کے مردوں سے ایسی باتیں کرتے تھے کہ جن سے یہ صاف ظاہر تھا کہ آپ کے وصال کا وقت قریب ہے، خاص طور سے شہزادی نے آنحضرتؐ کو اصحاب سے یہ فرماتے ہوئے سن لیا تھا: ''یوشک أن اُدعی فاُجیب''،'' وہ وقت قریب ہے کہ مجھے بلا لیا جائے اور میں چلا جاؤں ''حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں جب آپ نے مسلمانوں کے درمیان خطبہ دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا تھا : ''لعلیّ لاألقاکم بعد عامی ہذا '' عین ممکن ہے کہ اس سال کے بعد میں تم سے ملاقات نہ کرسکوں نیزاس طرح کے کلمات ۱۱ھ میں بار بار آپ کی زبان پر جاری ہوتے رہتے تھے ۔

حجۃ الوداع کے بعد شہزادی کائنات نے یہ خواب دیکھا کہ وہ قرآن پڑھ رہی ہیں اور اچانک قرآن ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گرگیا اور اسی میں چھپ گیا ،جناب فاطمہؑ گھبرا کر اٹھیں اور اپنے بابا سے آکر پورا خواب بیان کیا ،تو رسول اللہ نے فرمایا: ''أنا ذالک القرآن یانور عینی وسرعان ما أرحل'' اے میری نور نظر وہ قرآن میں ہی ہوں کیونکہ عنقریب میں رحلت کرنے والا ہوں[1] ۔رسول اللہ کے مرض الموت سے لے کران کی رحلت تک امیر المومنینؑ اور شہزادی کائناتؑ ہی سب سے زیادہ آنحضرتؐ کے قریب رہتے تھے ،جیسا کہ حضرت علیؑ سے روایت ہے : معاذ نے ام المومنین عائشہ سے یہ سوال کیا کہ مرض الموت اور رحلت کے وقت تم نے رسول اکرم کی کیا کیفیت دیکھی ؟ تو انہوں نے کہا :ان کی وفات کے وقت میں آنحضرتؐ کے پاس موجود نہیں تھی بلکہ تمہارے سامنے یہ ان کی بیٹی فاطمہؑ ہیں لہٰذا ان سے دریافت کر سکتے ہو[2] ۔اس طرح آنحضرتؐ کے مرض الموت میں شہزادی کائنات مسلسل آپ کی ازواج کے پاس تشریف لے جاتی تھیں اور ان سے فرماتی تھیں کہ پیغمبرؐ کے لئے آپ کے پاس آنا دشوار ہے تو وہ یہ جواب دیتی تھیں کہ ہماری طرف سے آنحضرت کو جس طرح آرام ہو انھیں اس کا اختیار ہے[3] ۔آنحضرتؐ کی بیماری میں مزید اضافہ ہوگیا اور آپ اسی بستر رحلت پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے پاس شہزادی بیٹھی ہوئی تھیں ، ان کے درد میں بھی

[1] ریاحین الشریعہ :۱،۲۳۹۔
[2] الاصابہ :۲،۱۷۸،ط :مصر۔
[3] عوالم العلوم :۱۱،۳۹۰۔

مسلسل شدت پیدا ہوتی جارہی تھی اور وہ کہتی جارہی تھیں، اے بابا آپ کے کرب و بے چینی سے میرا کرب و ملال بڑھتا جارہا ہے اسی دوران کبھی آپ کی آنکھوں سے گرم گرم آنسو بہہ نکلتے تھے اور کبھی آپ آنحضرت کے لئے دعا کرنے لگتی تھیں ۔ آنحضرتؐ کا مرض الموت اور سنگین ہوگیا اور آپ بے ہوش ہوگئے جب آپ کو غش سے افاقہ ہوا تو آپ نے ابوبکر و عمر اور دوسرے لوگوں کو اپنے پاس موجود دیکھا ، تو ان سے فرمایا : ''ألم آمرکم بالمسیر فی جیش اسامۃ ؟'' کیا میں نے تمہیں اسامہ کے لشکر کے ساتھ روانہ ہونے کا حکم نہیں دیا تھا ؟ تو وہ بہانہ بازی کرنے لگے اگرچہ پیغمبر اکرمؐ کو ان کے دلوں کا حال بخوبی معلوم تھا کہ وہ مدینہ میں صرف اسی لئے رکے ہیں تاکہ اسلامی قیادت اور خلافت پر قبضہ کرلیں ۔

لہٰذا آپ نے فرمایا : ''إئتونی بدواۃ وبیاض أکتب لکم کتاباً لا تضلوا بعدی أبداً '' مجھے دوات اور قلم و کاغذ لادو تاکہ تمہارے لئے ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جس کے بعد گمراہ نہ ہونے پاؤ ۔ تو وہ آپس میں جھگڑا کرنے لگے اور یہاں تک کہہ دیا کہ (معاذاللہ) رسولؐ اللہ ہذیان کہہ رہے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ رسولؐ اللہ پر مرض کا غلبہ ہے لہٰذا ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے چنانچہ وہ اسی طرح اختلاف کرتے رہے یہاں تک کہ شور و شرابہ کی نوبت آگئی تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا : میرے پاس سے اٹھ کر چلے جاؤ میرے پاس جھگڑا کرنا مناسب نہیں ہے[1]'' شہزادی کائناتؑ ملول و غمزدہ قلب و جگر اور بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہی تھیں ،اور گویا آپ کو اپنی زندگی کے سخت اور دشوار ترین دور کا انتظار تھا ۔

۴۔ پیغمبر اکرمؐ کی وصیت جب آپ کا مرض الموت حد سے بڑھ گیا اور آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا تو مولائے کائناتؑ نے آپؐ کے سر مبارک کو اپنے زانو پر رکھ لیا ،آپ پر اس وقت غشی طاری تھی۔ اور جناب فاطمہؑ پر آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر گریہ طاری تھا اور ان کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے ۔ و ابیض یستقی الغمام بوجہ ثمال الیتمیٰ عصمۃ للارامل یہ وہ نورانی شخصیت ہے جس کے چہرۂ انور سے بادل سیراب ہوتے ہیں یہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کا محافظ ہے ۔ تو رسول اکرمؐ نے آنکھیں کھولیں اور دھیمی آواز

[1] الکامل فی التاریخ : ۲،۳۲۰؛ صحیح بخاری : کتاب العلم باب کتابۃ العلم.

میں فرمایا : اے بیٹی یہ کہو! (وما محمد إلاّ رسول قد خلت من قبلہ الرسل أفإن مات أو قتل انقلبتم علی أعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضرّ اللہ شیئاً و سیجزی اللہ الشاکرین)اور محمدؐ تو صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل ہوجائیں تو تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤگے تو جو بھی ایسا کرے گا وہ خدا کا کوئی نقصان نہیں کرے گا اور خدا تو عنقریب شکر گذاروں کو ان کی جزا دے گا۔

آپ دیر تک روتی رہیں پھر آنحضرت نے آپ کو نزدیک آنے کا اشارہ کیا اور آہستہ سے آپ کے کان میں کچھ کہا جس سے آپ کا چہرہ کھل اٹھا چنانچہ جب پیغمبر اکرم کی وفات کے بعد آپ سے یہ پوچھا گیا کہ پیغمبر نے اپنی وفات کے وقت آپ سے کیا کہہ دیا تھا کہ اتنے شدید رنج و غم کے باوجود آپ کا چہرہ کھل اٹھا تھا ؟تو آپؑ نے فرمایا : ''إنہ أخبرنی أننی أول أہل بیتہ لحوقا بہ وأنّہ لن تطول المدۃ لی بعدہ حتی أدرکہ، فسریٰ ذلک عنّی'' آنحضرتؐ نے مجھ سے یہ فرمایا تھا ؛کہ میرے اہل بیتؑ میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے ملحق ہوگی اور میرے بعد زیادہ مدت نہیں گذرے گی کہ تم میرے پاس پہنچ جاؤگی اس سے میں خوش ہوگئی تھی[1]۔

انس سے روایت ہے کہ جس بیماری میں پیغمبر اکرمؐ کی وفات ہوئی تھی اس میں جناب فاطمہؑ، حسن و حسینؑ کے ساتھ پیغمبر اکرم کی خدمت میں آئیں اور جھک کر ان کے سینہ سے لگ گئیں اور رونا شروع کردیا تو پیغمبرؐ نے فرمایا : ''یا فاطمۃ لاتبکی علیّ ولا تلطمی ولا تخمشی علیّ خداً ولا تجزّی علیّ شعراً، ولاتدعی بالویل والثبور ،وتعزّی بعزاء اللہ، ثمّ بکیٰ وقال : اللّھم أنت خلیفتی فی أہل بیتی، اللّھم ہؤلاء ودیعتی عندک وعند المومنین '' میرے اوپر گریہ مت کرنا ،نہ منھ پر طانچے مارنا ،اور نہ ہی رخساروں کو نوچنا ،نہ ہی بال کاٹنا (نوچنا) پھر آپ رونے لگے اور فرمایا پروردگارا !تو ہی میرے بعد میرے اہل بیت کا سرپرست ہے بارالٰہا تیرے اور مومنین کے حوالے یہ سب میری امانتیں ہیں بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی کتاب میں ام المومنین عائشہ سے روایت کی ہے : وہ کہتی ہیں ایک روز فاطمہؑ بالکل پیغمبر اکرم کے انداز میں چلتی ہوئی پیغمبر کے پاس آئیں تو آپ نے فرمایا : اے میری بیٹی مرحبا پھر آپ نے ان کو اپنے

[1] الکامل فی التاریخ :۲،۳۲۳؛ طبقات ابن سعد :۲،۳۹؛ مسند احمد :۶،۲۸۲۔

داہنی یا بائیں طرف بٹھالیا ۔ پھر آہستہ سے ان سے کچھ کہا جس سے وہ رونے لگیں، میں نے ان سے کہا پیغمبر نے تو تم سے خصوصی انداز میں گفتگو کی ہے اور پھر تم رو رہی ہو، پھر پیغمبر نے ان سے آہستہ سے کچھ اور کہا تو وہ ہنسنے لگیں تو میں نے کہا: میں نے آج تک غم سے اتنی نزدیک خوشی نہیں دیکھی (اس طرح روتے ہوئے کو ہنستا ہوا نہیں دیکھا) پھر میں نے ان سے دریافت کیا کہ پیغمبر اکرمؐ نے کیا فرمایا تھا ؟ ''ما کنت لأفشی سرّ رسول اللہ (ص) حتیٰ إذا قُبض النبی (ص) سألتھا فقالت :إنّہ أسرّ إلیّ فقال:إن جبرئیل (ع) کان یعارضنی بالقرآن فی کل عام مرۃ وإنّہ عارضنی بہ ہذا العام مرّتین، ولا أراہ إلاّ قد حضر أجلی فبکیت ثم قال لی :إنک أوّل أہل بیتی لحوقاً بی ونعم السلف أنا لک، أما ترضین أن تکونی سیدۃ نساء أہل الجنۃ؟ فضحکتُ ''، تو انھوں نے کہا میں رسول اللہ کا راز فاش نہیں کر سکتی، یہاں تک کہ: جب آنحضرت کی وفات ہوگئی تو میں نے ان سے پھر دریافت کیا :تو انہوں نے کہا: آنحضرتؐ نے خاموشی سے مجھ سے یہ کہا تھا کہ جبرئیل امین ہر سال ایک بار مجھ سے قرآن مجید (کا نسخہ) ملایا کرتے تھے جب کہ انہوں نے اس سال دوبار یہی عمل انجام دیا ہے جس سے میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ میری موت نزدیک آچکی ہے یہ سن کر میں رو پڑی تھی پھر آپ نے مجھ سے یہ فرمایا : تم میرے اہل بیت میں سب سے پہلے مجھ سے ملحق ہوگی اور میں تمہارے لئے بہترین سلف (گذرا ہوا) ہوں، کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہو جاؤ یہ سن کر مجھے ہنسی آگئی تھی[1]۔ امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے والد گرامی سے یہ روایت نقل کی ہے : ''لما کانت اللیلۃ التی قبض النبیّ فی صبیحتھا ، دعا علیاً و فاطمۃ و الحسن و الحسین (ع) و أغلق علیہ و علیھم الباب و قال (ص) : یا فاطمۃ!و أدناھا منہ فناجاھا من اللیل طویلاً فلما طال ذلک خرج علیّ و معہ الحسن و الحسین و أقاموا بالباب و النّاس خلف الباب ، و نساء النبیّ ینظرن إلی علیّ (ع) و معہ إبناہ '' جس رات کی صبح کو آنحضرت کی وفات ہوئی ہے اس رات آنحضرتؐ نے علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو بلایا اور پھر دروازہ بند کرلیا اور فرمایا : اے فاطمہؑ پھر آپ نے ان کو اپنے سے قریب بلایا اور کافی دیر تک ان سے سرگوشی کرتے رہے، جب کافی دیر ہوگئی تو حضرت علیؑ امام حسنؑ و حسینؑ کو ساتھ لے کر دروازہ پر آکر

[1] مسند احمد ٦, ٢٨٢۔

بیٹھ گئے جب کہ بقیہ لوگ دروازہ کے پیچھے تھے اور ازواج پیغمبرؐ حضرت علیؑ اور ان کے دونوں فرزندوں کو دیکھ رہی تھیں تو ام المومنین عائشہ نے ان سے کہا: ''لأمر ما أخرجک منہ رسول اللّٰہ و خلا بابنتہ عنک فی ہذہ الساعۃ؟ فقال لہا علیّ (ع): قد عرفت الذی خلاہما و أرادہا لہ، و ہو بعض ما کنت فیہ و أبوک و صاحباہ فوجمت أن تردّ علیہ کلمۃ'' پیغمبر اکرمؐ نے تم کو کس بنا پر باہر بھیج دیا ہے اور اپنی بیٹی سے تنہائی میں کیا گفتگو فرما رہے ہیں؟ تو حضرت علیؑ نے ان سے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ آنحضرتؐ ان سے تنہائی میں کیا بات کر رہے ہیں، اس کی وجہ وہی ہے جو تم اور تمہارے باپ اور ان کے دونوں ساتھیوں کا منصوبہ ہے تو انھوں نے خاموشی سے سر جھکا لیا اور ان سے کوئی جواب نہیں بن پڑا۔

حضرت علیؑ کہتے ہیں: ''فالبثت أن نادتنی فاطمۃ (ع) قد خلت علی النبیّ (ص) و ہو یجود بنفسہ فقال لی: ما یبکیک یا علیّ؟ لیس ہذا أوان بکاء فقد حان الفراق بینی و بینک، فأستودعک اللّٰہ یا أخی، فقد اختار لی ربّی ما عندہ، وإنّما بکائی و غمّی و حزنی علیک وعلیٰ ہذہ أن تضیع بعدی فقد أجمع القوم علی ظلمکم و قد استودعکم اللّٰہ و قبلکم منی ودیعۃ إنّی قد أوصیت فاطمۃ ابنتی بأشیاء وأمرتہا أن تلقیہا إلیک فنفذہا فہی الصادقۃ الصدوقۃ'' ابھی کچھ دیر نہیں گذری تھی کہ مجھے فاطمہؑ نے آواز دی تو میں پیغمبرؐ کی خدمت میں پہنچا تو اس وقت آپ کی روح گویا پرواز ہی کرنے والی تھی آپ نے فرمایا: اے علیؑ! تم کیوں رو رہے ہو؟ یہ رونے کا وقت نہیں ہے اب مجھ سے تمہاری جدائی کا وقت قریب آپہنچا ہے، اب میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور چونکہ اس نے مجھے اس کے لئے چن لیا ہے جو اس کے پاس ہے، البتہ میرا گریہ و بکاء اور حزن و ملال اس بات پر ہے کہ میرے بعد تمہاری اور میری اس بیٹی کی حرمت ضائع ہوجائے گی ،کیونکہ لوگوں نے تمہارے اوپر ظلم کرنے پر اتفاق کرلیا ہے۔ اور میں تمہیں اللہ کے حوالہ اور اپنی امانت کے طور پر تمہیں اس کے سپرد کرتا ہوں میں نے اپنی بیٹی کو کچھ وصیتیں کی ہیں اور انھیں یہ حکم دے دیا ہے کہ وہ تمہیں سب کچھ بتا دیں لہٰذا ان پر عمل کرنا کیونکہ یہ صادقہ و صدوقہ (بے حد سچ بولنے والی) ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے شہزادیؑ کو اپنے سینہ سے لگالیا اور آپ کے سر کا بوسہ لیا پھر فرمایا: ''فداکِ أبوکِ یا فاطمۃ'' تم پر تمہارا باپ قربان، اے فاطمہؑ! اتنے میں شہزادی کے گریہ کی آواز بلند ہوگئی آپ نے ان کو پھر

اپنے سینہ سے لگایا اور فرمایا: ''أما و اللہ لینتقمن اللہ ربّی، ولیغضبن لغضبک فالویل ثمّ الویل للظالمین، ثمّ بکیٰ رسول اللہ'' ''بیشک میرا رب ضرور اس کا انتقام لے گا اور تیری ناراضگی سے ناراض ہوگا، ظالمین کے لئے تو ویل پر ویل ہے، پھر رسول اللہ بھی رونے لگے''۔ حضرت علیؑ کہتے ہیں: ''فواللہ لقد حسبت قطعۃ منّی ذہبت لبکاۂ حتی ہملت عیناہ مثل المطر، حتی بلت دموعہ لحیتہ وملاءۃ کانت علیہ، وہو یلتزم فاطمۃ لایفارقہا ورأسہ علی صدری وأنا مسندہ، والحسن والحسین یقبلان یبکیان بأعلی أصواتہما) قال علی (ع) فلو قلت إن جبرئیل فی البیت لصدقت لأنّی کنت أسمع بکاء نغمۃ لاأعرفہا، وکنت أعلم أنہا أصوات الملائکۃ لا شک فیہا، لأن جبرئیل لم یکن فی مثل تلک اللیلۃ یفارق النبی (ص)، ولقد رأیت بکاء من فاطمۃ أحسب أن السماوات والأرضین بکت لہا''خدا کی قسم! مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے ان کے رونے کی وجہ سے میرا ایک حصہ شل ہوگیا ہے۔

اور ان کی آنکھوں سے بارش کے قطروں کی طرح آنسو ٹپک رہے تھے، یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے آپ کی ریش مبارک اور آپ کے اوپر جو چادر تھی وہ تر ہوگئی آپ فاطمہؑ کو سینہ سے لگائے تھے اور انھیں اپنے سے جدا نہیں کر رہے تھے اور آپ کا سر مبارک میرے سینہ پر تھا اور وہ میرے اوپر ٹیک لگائے ہوئے تھے، اور حسنؑ و حسینؑ بلند آواز سے رو رہے تھے، مولائے کائناتؑ کہتے ہیں '' اگر میںیہ کہوں کہ جبرئیل گھر کے اندر موجود تھے، تو میں سچ کہہ رہا ہوں کیونکہ میں نے رونے کی ایک ایسی آواز سن رہا تھا جسے میں پہچانتا نہیں تھا، البتہ میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ یہ ملائکہ کی آواز تھی جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کیونکہ جبرئیل ایسی رات میں نبی اکرمؐ سے الگ نہیں رہ سکتے تھے اور میں نے فاطمہؑ کو اس انداز سے روتے دیکھا ہے کہ میرا خیال ہے ان کے اس رونے پر آسمان و زمین بھی رو دئے ہوں گے''۔ پھر آنحضرتؐ نے شہزادی کائناتؑ سے فرمایا: ''یابنیۃ، اللہ خلیفتی علیکم وہو خیر خلیفۃ والذی بعثنی بالحق لقد بکی لبکائک عرش اللہ وما حولہ من الملائکۃ والسموات والأرضون وما بینہا، یا فاطمۃ والذی بعثنی بالحق لقد حرمت الجنۃ علی الخلائق حتی أدخلہا، وإنک لأول خلق اللہ یدخلہا بعدی، کاسیۃ حالیۃ ناعمۃ، یا فاطمۃ ہنیئا لک والذی بعثنی بالحق إن جہنّم لتزفر زفرۃ لایبقی ملک مقرب ولانبیّ مرسل إلاّ صعق، فینادی إلیہا أن یا جہنّم یقول لک الجبار اسکنی بعزی واستقری حتی تجوز فاطمۃ بنت

محمد (ص)إلی الجنان لا یغشاہا فقر ولا ذلۃ والذی بعثنی بالحق لیدخلن حسن و حسین، حسن عن یمینک وحسین عن یسارک ولتشرفن من أعلی الجنان بین یدی اللّٰہ فی المقام الشریف، ولواء الحمد مع علی بن أبی طالب والذی بعثنی بالحق لأقومن بخصومۃ أعدائک، ولیندمن قوم أخذوا حقک وقطعوا مودّتک وکذبوا علیَّ، ولیختلجن دونی فأقول: امتی، امتی، فیقال: إنّہم بدلوا بعدک وصاروا إلی السعیر ‘‘ میرے بعد اللہ تمہارا سرپرست ہے اور وہ بہترین سرپرست ہے، اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، تمہارے گریہ و بکاء نے عرش الٰہی اور اس کے آس پاس موجود ملائکہ نیز آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کو رلا دیا ہے، اے فاطمہؑ اس ذات کی قسم جس نے مجھے بر حق مبعوث کیا ہے تمام مخلوقات پر اس وقت تک جنت حرام ہے جب تک میں اس میں داخل نہ ہوجاؤں اور میرے بعد مخلوقات خدا میں تم سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگی، اے فاطمہؑ تمہیں مبارک ہو، اور اس ذات کی قسم جس نے مجھے بر حق مبعوث کیا ہے کہ جہنم کا لاوا اس طرح ابل رہا ہوگا کہ کوئی مقرب بارگاہ فرشتہ اور نبی مرسل ایسا نہ ہوگا جو اسے دیکھ کر چیخ نہ مار دے گا پھر اس کو یہ ندا دی جائے گی: اے جہنم تیرے لئے (خدائے) جبار کا یہ فرمان ہے کہ میری عزت کا واسطہ پرسکون ہوکر ٹھہر جا، یہاں تک کہ فاطمہؑ گذر کر جنت میں اس طرح چلی جائیں کہ ان کے لئے نہ کوئی فقر ہو نہ ذلت اور اس ذات کی قسم جس نے مجھے بر حق مبعوث کیا ہے، حسنؑ و حسینؑ بھی داخل ہوں گے، حسنؑ تمہارے داہنی طرف اور حسینؑ تمہارے بائیں طرف اور تم جنت کے سب سے اعلیٰ اور شریف ترین مقام پر پہنچ جاؤگی، اور لواء الحمد، علیؑ کے ساتھ ہوگا، اور اس کی قسم جس نے مجھے بر حق مبعوث کیا ہے میں تمہارے دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے ضرور کھڑا ہوں گا اور وہ قوم ضرور نادم ہوگی جس نے تمہارا حق چھینا ہوگا، تم سے مودت و محبت کا رشتہ توڑلیا ہوگا اور میرے اوپر بہتان باندھا ہوگا ۔ اور انھیں مجھ سے دور کردیا جائے گا، تو میں کہوں گا، میری امت ہے میری امت! تو کہا جائے گا: انہوں نے تمہارے بعد سب کچھ بدل ڈالا اور جہنم میں چلے گئے[1] ۔ شہزادیٔ دو عالم کی زندگی کے تین مرحلوں کے بارے میں گفتگو یہیں ختم ہوتی ہے ۔ آپ کی زندگی کا چوتھا مرحلہ آپ کے

[1] بحار الانوار : ۲۲،۴۹۰؛ صحیح بخاری کتاب الفتن :ح۱-۵.

پدر بزرگوار کی وفات سے شروع ہو کر آپ کی شہادت پر ختم ہوتا ہے اگرچہ یہ مرحلہ بہت مختصر ہے لیکن چونکہ یہ آپ کی حیات مبارکہ کا سب سے منفرد حصہ ہے لہٰذا اس کا تذکرہ ایک مستقل باب کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

تیسرا باب

پہلی فصل

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنے بابا کے بعد

۱۔ سقیفہ کا المیہ امت اسلامیہ کی تاریخ کا سب سے سنگین واقعہ، جس کی سلگائی ہوئی آگ کی لپٹیں اور جس کے دھماکوں کی گونج آج تک باقی ہے اگر چہ وہ واقعہ رسول اسلامؐ کی وفات کے فورا بعد ہی رونما ہوگیا تھا ۔ اس وقت کی پیچیدہ صورتحال پر کچھ بنیادی اور انفرادی عوامل حاوی تھے،رسول اکرمؐ نے خداوند عالم کی طرف سے لائے ہوئے دین کی تبلیغ ہر لحاظ سے مکمل کردی اور آپ کا وجود پر نور ،ایمانی شعاعوں کی ضو فشانی کا عنصر اور استقرار و تعمیر کا بہترین ذریعہ تھا ،لیکن اسلامی سماج کے اندر جو گہرا فاصلہ پیدا ہوچکا تھا اور اس کی انتہا کا کوئی سرا نہیں تھا یہ فاصلہ کبھی کبھی ایسے متعدد لوگوں کی عقلوں اور ان کی حرکتوں سے بالکل مجسم شکل میں سامنے آجاتا تھا جو جزیرہ نمائے عرب کے اندر اسلام کی تروتازہ تحریک اور قدرت و طاقت کے اصل مرکز سے قریب تھے اور ان کی وجہ سے حق و باطل کے درمیان ردّ وقدح (نوک جھونک) وفاتؐ کے فوراً بعد ہی بالکل کھل کر سامنے آگئی تھی ۔ امت اسلامیہ کے درمیان جو اختلاف ظاہر ہوا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کے پاس صحیح اسلامی عقیدہ کما حقہ موجود نہیں تھا اور دوسرے یہ کہ اسی اختلاف کی بنیاد پر اسلامی حکومت میں کجروی پھیلی اور مسلمانوں کے درمیان آج تک اس کے جو مہلک نتائج سامنے آرہے ہیں وہ سب اسی کی دین ہیں۔ جس دور میں رسول اکرم کی وفات ہوئی ہے اس کے فورا بعد متضاد قسم کے حادثات اچانک رونما ہوتے چلے گئے ۔

لہٰذا اس دور میں جناب فاطمہؑ کے درخشندہ کردار کا جائزہ لینے کے لئے پہلے ہمیں اس وقت کے عام حالات کے ساتھ ساتھ ان حادثات کا بھی گہرائی سے مطالعہ کرنا ہوگاتا کہ اس کے ذریعہ اس دور میں امت اسلامیہ کی صحیح صورتحال اور اس کے اندر موثر اور

ایک دوسرے پر اثر انداز ہونے والی طاقتوں کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکے،جن کی وجہ سے بطور عموم اور اہل بیت طاہرینؑ اور خاص طور سے شہزادی کائناتؑ پر جو ظلم و ستم اورزیادتی ہوئی ان پر اس کا کیا اثر ہوا ،اس سلسلہ میں سب سے پہلے سقیفہ کا واقعہ سامنے آتا ہے اور اس کے بعد رونما ہونے والے تمام واقعات میں اس کا بنیادی کردار ہے ادھر مولائے کائناتؑ ،اہل بیتؑ پیغمبرؐ ،بنی ہاشمؑ اور ان کے سب چاہنے والے تو نبی اکرمؐ کے غسل و کفن اور دفن میں ہی مصروف تھے کہ اس موقعہ سے ان عناصر نے غلط فائدہ اٹھالیا کہ جن کے منھ میں پیغمبرؐ کی خلافت کو دیکھ کر پانی آچکا تھا ،اور پیغمبر اکرمؐ نے اللہ تعالیٰ کے جو اوامر و نواہی پہنچائے تھے انھیں ان کی کوئی پرواہ بھی نہیں تھی ۔

اب ہمارے سامنے دو طرح کے طرز عمل ہیں : ا۔ عمر بن خطاب پیغمبر اکرمؐ کے گھر کے چاروں طرف موجود ، غمزدہ مسلمانوں کے درمیان چیخ چیخ کر یہ کہہ رہے ہیں : پیغمبر اکرمؐ کا انتقال نہیں ہوا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جو ایسی بات اپنی زبان سے نکالے گا اسے ،دھمکی بھی دے رہے ہیں اور وہ اپنی اس بات پر اس وقت تک اڑے رہے جب تک ابوبکر مدینہ کے باہر سے وہاں نہیں پہنچ گئے ۔

۲۔دوسری طرف سقیفہ بنی ساعدہ کے اندر انصار، سعد بن عبادہ خزرجی کی سرکردگی میں اکٹھا ہیں۔ اس بات پر مورخین و محدثین کااتفاق ہے کہ عمر کا یہ انداز اس وقت تک باقی رہا جب تک ابوبکر نہ آگئے اور انھوں نے یہ آیت پڑھ کر نہیں سنادی : (وما محمد إلاّ رسول قد خلت من قبله الرسل أفإن مات أو قتل انقلبتم علی أعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضرّ اللہ شیئاً و سیجزی اللہ الشاکرین)اور محمدؐ تو صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل ہوجائیں تو تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤگے جو بھی ایسا کرے گا وہ خدا کا کوئی نقصان نہیں کرے گا اور خدا تو عنقریب شکر گذاروں کو ان کی جزا دے گا۔ جس سے عمر کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا اور وہ ابوبکر کے ساتھ نبی اکرمؐ کے گھر سے نکل کر چلے گئے اور آنحضرتؐ کے جنازہ کو ان کے غمزدہ گھر والوں کے درمیان یونہی چھوڑ دیا۔ قرائن اور تاریخ و سیرت سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ دونوں وہاں سے نکل کر سیدھے اس

جگہ پہنچے جسے انہوں نے وقت ضرورت اور ہنگامی پالیسی تیار کرنے کے لئے پہلے سے طے کر رکھا تھا، دوسری طرف اکثر انصار، جن میں سعد بن عبادہ بھی شامل تھے ان کے حساب سے تو رسول اکرم کے بعد صرف حضرت علی کو ہی خلیفہ ہونا چاہئے تھا جب کہ عام مسلمانوں کا خیال بھی یہی تھا کہ خلافت حضرت علی کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں جا سکتی ہے۔

لیکن جب انصار کو یہ معلوم ہوا کہ بڑے بوڑھے (پرانے) مہاجرین نے اس کا رخ موڑنے اور اس پر قبضہ کرنے لئے باقاعدہ ایک گروپ تیار کر رکھا ہے اور وہ رسول اکرمؐ کی تمام تاکیدوں کو پس پشت ڈال کر خلافت کی باگ ڈور کو راہ حق سے منحرف کر کے اس میں اپنے اس نئے قرشی معاہدہ (پلاننگ) کے ذریعہ جاہلیت کی روح پھونکنے اور قبائلی تنازعات کو دوبارہ زندہ کرنے کے درپے ہیں تو وہ بھی خلافت کی دوڑ میں کود پڑے کیونکہ انہوں نے پیغمبر اسلام اور آپ کی تبلیغ کے لئے اپنی جان و مال کی ایسی قربانی دی تھی کہ اتفاقا خلافت پر قبضہ جمانے کا منصوبہ بنانے والے مہاجرین میں سے کسی ایک نے بھی ایسی قربانی پیش نہیں کی تھی چنانچہ جب انصار کو اس بات کا پورا یقین ہوگیا تو ان میں سے کچھ لوگ سعد بن عبادہ کی سرکردگی میں خلافت کے بارے میں غور و خوض کرنے کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوگئے اور انھیں میں سے کچھ لوگوں نے خلافت کے لئے سعد بن عبادہ کا نام پیش کرنا شروع کردیا۔ اُدھر جب یہ خبر بعض ایسے انصار کے ذریعہ مہاجرین تک پہنچ گئی جن کی سعد سے ان بن رہتی تھی اور وہ سعد کے مفاد کے خلاف کام کیا کرتے تھے تو مہاجرین اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی کے ساتھ سقیفۂ بنی ساعدہ میں پہنچ گئے، چنانچہ انصار کی طرف سے ایک مقرر کھڑا ہوا اور اس نے اسلام کی راہ میں انصار کے ایثار و قربانی کے ساتھ ساتھ مہاجرین کے اوپر ان کے احسانات کا تذکرہ کرنے کے بعد ان سے یہ خواہش کی کہ وہ ان کی تمام جانفشانیوں سے چشم پوشی نہ کریں اور اس میں ان کا بھی کچھ حق ہونا چاہئے اس کے بعد ابوبکر کھڑے ہوئے اور انھوں نے قریش کی عظمت و بزرگی کی تعریف کے پل باندھنا شروع کر دئے اور ان کے ذہنوں کو اسلام سے پہلے عربوں کے درمیان رائج طریقوں اور حسب و نسب پر فخر و مباہات کی طرف موڑ دیا۔ عقد الفرید کی روایت کے مطابق انہوں نے یہ کہا: ہم مہاجرین سب سے پہلے اسلام لانے والے حسب و نسب کے اعتبار سے ہر ایک سے برتر، بستی کے بیچوں و بیچ رہنے

والے ،اور سب سے زیادہ خوبصورت اور رشتہ داری کے لحاظ سے رسول اللہ سے سب سے قریب ہیں پھر مزید یہ کہا : عرب قریش کے اس قبیلہ کے علاوہ کسی کی فرمانبرداری قبول نہیں کر سکتے ہیں لہٰذا جس چیز میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے مہاجر بھائیوں کو فضیلت بخشی ہے اس میں ان سے مقابلہ نہ کرو ، لہٰذا میں تمہارے لئے ان دونوں میں کسی ایک کے لئے راضی ہوں یہ کہہ کر انھوں نے عمر بن خطاب اور ابو عبیدہ جراح کی طرف اشارہ کیا ابوبکر نے فرصت کو غنیمت سمجھا اور وہ اسی طرح قریش اور خاص طور سے مہاجرین کی تعریفوں کے پل باند ھتے رہے ۔ کیونکہ بشیر بن سعد خزرجی کو اپنے ابن عم (سعد بن عبادہ)سے حسد تھا لہٰذا ایک کونے سے ان کی یہ آواز ابھری : اے لوگو: یہ دھیان رہے کہ حضرت محمدؐ کا تعلق قریش سے ہے لہٰذا ان کے قبیلہ والے ان کی جانشینی کے زیادہ حقدار ہیں اور خدا کی قسم ،اللہ مجھے کبھی بھی اس معاملہ میں ان سے اختلاف کرتے ہوئے نہیں دیکھے گا ۔

حباب بن منذر خزرجی کو اپنے ابن عم کی یہ دھوکہ بازی اور حسد بھرا انداز بیحد ناگوار گذرا تو انھوں نے کہا : بشیر بن سعد کو یہ جلن ہوگئی ہے کہ نبیؐ کے بعد سعد بن عبادہ آنحضرتؐ کے جانشین اور خلیفہ بن جائیں لہٰذا انھوں نے ایسا انداز اپنایا کہ جس کے بارے میں کوئی بھی سعد کے استحقاق اور ان کی اولویت پر انگلی نہیں اٹھا سکتا پھر انھوں نے بشیر کی طرف رخ کرکے کہا : اے بشیر تمہیں یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟ یقیناً تم نے امت کی سر براہی کے معاملہ میں اپنے ابن عم سعد بن عبادہ سے حسد کیا ہے۔یہ اختلافات یہیں ختم نہیں ہوئے بلکہ قبیلۂ اوس کے ایک سردار اسید بن حضیر نے کھڑے ہوکر دور جاہلیت کے دبے ہوئے کینے ابھارنا شروع کردئے اور قبیلہ اوس و خزرج کے درمیان جن اختلافات کو اسلام نے دبا دیا تھا اس نے وہ گڑے مردے پھر سے اکھاڑنا شروع کردئے اور اوس کو مخاطب کرکے یہ کہا : اے اوس کے بیٹو !اللہ کی قسم اگر تم نے ایک بار بھی سعد کو اپنا حاکم تسلیم کرلیا تو خزرج والوں کو تم پر فوقیت حاصل ہوجائے گی اور وہ تمہیں کبھی بھی اس میں حصہ دار نہیں ہونے دیں گے ۔ ابوبکر نے بشیر بن سعد کے بھڑکانے والے ان جملات کو غنیمت سمجھا اور ایک ہاتھ سے عمر اور دوسرے ہاتھ سے ابوعبیدہ کا ہاتھ پکڑ کر یہ آواز لگائی اے لوگو! یہ عمر ہیں اور یہ ابو عبیدہ ہیں لہٰذا تم ان میں سے جس کی بیعت کرنا چاہو کر سکتے ہو، ان تینوں کی رچی ہوئی پالیسی کو دیکھ کر

حباب بن منذر نے کھڑے ہوکر کہا : اے میرے انصار بھائیو! اپنے ہاتھ کھینچ لو اور اس کے اور اس کے ساتھیوں کی بات ہرگز نہ سننا ورنہ وہ تمہارے حق پر قبضہ کرلیں گے، یہ سن کر عمر بن خطاب کو غصہ آگیا انہوں نے جھلا کر کہا : ہم (حضرت) محمدؐ کے دوست اور ان کے خاندان والے ہیں ان کی حاکمیت و سلطنت میں ہمارے مدمقابل کون آسکتا ہے؟ مگر یہ کہ جو ناحق طریقہ سے گناہ کا سہارا لیتے ہوئے ہلاکت میں پڑجائے ؟ حباب بن منذر نے دوٹوک انداز میں جب عمر بن خطاب کا یہ چیلنج سنا تو ایک بار پھر انصار کی طرف رخ کرکے کہا : اگر یہ تمہارا مطالبہ نہ مانیں تو انھیں اس شہر سے باہر نکال دو ، اللہ کی قسم تم اس کے ان سے زیادہ حقدار ہو تمہاری تلواروں کے زور پر ہی لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے یہ کہہ کر انھوں نے تلوار نکال لی اور اسے ہوا میں لہراتے ہوئے کہامیں باتجربہ اور واقف کار ہوں، اس کے اوپر بوجھ روکنے والا ہوں اور اللہ کی قسم اگر تم چاہو تو میں اسے اس کی پرانی شکل میں پلٹادوں گا۔ یہ سن کر عمر بن خطاب کا غصہ بھڑک اٹھا اور ابھی دونوں کے درمیان فتنہ کی آگ بھڑکنے ہی والی تھی کہ ابو عبیدہ جراح نے کھڑے ہوکر کہا : اے گروہ انصار : آپ ہی لوگ وہ تھے جنھوں نے سب سے پہلے مدد اور پشت پناہی کی لہٰذا سب سے پہلے رخ پھیرنے اور بدل جانے والے نہ ہوجانا اور پھر وہ ان سے ایسے پر التماس انداز میں گذارش کرتے رہے کہ جس سے انصار کچھ ٹھنڈے پڑگئے اور انصار اسی طرح دو دھڑوں میں بٹے ہوئے تھے کہ اس گفتگو کے بعد حضرت عمر بڑی تیزی کے ساتھ ابوبکر کی طرف بڑھے اور ان سے کہا اے بوبکر اپنا ہاتھ بڑھایئے، کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ اللہ نے تمہیں جو مقام اور مرتبہ عنایت فرمایا ہے اسے کم کر سکے، اس کے بعد ابو عبیدہ نے یہ کہا : تم مہاجرین میں سب سے افضل ہو اور پیغمبرؐ کے یار غار اور نماز میں رسول اللہ کے خلیفہ ہو، تو ابوبکر صاحب نے ان دونوں کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلادئے اور ان دونوں نے ابوبکر کی بیعت کرلی اس کے فورا بعد بشیر بن سعد اور کچھ خزرجیوں نے بھی بیعت کرلی اور پھر اسید بن حضیر اور اوس کے کچھ لوگوں نے بھی ان کی بیعت کرلی اور ابوبکر کا نعرہ لگاتے ہوئے سقیفۂ بنی ساعدہ سے باہر نکل گئے اور راستہ میں جس کے پاس سے بھی گذرتے تھے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے ابوبکر کی بیعت کرنے کے لئے کہتے تھے اور جو کوئی انکار کرتا تھا عمر اس پر کوڑے برساتے تھے اور ان کے ساتھی اس

پر ٹوٹ پڑتے تھے یہاں تک کہ اسے بیعت کرنے پر مجبور کردیتے تھے اور اس انداز سے ابوبکر کی بیعت لی جاتی رہی جو اکثر لوگوں کے لئے بالکل اتفاقی اور غیر متوقع تھی ۔ اس پوری صورتحال کو دیکھنے کے بعد یہ واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت علیؑ کو خلافت و حکومت سے دور رکھنے کا منصوبہ صرف ان چند گھنٹوں کا کرشمہ نہیں تھا ، جس کی تائید موجود شواہد سے بھی ہوئی ہے نیز یہ کہ سعد بن عبادہ کے لئے ان کی پہلے سے کوئی تیاری نہیں تھی جس کا اظہار ان کے درمیان موجود اختلاف سے بھی ہوتا ہے جیسا کہ یہ بھی ظاہر ہے کہ تینوں سربراہ (لیڈر)یعنی ابوبکر ، عمر بن خطاب اور ابوعبیدہ جراح قریش کے اس گروہ کے سربراہ تھے جو خلافت پر قبضہ کرکے مولائے کائناتؑ کو اس سے دور کردینا چاہتے تھے اور انصار کے مقابلہ میں ان کے پاس کل دو دلیلیں تھیں : پہلی یہ کہ مہاجرین پہلے اسلام لائے ،اور دوسری یہ کہ وہ رسول اللہ کے قریبی رشتہ دار ہیں اور اس طرح ان سربراہوں نے اپنے لئے اس دلیل کو سہارا بنالیا کیونکہ اگر خلافت کا معیار واقعا سابق الاسلام ہونا یا رسول اکرمؐ سے قربت کا ہونا ہوتا جیسا کہ وہ اس کے مدعی تھے تب تو یہ صرف حضرت علیؑ کا حق تھا ، کیونکہ تمام مسلمانوں کے اجماع کے مطابق سب لوگوں سے پہلے آپ نے ہی رسول اکرمؐ کی تصدیق کی اور ان پر ایمان رکھنے کا اعلان کیا نیز جب پیغمبر اکرمؐ نے مدینہ میں مہاجرین و انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا تھا تو اس وقت حضرت علیؑ کو آپ نے اپنا بھائی قرار دیا تھا اس طرح وہ نسبی اعتبار سے آپ کے ابن عم اور دوسروں کے بالمقابل آپ سے بے حد قریب تھے ۔

اس طرح توابوبکر نے اس وقت اپنی ہی مخالفت میں بیان دیا تھا کہ جب انھوں نے انصار کے مقابلہ میں قرابت داری اور پہلے اسلام لانے کو دلیل بنا کر پیش کیا تھا اور اسی وجہ سے انہوں نے سابق الاسلام اور نبی کریمؐ کے رشتہ دار ہونے کی بنا پر عمر بن خطاب اور ابوعبیدہ کا نام تو خلافت کے لئے پیش کردیا مگر حضرت علیؑ کے حق کے بارے میں بالکل انجان بن گئے جن کے ہاتھوں پر غدیر خم کے میدان میں صرف دو تین مہینے پہلے ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان حاجیوں نے بیعت کی تھی ،اور آپؑ نے ہی سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تھا نیز آپؑ نسب کے اعتبار سے پیغمبرؐ کے ابن عم اور برائے خدا ان کے تنہا بھائی تھے جس کے

بارے میں تمام مورخین اور محدثین کا اجماع ہے اور انھیں کے جہاد، ایثار و قربانی کے کارناموں کی وجہ سے اسلام کی بنیادیں مضبوط ہوئیں اور اس کے پیر جم گئے اور وہ شرک و بت پرستی اور قریش کے مقابلہ میں کامیاب ہوا ۔ مختصر یہ کہ جب ابوبکر نے ان دونوں باتوں کو صحیح و سالم اور مضبوط دلیل کے طور پر پیش کیا تھا اور خلافت کے لئے دو نام بھی پیش کردئے تو اس وقت ان کی نظروں سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں تھا بلکہ بات در اصل یہ ہے کہ وہ اور ان کے ساتھی اس بارے میں پہلے ہی پورا نقشہ تیار کرچکے تھے اور بعض انصار و مہاجرین کے ساتھ مل کر حضرت علیؑ کو خلافت سے دور کرنے اور خود خلافت پر ہر طرح سے تسلط قائم کرنے کے بارے میں متفق ہوچکے تھے دوسری طرف انصار سے تعلق رکھنے والے اس دوسرے فریق کے ساتھ گفتگو بھی جاری تھی جنھوں نے ابوبکر اور ان کے ساتھیوں کی پوزیشن کو خطرہ میں ڈال دیا تھا اور وہ سب سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوکر خلافت کے بارے میں بات چیت میں مشغول تھے، ابوبکر اور ان کے ساتھیوں نے انصار کی اُس پارٹی سے طاقت کی زبان استعمال کی اور کسی نہ کسی طرح حقائق پر پردہ ڈال کر اور ان کی آنکھوں میں دھول جھونک کر سہی انھیں زیر کرلیا جو اپنے دوسرے دھڑے پر غلبہ پانے کی کوشش کررہے تھے ۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ جب ابوبکر نے یہ اشارہ کیا کہ تم لوگ عمر بن خطاب اور ابو عبیدہ میں سے جس کی بیعت کرنا چاہو کرسکتے ہو تو عمر نے فوراً یہ کہا : تمہاری زندگی میں یہ کیسے ممکن ہے ؟کسی کو ہرگز یہ اختیار نہیں ہے کہ رسول اللہ نے تمہیں جو مقام عنایت کیا ہے کوئی تمہیں اس مقام سے نیچے اتار دے[1] ۔

یہ جواب ان دونوں کے تیار کردہ اس منصوبہ کی طرف بہترین اشارہ ہے جس کے نتیجہ میں ابوبکر کی بیعت لی گئی تھی، اور یہ کہ عین اسی وقت حضرت عمر نے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے رائے عامہ کو اس طرح گمراہ کرنے کی کوشش کی کہ جیسے انھیں پیغمبر اکرم نے ہی اپنا جانشین منتخب کیا ہو جیسا کہ ان کے اس جملہ ''کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ رسول اللہ نے تمہیں جو مقام عطا کیا ہے وہ تم کو اس سے پیچھے ڈھکیل دے ''کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ حیات پیغمبر لکھنے والے تمام قدیم مورخین و محدثین اور وہ موثق

---

[1] سقیفہ کے تفصیلی واقعات کے لئے ملاحظہ فرمائیے :سیرۂ ابن ہشام :۳،۳۳۵،۳۳۴؛ تاریخ طبری ۱۱.ھ ـــہ کے واقعات ۲،۲۴۳؛ انساب الاشراف :۱،۵۶۳، ۵۶۷؛ طبقات ابن سعد :۲ق۲،۵۴،۵۳؛ تاریخ ابو الفداء :۱،۱۶۴؛ شرح نہج البلاغہ (ابی الحدید) ۲،۵۷،۲۱؛ حیاۃ الامام الحسن بن علی: ۱،۱۵۰۔

حضرات جنھوں نے آپ کی حدیثوں کی حفاظت کی ہے اور انھیں اپنی آئندہ نسلوں تک منتقل کیا ہے ان میں سے کسی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ وہ عہدہ جس کے لئے ابن خطاب اور ان کے ہم نواؤں نے یہ سب کچھ کیا ہے اس کے لئے پیغمبرؐ نے (چاہے دور سے ہی سہی)ان کے حق میں کبھی کوئی اشارہ کیا ہو۔ بلکہ ان کے ساتھ تو پیغمبر کا برتاؤ کچھ اس کے برخلاف ہی نظر آتا ہے یعنی آپ نے نہ ہی ان کو کوئی عہدہ دیا ہے اور نہ ہی کوئی ایسی ذمہ داری سونپی ہے جسے دوسروں پر ان کا کوئی امتیاز قرار دیا جا سکے اور بالفرض اگر انھیں کسی جنگ میں بھیج بھی دیا جیسے غزوۂ ذات السلاسل یا کسی جنگ میں لشکر کا علم ان کے حوالہ کردیا جیسے جنگ خیبر میں دیکھنے میں آیا تو وہ وہاں سے مغلوب ہوکر سر جھکائے ہوئے واپس پلٹ آئے ۔

اپنی عمر کے تقریبا بالکل آخری دور میں جب آنحضرتؐ کو اپنی موت کے نزدیک ہونے کا یقین تھا پیغمبر اکرمؐ نے انھیں اور عمر دونوں کو ہی اسامہ بن زید کی سرداری مدینہ چھوڑنے کا حکم دے دیا تھا جو ایک عام سپاہی تھے اس وقت اسامہ بن زید کی عمر (آخری اندازہ کے مطابق)بیس سال سے زیادہ نہیں تھی ۔ رہا پیغمبرؐ کے مرض الموت میں ابو بکر کے نماز پڑھانے کا قصہ جس کی طرف ابو عبیدہ نے انصار سے گفتگو کے دوران اشارہ کیا تھا ،تو یہ کوئی خاص بات نہیں ہے کیونکہ یہ ہمیشہ سے ایک عام بات رہی ہے کہ چھوٹا ،بڑا اور فاضل و مفضول ایک دوسرے کی امامت اور اقتداء کرتے رہے ہیں اور اگر امامت کی بھی ہو تو اس سے کسی پر کوئی فوقیت پیدا نہیں ہوتی ہے ،اور یہ شرف انبیاء و مرسلین یا قدیسین سے مخصوص نہیں ہے ،اور اس کے لئے بھی انھیں ان کی بیٹی عائشہ نے اس وقت بلایا تھا کہ جب پیغمبر اکرمؐ بستر سے نہیں اٹھ پا رہے تھے اور جب آپ کو اس کا علم ہوا تو حضرت علیؑ اور عباس کے کاندھوں کا سہارا لیتے ہوئے مسجد میں تشریف لے آئے اور انھیں محراب سے ہٹا دیا اور اسی حالت میں نماز پڑھائی جب کہ بیماری کی وجہ سے آپ کو سخت تکلیف تھی ۔

اور سب سے عجیب بات جو عقل و منطق کے کسی معیار پر پوری نہیں اترتی یہی ہے مگر اسے محدثین و علمائے اہلسنت نے حضرت ابو بکر کی ایسی فضیلت بنا دیا جو انہیں خلافت کا اہل بنا دیتی ہے جب کہ اسی کے ساتھ وہ یہ اعتراف بھی کرتے ہیں کہ شب ہجرت

میدان احد، جنگ خندق، صلح حدیبیہ، جنگ خیبر، حنین، تبوک، اور غدیر خم نیز مکہ و مدینہ میں مواخات جیسے اہم واقعات میں حضرت علیؑ نے حضور اکرم کے ساتھ اہم کردار ادا کیا ہے اور وہ ان تمام باتوں کو حضرت علیؑ کے لئے نہ صرف یہ کہ خلافت کی دلیل کے طور پر قبول نہیں کرتے بلکہ اسے اس کا اشارہ تک قرار نہیں دیتے جب کہ حضرت ابوبکر کی دو رکعت کی امامت کو مسلمانوں کی خلافت، قیادت و رہبری اور انھیں اس کے لائق قرار دینے کی واضح دلیل بنا دیتے ہیں ۔

نیز یہ کہ سقیفہ میں انصار کا اجتماع دراصل مہاجرین کے اس منصوبہ کا ردعمل تھا جس کے تحت وہ خلافت پر قبضہ کرنا چاہتے تھے، اس کی ایک دلیل وہ روایت بھی ہے جس میں زبیر بن بکار کا یہ قول نقل ہے جیسا کہ وہ کہتے ہیں : جب کچھ لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کرلی ، تو وہ انھیں مسجد میں اس طرح لے کر آئے جیسے کسی دلہن کو لایا جاتا ہے، جب شام ہوئی تو کچھ انصار اور کچھ مہاجرین جمع ہوئے اور اس بارے میں بات کرنے لگے، تو عبد الرحمٰن بن عوف نے کہا : اے گروہ انصار، اگرچہ تم اہل فضل و نصرت اور سابقین میں سے ہو لیکن تمہارے درمیان میں کوئی بھی ابوبکر، عمر، علیؑ اور ابو عبیدہ جیسا نہیں ہے ۔

تو زید بن ارقم نے کہا : اے عبد الرحمٰن جن کے فضائل کا تم نے تذکرہ کیا ہے ہم ان کے منکر نہیں ہیں مگر ہم میں سے انصار کے سردار سعد بن عبادہ ہیں اور جسے اللہ نے اپنے رسولؐ سے سلام کہلوایا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس سے قرآن لے لیں یعنی ابی بن کعب ہیں، اور اسی طرح جو روز قیامت علماء کا امام بن کر آئے گا یعنی معاذ بن جبل اور جن کی ایک گواہی کو رسول اللہ نے دو گواہوں کے برابر قرار دیا ہے یعنی خزیمہ بن ثابت انصاری، اور ہمیں معلوم ہے کہ قریش کے جن لوگوں کا تم نے نام لیا ہے ان کے درمیان وہ بھی ہے کہ اگر وہ خلافت کا مطالبہ کرے تو اس بارے میں کوئی ان کا پاسنگ بھی نہیں ہے اور وہ علی بن ابی طالبؑ ہیں ۔

تاریخ طبری میں ہے کہ جب ابوبکر نے خلافت کے لئے دو افراد یعنی ابو عبیدہ اور عمر بن خطاب کا نام پیش کیا اور وہ دونوں ابوبکر کے لئے اصرار کرنے لگے تو انصار نے کہا : ہم علی بن ابی طالب کے علاوہ کسی کی بیعت نہیں کریں گے[1] ۔ یہ دونوں روایتیں اس

[1] تاریخ طبری :۴،۲۱، بیروت دار الفکر ۔

بات کی واضح دلیل ہیں کہ اگر مہاجرین کی طرف سے حضرت علی کا نام پیش کیا جاتا تو وہ آپ کے مقابلہ میں نہ کھڑے ہوتے جس کا مطلب یہ ہے کہ سقیفہ میں ان کا ابوبکر کے مقابلہ میں کھڑا ہونا دراصل ان کے اس منصوبہ کی مخالفت میں تھا جسے قریش نے خلافت پر قبضہ کرنے اور اس کے شرعی حقداروں سے چھین لینے کے لئے تیار کیا تھا ۔

استاد توفیق ابو علم اپنی کتاب ''اہل البیتؑ '' میں کہتے ہیں : کوئی بعید نہیں ہے کہ جب سعد بن عبادہ نے مہاجرین کا یہ پختہ ارادہ بھانپ لیا کہ وہ حق کو صاحبان حق تک نہیں جانے دیں گے تو انھوں نے اس کے لئے اپنا نام پیش کردیا ہو۔ بہر حال اصل حقیقت چاہے جو کچھ بھی ہو، لیکن حضرت علیؑ کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ کا طرز عمل اور مختلف مواقع پر آپ کی تصریحات کی بنا پر آپ جمہور مسلمین کے ایک بڑے حصہ کے نظریہ کے مطابق ان کے حاکم تھے حتی کہ حضرت علیؑ بھی اس بارے میں پر اعتماد تھے کہ خلافت انھیں کا حق ہے۔

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں تحریر کیا ہے : حضرت علیؑ کو اس بارے میں کوئی شک نہیں تھا کہ خلافت ان کا حق ہے اور اس سلسلہ میں کوئی بھی ان کا مد مقابل نہیں ہے، وہ مزید کہتے ہیں: اور ان سے ان کے چچا عباس نے کہا : اپنا ہاتھ بڑھاؤ تاکہ یہ کہا جا سکے کہ رسولؐ کے چچا نے رسول کے ابن عم کی بیعت کرلی ہے تاکہ تمہارے بارے میں کوئی دو آدمی بھی اختلاف نہ کریں تو انھوں نے کہا : اے چچا ، کیا میرے علاوہ بھی کوئی اس کا دعوے دار ہے ؟ تو انھوں نے کہا جلد ہی تمہیں معلوم ہوجائے گا پھر آپ نے فرمایا : اس درد سری میں مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے ۔

چنانچہ وہ اور ان کے ساتھی اس وقت انگشت بدنداں رہ گئے کہ جب انھوں نے اس عجیب و غریب حادثہ کی خبر سنی اور یہ دیکھا کہ لوگ ابوبکر کو اس طرح مسجد میں لارہے ہیں جیسے کسی دلہن کو لایا جاتا ہے جب کہ حضور اکرم کا جنازہ ابھی تک آنحضرتؐ کے گھر میں ہی موجود تھا اور آپ کے اہل خانہ اور ازواج آپ کو سپرد خاک کئے جانے کے منتظر تھے اور جب حضرت علی علیہ السلام کو یہ

معلوم ہوا کہ ابوبکر نے اپنے مخالف انصار کے سامنے رسول اللہ سے اپنی قرابت اور اپنے سابق الاسلام ہونے کو دلیل کے طور پر پیش کیا تھا تو ان کے لئے بھی یہ ضروری تھا کہ وہ بھی ان کو انھیں دلیلوں سے لاچار کر دیتے جو انہوں نے دوسروں کے سامنے پیش کی تھیں اور اگر وہ ان دلائل کو صحیح تسلیم نہ کرتے یا انھیں قبول کرنے سے انکار کرتے تو آپ کے لئے عین ممکن تھا کہ ان کے سامنے ایسی دسیوں دلیلیں پیش کردیتے جن میں کسی قسم کے بحث و مباحثہ اور غور و فکر کی گنجائش نہیں تھی البتہ اگر ان کے پاس دلیل و منطق کا کوئی خانہ ہوتا !اور آپ ان کوان کے ان ہی دلائل سے خاموش کردیتے جن پر وہ خود مصر تھے،اگرچہ اس کے باوجود بھی آپ نے انھیں باتوں کو دلیل بناکر پیش کیا جن کے ذریعہ انہوں نے انصار پر غلبہ حاصل کرلیا تھا ،نیز اپنے بارے میں رسول اللہ کے اقوال، نصوص اپنا ماضی، جہاد ،رسول خدا سے اخوت جیسے دلائل بھی پیش کئے اور مسلسل اپنے حق کا مطالبہ کرتے رہے اور آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ سیدۂ نساء عالمین جناب فاطمہ زہرا فدک کے ساتھ اپنے شوہر نامدار کی خلافت کا مطالبہ بھی کرتی رہیں ۔

اکثر راویوں نے نقل کیا ہے کہ ابو سفیان نے حضرت علیؑ کو بھڑکانے کی کوشش کی تھی اور آپ کو ان سے ڈراکر سبز باغ دکھانے کی کوشش کرتے ہوئے یہ کہا : خدا کی قسم میں ان کے خلاف مدینہ کو گھوڑوں اور سواروں سے بھردوں گا ،اور حضرت علی کو بخوبی معلوم تھا کہ یہ مسلمانوں کے درمیان فتنہ کو ہوا دے کر انھیں آپس میں لڑانا چاہتا ہے تاکہ اسے اور اس جیسے ان تمام لوگوں کو جنھوں نے اپنے دلوں میں شرک و نفاق کو چھپا رکھا ہے موقع مل جائے اور وہ اپنے اسلام دشمن مقاصد کے تحت ان مسلمانوں سے اپنا بدلہ چکا سکیں جن سے بیس سال تک ابو سفیان نے جنگ کی تھی،اور اسی وجہ سے فتح مکہ کے موقع پر اس کا اور اس کی بیوی ہندہ جگر خوارہ کا اسلام مسلمانوں کے درمیان سب سے زیادہ ناگواری میں قبول کیا جانے والا اسلام تھا ۔ کیونکہ یہ اس مغلوب کا اسلام تھا جس کے اوپر ہر طرف سے راستے بند ہوچکے تھے اور اس کے لئے مسلمانوں کی صف میں داخل ہونے کے علاوہ کوئی اور چارۂ کار باقی نہیں رہ گیا تھا جب کہ ان دونوں کے دل کینے سے بھرے ہوئے تھے جو اس قسم کے حالات میں اکثر ظاہر ہوتا رہتا تھا ۔

طبری اور کامل ابن اثیر کی روایت میں ہے : امیر المومنین نے ابو سفیان کو ڈانٹتے ہوئے اس سے یہ کہا : خدا کی قسم فتنہ و فساد کے علاوہ تیرا کوئی ارادہ نہیں ہے اور اللہ کی قسم تو ہمیشہ سے اسلام کا بد ترین دشمن رہا ہے ہمیں تیری مدد کی کوئی ضرورت نہیں ہے[۱]۔

۲۔ سقیفہ کے نتائج واقعۂ سقیفہ میں تین قسم کے مخالف سامنے آئے: ۱۔انصار : جنھوں نے سقیفہ میں خلیفہ اور ان کے دونوں ہمنواؤں کی جم کر مخالفت کی یہاں تک کہ ان کے درمیان زبانی تکرار کے ساتھ لڑائی کی نوبت تک آگئی اور بالآخر عربوں کی دینی وراثت والی ذہنیت اور انصار کے دو دھڑوں میں تقسیم ہوجانے اور ان کے پرانے جھگڑوں کے سر ابھارنے کی وجہ سے اس کا خاتمہ قریش کی کامیابی پر ہوا[۲]۔

دراصل اپنے دفاع کے لئے ان کا سارا زور اسی نکتہ پر تھا جو ان کے خیال میں ان کا حق تھا اور بہت سے لوگوں کی نظر میں عزت و شرف کا ذریعہ بھی تھا کیونکہ قریش رسول اللہ کے خاندان والے اور ان کے اقرباء تھے لہٰذا وہ دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں آپ کی خلافت و حکومت کے زیادہ حقدار تھے اسی وجہ سے ابوبکر اور ان کی تائید کرنے والوں نے سقیفہ میں انصار کے اجتماع سے دوہرا فائدہ اٹھایا : پہلے یہ کہ : انصار نے ایسا راستہ (طریقۂ کار)اپنایا تھا جو انہیں حضرت علی ـ کی صف میں کھڑے ہونے اور آپ کی لیاقت و حکومت اور استحقاق کو اپنے لئے استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا ۔

دوسرے یہ کہ :ابوبکر کا ان حالات نے اس طرح ساتھ دیا کہ انہیں انصار کے مجمع میں مہاجرین کے حقوق کا تنہا مدافع بنا ڈالا اور انھیں اپنی مصلحتوں کے لئے سقیفہ سے بہتر پلیٹ فارم نہیں مل سکتا تھا کیونکہ اس وقت اس پلیٹ فارم پر ایسے بڑے بڑے مہاجرین موجود نہیں تھے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی وہاں موجود ہوتا تو پھر اس دن سقیفہ کا قصہ تمام نہیں ہوسکتا تھا ۔ جب

---

[۱] سیرۂ ائمہ اثنا عشر :۱،۲۶۰تا ۲۶۷۔
[۲] تاریخ طبری :۴،۲۵،ط ،دار الفکر ، بیروت ۔

ابوبکر سقیفہ سے باہر نکلے تو ان کی بیعت صرف ان بعض مسلمانوں نے کی تھی جنہیں اس میں کچھ حصہ مل چکا تھا یا پھروہ اس پر کسی طرح بھی سعد بن عبادہ کا قبضہ نہیں دیکھنا چاہتے تھے ۔

۲۔ بنی امیہ : جن کا ارادہ یہ تھا کہ انھیں بھی حکومت میں کچھ حصہ مل جائے تاکہ وہ اپنی کھوئی ہوئی اس سیاسی طاقت کی تلافی کر سکیں جواسلام آنے کے بعد ان کے ہاتھ سے نکل چکی تھی ۔ ان میں سب سے آگے آگے ابو سفیان تھا اور حاکم جماعت (یعنی ابوبکر اور ان کے ساتھی) کوبنی امیہ کی مخالفت خاص طور سے ابوسفیان کی دھمکیوں اور اس کو پیغمبر اکرم نے اموال جمع کرنے کے لئے جس سفر پر بھیجا تھا اس سے واپسی پر اس نے ان کی حکومت کا تختہ الٹنے کی جو دھمکی دی تھی انھیں اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی، کیونکہ وہ بنی امیہ کی فطری دولت پرستی سے بخوبی واقف تھے اور اس طرح بنی امیہ کو حکومت کی طرف جھکانا بہت آسان تھا جیسا کہ ابوبکر نے یہی کیا تھا کہ انھوں نے اپنے بلکہ (ایک نقل کے مطابق) عمر نے ان کے لئے یہ جائز کردیا تھا کہ مسلمانوں کے جو اموال اور زکات ابوسفیان کے پاس ہیں انھیں اسی کے حوالہ کردیا جائے اور اس کے علاوہ بھی بنی امیہ کے لئے حکومت کے کئی اہم دروازوں سے کچھ حصے مخصوص کردئے گئے ۔

۳۔بنی ہاشم اور ان کے قریبی چاہنے والے جیسے جناب سلمان،ابوذر، مقداد رضوان اللہ تعالیٰ علیہم جو یہ سمجھتے تھے کہ فطری اور سیاسی اعتبار سے ہاشمی گھرانہ ہی پیغمبر اکرم کا اصل وارث ہے[1] ۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حاکم طبقہ کو انصار اور بنی امیہ کے ساتھ رکھ رکھاؤ اور ان سے امتیاز حاصل کرنے میں کسی طرح کامیابی ملی ۔ لیکن اسی کامیابی نے اسے ایک واضح سیاسی ٹکراؤ سے دوچار کردیا کیونکہ سقیفہ کے حالات کا تقاضا تو یہی تھا کہ حاکم طبقہ رسول اللہ کی قرابت کو مسئلہ خلافت کی اہم گوٹ قرار دے دے اور دینی قیادت کے لئے وراثت کے راستہ کو پختہ کردے لیکن سقیفہ کے بعد یہ صورت حال یکسر تبدیل ہوگئی اور اس مسئلہ نے اس انداز سے دوسرا رنگ اختیار کرلیا کہ اگر رسول اللہ کی قرابت کی وجہ سے آپ کی خلافت کے لئے قریش تمام عربوں سے اولیٰ ہیں تو بنی ہاشم بقیہ قریش

[1] فدک تاریخ کی روشنی میں شہید محمد باقر الصدر ،۸۴۔

کے مقابلہ میں اس کے زیادہ سزاوار اور مستحق ہیں ۔ اس کا اعلان حضرت علیؑ نے ان الفاظ میں کیا تھا: جب ان کے اوپر مہاجرین نے رسول اللہ کی قرابت کو حجت بنا کر پیش کیا تھا تو یہی پہلو مہاجرین کے اوپر ہماری حجت ہے اور اگر ان کی دلیل ناقص ہو جائے تو بھی ہمارے پاس دلیل موجود ہے نہ کہ ان کے لئے ورنہ انصار کا مطالبہ اپنی جگہ پر باقی ہے ۔ اسی بات کی وضاحت جناب عباس نے حضرت ابوبکر سے اپنی ایک گفتگو میں اس طرح فرمائی ہے: اور تمہارا یہ کہنا کہ ہم رسول اللہ کے شجرہ سے ہیں '' تو پھر ''تم تو اس شجرہ کے پڑوسی ہو اور ہم اس کی شاخیں ہیں[۱] '' ۔

نیز حضرت علیؑ کو معلوم تھا کہ حاکم طبقہ کے دلوں میں موجودہ دہشت کی بنیاد بنی ہاشم کی مخالفت ہے کیونکہ ان کے مخصوص حالات اور (وسائل) اس نو مولود حکومت کے خلاف دو مثبت پہلوؤں سے مددگار ثابت ہوں گے ۔ ا۔ حکومت کی دشمن پارٹیوں کو اپنے ساتھ ملا لیا جائے جیسے بنی امیہ اور مغیرہ بنی شعبہ وغیرہ جنھوں نے اپنی حمایت کی نیلامی کی بولی لگانا شروع کر دی تھی اور وہ ہر رخ کو نظر میں رکھ کر اس کی بھاری سے بھاری قیمت وصول کرنا چاہتے تھے، جس کا پتہ ہمیں ابو سفیان کی اس بات سے لگتا ہے جو اس نے مدینہ پہنچتے ہی سقیفائی خلافت کے سامنے رکھی تھی، نیز اس نے حضرت علیؑ کو اکسانے کی کوشش کی اور جب خلیفہ نے اسے مسلمانوں کے وہ تمام اموال بخش دئے جنہیں وہ اپنے سفر کے دوران وصول کر کے لایا تھا تو پھر وہ خلیفہ کی طرف جھک گیا کیونکہ اس زمانہ میں عام طور سے لوگوں کی ایک جماعت کے اوپر زرپرستی کا غلبہ تھا۔ اور یہ واضح ہے کہ رسول اللہ نے جو خمس، یا مدینہ کی آراضی کے غلات یا فدک جیسے سرمائے چھوڑے تھے اور ان کی ایک بڑی آمدنی تھی حضرت علیؑ ان کے ذریعہ ان تمام لوگوں کے منھ بند کر سکتے تھے ۔ دوسرے یہ کہ حضرت علیؑ کے پاس ان کے مقابلہ کے لئے آسان حربہ یہ تھا جس کی طرف آپ نے خود بھی یہ کہہ کر اشارہ فرمایا ہے: ''احتجوا بالشجرۃ و اضاعوا الثمرۃ '' انھوں نے شجرہ (پیڑ) کو تو حجت بنا لیا مگر اس کے پھل کو ضائع کر ڈالا ۔

---

[۱] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید :۶؍۵۔

یعنی چونکہ اس وقت رائے عامہ اہل بیتؑ کی تقدیس اور ان کے احترام کے بارے میں متفق تھی اور انھیں رسول اللہ کی قرابتداری کی بنا پر ایک خاص امتیاز حاصل تھا اور یہی ان کی مخالفت کے برحق ہونے کی ایک مضبوط سند تھی[1]۔

برسر اقتدار پارٹی کے اقدامات

پہلا اقدام ؛ حضرت علیؑ کی مالی قوت کمزور کرنا بر سر اقتدار طبقہ کے سامنے بڑی سخت صورتحال پیدا ہوگئی تھی کیونکہ اسلامی مملکت کے جن ثروتمند طبقوں سے حکومت کا خزانہ چلتا تھا انھوں نے اس وقت تک نئی حکومت کے سامنے سر جھکانے سے انکار کردیا تھا جب تک کہ خود مدینہ کے اندر اس کی پوزیشن مستحکم نہ ہوجائے، اور مدینہ والے سو فیصد اس کے اوپر متفق نہیں ہوسکتے تھے، کیونکہ مثلاً اگر ابو سفیان یا اس جیسے لوگوں نے اگرچہ باقاعدہ سودے بازی کر کے حکومت کی حمایت کی تھی مگر پھر بھی یہ ممکن تھا کہ کل اگر کوئی دوسرا انھیں اس سے زیادہ مال کی پیش کش کرتا تو وہ پرانا سودا ختم کردیتے اور یہ کام حضرت علیؑ کے لئے ہر وقت آسان تھا، تو جب یہ صورتحال تھی، تو اس وقت حضرت علیؑ سے ان کی مالی طاقت ختم کرنا حکومت کے لئے یقیناً ضروری تھا کیونکہ وہ اس وقت تو مقابلہ کے لئے آمادہ نہیں تھے ۔

مگر ان کا سرمایہ جو کسی بھی وقت بر سر اقتدار طبقہ کے مصالح کو خطرات سے دوچار کرسکتا تھا تاکہ اس کے ذریعہ انصار حکومت کی حمایت پر باقی رہیں اور اس کے مخالفین اہل حرص و طمع لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرکے ایک پارٹی کی شکل میں ان کے مقابلہ کے لئے سر ابھارنے کے لائق نہ رہ جائیں ۔اس تجزیہ کو بر سر اقتدار طبقہ کی سیاست سے بعید قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ یہ تجزیہ ان کی اس سیاست کے عین مطابق ہے جس کے بغیر ان کے پاس کوئی چارۂ کار نہیں تھا اور خاص طور سے جب کہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ ابوبکر نے بنی امیہ کو اس وقت دولت و حکومت دونوں کے ذریعہ خرید لیا تھا جب ابو سفیان کے بیٹے کو گورنر بنایا تھا جیسا کہ

---

[1] فدک فی التاریخ ؛شہید محمد باقر الصدر ۸۶۔

روایت میں ہے کہ جب ابوبکر خلیفہ بنادئے گئے تو ابو سفیان نے کہا : ہمیں اور ابو فصیل کو کیا ملے گا؟ کہ وہ بھی اولاد عبد مناف میں سے ہے، تو اسے یہ جواب دیا گیا ،اس نے تمہارے بیٹے کو گورنری دے دی ہے تو اس نے کہا تم نے صلۂ رحم کیا ہے[1]۔

دوسرا اقدام ؛ امامؑ کی مخالفت کا سامنا بر سر اقتدار طبقہ اس کشمکش میں پڑگیا کہ دوسرے پلیٹ فارم کا سامنا کس طرح کیا جائے اور اس کے مقابلہ کے لئے مندرجہ ذیل دو صورتوں میں سے کون سا طریقۂ کار زیادہ مستحکم رہے گا ؟ ۔ا۔ رسول اکرمؐ کی قرابت داری کو کوئی اہمیت نہ دی جائے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ ابوبکر کی خلافت کے اوپر سے وہ شرعی لبادہ اتار دیا جائے جو اس نے سقیفہ کے دن زیب تن کیا تھا ۔

۲۔ اپنی ہی بات کاٹ کر خود اپنی مخالفت کر بیٹھیں یعنی سقیفہ میں جن چیزوں کا اعلان کیا گیا ہے ان پر ثابت قدم رہیں لیکن بنی ہاشم کو کسی قسم کا کوئی حق اور امتیاز نہ دیا جائے اور اگر انھیں کوئی رعایت دی بھی جائے تو وہ ایسی ہو کہ ان لوگوں نے جو حکومت تیار کی ہے اور اس بارے میں جو معاہدے ہوئے ہیں اس سے ان کے ٹکراؤ کا کوئی امکان نہ ہو اور جب ایسا ہوگا تو پھر کوئی بھی بنی ہاشم کی مدد نہیں کرے گا ۔چنانچہ اقتدار پر قابض طبقہ نے یہی ترجیح دی کہ انصار کی میٹنگ میں انھوں نے جن نظریات کی ترویج کی تھی انھیں کو مزید مستحکم بنایا جائے اور اپنے مخالفوں پر یہ اعتراض کردیا جائے کہ خلیفہ کی بیعت کے بعد ان لوگوں کی مخالفت صرف ایک نیا فتنہ ہے جو اسلام میں حرام ہے[2]۔

آل محمدؐ کے مقابلہ کے لئے دوسرے عملی اقدامات

جب ہم سلاطین سقیفہ کی سیاست پر مزید غور و فکر کرتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے اقتصادیات مضبوط کرنے کے ساتھ ساتھ شروع سے ہی آل محمدؐ کے مقابلہ میں ایک خاص قسم کی سیاست اپنائے رکھی تاکہ اس طرز فکر پر کنٹرول کیا جاسکے جس

[1] تاریخ طبری :۲۸،۴۔
[2] فدک تاریخ کی روشنی میں شہید محمد باقر الصدر ،۹۱۔

کی پشت پناہی کی بنا پر بنی ہاشم ان کی مخالفت پر کمر بستہ تھے جس طرح کہ انھوں نے اپنی مخالفت کا ہی گلا گھونٹ دیا تھا ۔ اور یہ سب اس کے باوجود تھا کہ جب بنی ہاشم رسول اللہ کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار تھے ۔ ہم اس سیاست کا اس طرح تجزیہ کر سکتے ہیں کہ اس سیاست کا اصلی مقصد ہاشمی گھرانہ کی تمام مراعات کو ختم کرکے ان کے تمام چاہنے والے مخلصوں کو اہم حکومتی عہدوں سے دور رکھنا تھا اور مسلمانوں کے درمیان ان کی جو قدر و منزلت تھی اسے بالکل ختم کردینا تھا چنانچہ ہمارے اس نظریہ کی تائید مندرجہ ذیل تاریخی حادثات سے ہوتی ہے ۔ ۱۔ حضرت علیؑ کے ساتھ خلیفہ اور ان کے ہمنواؤں کا بیحد سخت رویہ حتی کہ عمر کی یہ دھمکی کہ ان کے گھر کو آگ لگا کر جلا دیا جائے گا چاہے اس کے اندر فاطمہؑ ہی کیوں نہ ہوں! جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ چاہے جناب فاطمہؑ یا بنی ہاشم کی اور کوئی محترم شخصیت ہی کیوں نہ ہو اس کا احترام ان کے راستہ میں حائل نہیں ہوسکتا اور وہ اس کے ساتھ بھی بالکل ویسا ہی سلوک کریں گے جو سقیفہ کے دن سعد بن عبادہ کے ساتھ کیا تھا لوگوں کو ان کے قتل کرنے کا حکم تک دے دیا تھا اور اس تشدد کی ایک اور شکل، حضرت علیؑ کے بارے میں خلیفہ کا یہ کہنا ہے کہ وہی سارے فتنہ کی جڑ ہیں یا ان کی یہ مثال دینا کہ وہ ایک لومڑی کی طرح ہیں (معاذاللہ) یا عمر نے حضرت علیؑ سے یہ کہا تھا: رسول اللہ ہم میں سے اور تم میں سے ہیں ۔

۲۔ خلیفہ اول نے کسی بھی ہاشمی کو حکومت کے کسی اہم کام میں دخیل نہیں ہونے دیا اور نہ ہی ان کو اتنی وسیع مملکت اسلامیہ کی کسی ایک بالشت زمین کا حاکم (گورنر) بنایا جب کہ بنی امیہ کا اس میں ایک وافر حصہ تھا بلکہ خلیفۂ دوم اور ابن عباس کی گفتگو سے ہم بآسانی یہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ سب ایک سوچی سمجھی سیاست کے تحت کیا گیا تھا جب انھوں نے ان کو ''حمص'' کا گورنر بنایا تو اس خوف کا اظہار کیا تھا کہ اگر بنی ہاشم اسلامی مملکت کے مختلف علاقوں کے حاکم ہوگئے اور اسی دوران خلیفہ کا انتقال ہوگیا تو اس سے خلافت کی بری طرح کایا پلٹ ہوسکتی ہے جو انھیں ہرگز پسند نہیں ہے[1] ۔

---

[1] مروج الذہب ؛ تاریخ ابن اثیر کی پانچویں جلد کے حاشیہ پر ۱۳۵۔

۳۔ خلیفۂ اول کا خالد بن سعید بن عاص کو فتح شام کے لئے بھیجے جانے والے لشکر کی سپہ سالاری سے معزول کرنا جس کی وجہ اس کے علاوہ کچھ نہیں تھی کہ عمر نے خالد کے ہاشمیوں اور اہل بیتؑ پیغمبر اکرمؐ کی طرف ان کے رجحان اور وفات پیغمبر کے بعد ان کے بارے میں ان کے دوستانہ رویہ کی وجہ سے خلیفۂ اول کے کان بھر دئے تھے ۔

مختصر یہ کہ برسر اقتدار طبقہ کی ساری کوشش یہ تھی کہ بنی ہاشم اور دوسرے تمام مسلمانوں کو ہر لحاظ سے ایک صف میں کھڑا کردیا جائے اور رسول اللہ سے ان کو جو خاص نسبت ہے اس کی اہمیت کو ختم کردیا جائے تاکہ اس طرز تفکر کا خاتمہ ہوجائے جس کے بل بوتے پر بنی ہاشم کی مخالفت میں سارا زور ہے اور حتی کہ اگر ارباب خلافت کو یہ اطمینان بھی ہوتا کہ حضرت علیؑ اس وقت اسلام کو درپیش خطرات کے پیش نظر ان کے خلاف انقلاب برپا نہیں کریں گے مگر اس کے باوجود ان کا دل اس طرف سے ہرگز مطمئن نہیں تھا کہ وہ کسی بھی وقت ان کے خلاف قیام کر سکتے ہیں، لہٰذا یہ ایک فطری تقاضا تھا کہ جب تک سکون کا ماحول ہے اور اس سے پہلے کہ آپ ان کے خلاف انھیں نگل جانے والی مہم شروع کریں وہ آپ کی مادی طاقت (فدک)اور معنوی طاقت(خلافت) پر اپنا کنٹرول قائم کرلیں ۔

۴۔ لہٰذا اس کے بعد یہ ایک سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ خلیفہ وہ تاریخی حکم صادر کردیں جو حقِ جناب فاطمہؑ یا ''قصۂ فدک'' کے نام سے مشہور ہے ۔ اور یہ ایسا ہتھکنڈہ تھا جس سے خلافت کے دونوں سیاسی منصوبے ایک ساتھ پورے ہوگئے کیونکہ جن اسباب کی بنا پر انھوں نے اپنے کارندے بھیج کر جناب فاطمہؑ سے فدک کا علاقہ چھینا تھا ان کا تقاضا یہی تھا کہ اپنے مخالف سے اس کی وہ دولت چھین لی جائے جو اس دور کے لحاظ سے ایک مضبوط اسلحہ تھا اور اس کی بنا پر ان کی حکومت کو ہر لحہ خطرہ لاحق رہتا ، ورنہ اگر یہ وجہ نہ ہوتی تو انھیں فدک جناب فاطمہؑ کے حوالہ کرنے میں کون سی پریشانی تھی کہ جب آپ نے ان سے یہ پختہ وعدہ کرلیا تھا کہ آپ اس کی آمدنی کو صرف کارخیر اور عوام کی بھلائی کے راستوں میں خرچ کریں گی ؟ مگر کیا کیا جائے کہ خلیفہ کو یہ ڈر تھا کہ کہیں وہ (معاذ اللہ)وعدہ خلافی نہ کربیٹھیں اور فدک کا کل سرمایہ سیاسی میدان میں پانی کی طرح نہ بہادیا جائے اور مزید یہ کہ اگر بالفرض یہ ثابت

بھی ہوجائے کہ فدک مسلمانوں کا حق تھا تو انہوں نے جناب فاطمہؑ کو اس میں سے ان کا وہ حق کیوں نہیں دیا جو تمام صحابہ کو دیا گیا تھا؟ جسکے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ اس کے ذریعہ اپنی خلافت کو مضبوط کرنا چاہتے تھے ۔ نیز یہ کہ ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ جناب فاطمہؑ اپنے شوہر نامدار کی حقانیت کی ایک زندہ دلیل تھیں اور حضرت علیؑ کے چاہنے والے آپ کو باقاعدہ ایک زندہ سند کے طور پر پیش کرتے تھے اس سے ہمارے لئے یہ بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ فدک سے متعلق حضرت فاطمہؑ کے دعوے کے مقابلہ میں خلیفہ کی پوری کوشش یہی تھی کہ وہ اپنے سیاسی منصوبہ کے تحت بالکل اسی راستے پر چلتے رہیں جس پر چلنا اس وقت کا تقاضا تھا ،چنانچہ خلیفہ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور نہایت زیرکی کے ساتھ بالواسطہ انداز میں عام مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی کہ جناب فاطمہؑ عام عورتوں کی طرح ایک خاتون ہیں لہٰذا فدک جیسے عام معاملات میں ان کی رائے یا ان کا دعویٰ قبول کرنا صحیح نہیں ہے چہ جائیکہ خلافت جیسے اہم مسئلہ میں ؟!اور جب وہ ایک ایسی زمین کا مطالبہ کرسکتی ہیں جو ان کا حق نہیں ہے تو پھر عین ممکن ہے کہ وہ آئندہ اپنے شوہر کے لئے پوری مملکت اسلامیہ کا مطالبہ کربیٹھیں جب کہ وہ اس کے حقدار نہیں ہیں[1] ۔

۳۔فدک نبی اکرم اور حضرت فاطمہؑ زہرا کے درمیان:اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :(فآت ذا القربیٰ حقہ و المسکین و ابن السبیل ذلک خیر للّذین یریدون وجہ اللہ و اولئک ہم المفلحون[2]) ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس آیت میں خداوند عالم نے نبی اکرم کو یہ حکم دیا ہے کہ قرابداروں کو ان کا حق دے دیں، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کے قرابدار کون لوگ ہیں ؟ اور ان کا حق کیا ہے ؟ تو اس بارے میں مفسرین کا اتفاق ہے کہ قرابداروں سے آپ کے قریبی رشتہ دار یعنی حضرت علیؑ فاطمہؑ اور حسن و حسین مراد ہیں، جس کے یہ معنی ہوں گے کہ اپنے ان قرابداروں کو ان کا حق دے دیجئے۔ سیوطی کی تفسیر در المنثور میں ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ : جب یہ آیت (فآت ذا القربیٰ حقہ...) نازل ہوئی تو رسولؐ اللہ نے جناب فاطمہؑ کو بلایا اور انھیں فدک عطا کردیا[3] ۔

---

[1] مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے فدک تاریخ کی روشنی میں،۹۲۔
[2] روم ۳۰,۳۸۔
[3] در المنثور :۴,۱۷۷، کشف الغمہ :۱, ۴۷۶، ازعطیہ ، تاریخ حاکم نیشاپوری۔

ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں نقل کیا ہے کہ عمر نے کہا: میں تمھیں اس امر کے بارے میں بتائے دیتا ہوں کہ خداوند عالم نے یہ حصہ اپنے پیغمبر کے لئے مخصوص کردیا تھا اور اس میں سے ان کے علاوہ کسی کو کچھ بھی نہیں دیا ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے: ''وما أفاء اللہ علیٰ رسولہ منھم فما أوجفتم علیہ من خیل و لا رکاب ولکن اللہ یسلط ...''[۲] اس طرح یہ (یعنی فدک) صرف اور صرف رسول اللہ کا حق تھا۔ تاریخی اسناد سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ فدک جناب فاطمہؑ کے قبضہ میں اور آپ کے زیر تصرف تھا، نیز فدک کے آل رسولؐ کے قبضہ میں ہونے کی ایک بہترین دلیل حضرت علیؑ کا وہ خط بھی ہے جو آپ نے بصرہ میں اپنے گورنر عثمان بن حنیف کے نام لکھا تھا جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے: ''بلیٰ کانت فی أیدینا فدک من کلّ ما أظلّتہ السماء فشحّت علیھا نفوس قوم و سخت عنھا نفوس قومٍ آخرین، و نعم الحکم اللہ'''' ....آسمان کے نیچے ہمارے پاس کل ایک فدک ہی تھا جس پر ایک قوم کے کچھ لوگوں کی رال ٹپک گئی اور دوسرے لوگ اس کی وجہ سے ناراض ہوگئے اور بہترین قاضی اللہ ہے[۱]۔

بعض روایات میں اس طرح کا اشارہ ہے کہ جب ابوبکر کی حکومت مضبوط ہوگئی تو انہوں نے جناب فاطمہؑ سے فدک چھین لیا جس کے معنی یہ ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانہ سے ہی فدک حضرت فاطمہؑ کے قبضہ اور آپ کے تصرف میں تھا اور خلیفہ اول نے اسے آپ سے چھین لیا تھا۔ علامہ مجلسی کی روایات میں ہے: فدک پر قبضہ ہونے کے بعد جب رسول اللہ مدینہ پہنچے تو جناب فاطمہؑ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: ''یا بنیۃ إن اللہ قد أفاء علیٰ أبیک بفدک و اختصہ بھا، فھی لہ خاصۃ دون المسلمین، أفعل بھا ما أشاء و إنّہ قد کان لأمک خدیجۃ علیٰ أبیک مھر، إن أباک قد جعلھا لک بذلک، و أنحلھا لک ولولدک بعدک'' اے بیٹی! خداوند عالم نے تمہارے بابا کو فدک عطا فرمایا ہے اور اسے ان کے لئے مخصوص کردیا ہے لہٰذا وہ صرف انھیں کا حق ہے نہ کہ مسلمانوں کا، مجھے اس کے بارے میں ہر طرح کا اختیار ہے اور چونکہ تمہارے بابا پر تمہاری والدہ خدیجہ کا مہر تھا لہٰذا تمہارے بابا نے ان کے بدلے یہ تمھیں دے دیا ہے اور اسے تمہارے لئے اور تمہارے بعد تمہاری اولاد کے لئے اپنی طرف سے عطیہ قرار دیا ہے۔ پھر آپ نے

---

[۱] نہج البلاغہ مکتوب۴۵۔
[۲] صواعق محرقہ :۲۵۔

ایک کھال منگائی اور حضرت علیؑ کو طلب کرکے ان سے فرمایا: ''أکتب لفاطمة بفدک نحلة من رسول اللہ'' ''فاطمہؑ کے لئے رسول اللہ کا ہبہ نامہ لکھ دو'' پھر اس کے اوپر حضرت علیؑ اور رسول اللہ کے خادم نیز ام ایمن نے گواہی دی[1]۔

۴۔ غصب فدک جب رسول اکرم کی وفات ہوگئی، ابوبکر خلافت نشین ہوگئے اور دس دن گذرنے کے بعد ان کی پوزیشن مضبوط ہوگئی تو انھوں نے اپنے کارندوں کو بھیج کر فدک سے جناب فاطمہؑ کے وکیل کو باہر نکلوادیا ۔ روایت میں ہے کہ جناب فاطمہؑ نے کسی کو خلیفہ کے پاس بھیج کر ان سے یہ پوچھا : تم رسول اللہ کے وارث ہو یا ان کے گھر والے ؟ تو انھوں نے کہا: ان کے گھر والے، تو آپ نے فرمایا : رسول اللہ کا حصہ (میراث) کیا ہوا ؟ تو خلیفہ نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ''إن اللہ أطعم نبیہ طعمة'' ''بیشک خداوند عالم نے اپنے نبی کو (ان کا رزق) کھلادیا پھر ان کی روح قبض کرلی اور اسے اس کے لئے قرار دے دیا جو ان کی جگہ خلیفہ بنا ہو لہذا میں ان کے بعد خلیفہ ہوں تاکہ اسے مسلمانوں کو واپس پلٹادوں ۔

ام المومنین عائشہ سے روایت ہے کہ شہزادی کائنات نے کسی کو بھیج کر خلیفہ سے پیغمبر اکرمؐ کی میراث کا مطالبہ کیا جس میں مدینہ میں موجود پیغمبرؐ کی تمام ملکیتوں کے علاوہ فدک اور خیبر کے باقی ماندہ خمس کا مطالبہ کیا تھا، تو خلیفہ نے کہا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے : ہم کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے ہیں بلکہ ہم جو چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہے اور بیشک آل محمدؐ اس مال سے کچھ نہیں کھا سکتے ہیں ۔ اور (خدا کی قسم) میں رسول اللہ کے صدقات میں سے کسی چیز کو تبدیل نہیں کرسکتا ہوں بلکہ وہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں جس طرح تھے ان کو اسی طرح رہنے دوں گا اور اس کا وہی مصرف کروں گا جو رسول اللہ کیا کرتے تھے ۔ چنانچہ ابوبکر نے ان میں سے کچھ بھی فاطمہؑ کے حوالہ کرنے سے انکار کردیا[2] ۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے جناب فاطمہؑ سے کہا : '' إنطلقی فاطلبی میراثک من أبیک رسول اللہ (ص) فجائت إلی أبی بکر و قالت: لم تمنعنی میراثی من أبی رسول اللہ(ص) ؟ و أخرجتَ وکیلی من فدک و قد جعلھا لی رسول اللہ (ص) بأمر اللہ تعالی؟'' جاؤ اپنے بابا کی میراث میں سے اپنے حق کا مطالبہ کرو تو

---

[1] بحار الانوار:١٧،٣٧٨۔
[2] شرح نہج البلاغہ :١٦،٢١٧۔

آپ ابوبکر کے پاس گئیں اور ان سے کہا : تم نے میرے بابا کی میراث سے مجھے کیوں محروم کردیا ہے ؟ اور میرے کارندوں کو فدک سے کیوں نکال دیا؟ جب کہ مجھے وہ رسول اللہؐ نے خدا کے حکم سے عنایت فرمایا تھا ۔ تو انھوں نے کہا کہ انشاء اللہ آپ حق کے سوا کچھ نہیں کہہ رہی ہیں لیکن آپ اس کے لئے گواہ پیش کریں، تو ام ایمن آئیں اور انھوں نے خلیفہ سے کہا : اے ابوبکر میں اس وقت تک گواہی نہ دوں گی جب تک تمہارے سامنے رسول اللہؐ کے قول سے حجت تمام نہ کردوں میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتی ہوں کہ بتاؤ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رسول اللہؐ نے یہ فرمایاہے: ام ایمن اہل جنت کی خواتین میں سے ہیں ''تو خلیفہ نے جواب دیا ہاں یہی فرمایا تھا تو وہ بولیں، تو اب میں یہ گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالی نے رسول اللہ کو یہ تاکید فرمائی (فآت ذا القربی حقہ)تو آپ نے فدک کا علاقہ فاطمہؑ کو بخش دیا اور پھر علیؑ نے بھی یہی گواہی دی، تو ابوبکر نے ایک نوشتہ لکھ کر اسے آپ کے حوالہ کردیا اتنے میں عمر آگئے اور بولے یہ نوشتہ کیسا ہے ؟ تو خلیفۂ اول نے کہا کہ فاطمہؑ نے فدک کا دعویٰ کیا تھا اور ام ایمن نیز علیؑ نے ان کے حق میں گواہی دی ہے لہٰذا میں نے ان کے لئے یہ نوشتہ لکھ دیا تو عمر نے اسے جناب فاطمہؑ کے ہاتھ سے لے کر پہلے اس پر تھوکا اور پھر اسے پھاڑ کر ریزہ ریزہ کردیا ، تو شہزادی کائنات وہاں سے روتی ہوئی باہر نکل آئیں ۔ روایت میں ہے کہ ایک بار مولائے کائنات خلیفۂ اول کے پاس گئے اس وقت وہ مسجد میں تھے تو آپ نے خلیفہ سے کہا : ''یا أبا بکر لِمَ منعت فاطمة میراثها من رسول الله (ص) و قد ملکته فی حیاة رسول الله (ص) ؟'''' اے ابوبکر تم نے فاطمہؑ کواو رسول اللہ کی میراث سے کیوں محروم کردیا جب کہ وہ رسول اللہ کی زندگی سے ہی اس کی مالک تھیں ؟'' تو ابوبکر بولے، یہ مسلمانوں کا حق ہے.

لہٰذا اگر اس بارے میں گواہی پیش ہوجائے کہ آنحضرتؐ نے فدک انھیں دے دیا تھا تو ٹھیک ہے ورنہ اس میں ان کا کوئی حق نہیں ہے تو مولائے کائناتؑ نے جواب دیا : ''یاأبابکر أ تحکم فینا بخلاف حکم الله فی المسلمین ؟'' اے ابوبکر کیا تم ہمارے لئے مسلمانوں کے برعکس اللہ کا جو حکم ہے اس کے برخلاف فیصلہ کر رہے ہو؟ تو انھوں نے کہا نہیں تب آپ نے فرمایا : '' فإن کان فی ید المسلمین شیء یملکونہ، ثم ادّعیت أنا فیه، من تسأل البینة ؟'' (تو یہ بتاؤکہ)اگر کسی مسلمان کے ہاتھ میں کوئی چیز ہو اور میں اس کے اوپر

دعویٰ کرنے لگوں تو تم کس سے گواہوں کا مطالبہ کروگے ؟ تو خلیفہ بولے تم سے گواہی پیش کرنے کا مطالبہ کروں گا ۔ تو آپ نے فرمایا : ''فما بال فاطمة سألتها البيّنة علی ما فی یدہا و قد ملکتہ فی حیاۃ رسول اللہ (ص) و بعدہ، ولم تسأل المسلمین بيّنة علی ما ادّعوا شهوداً کما سألتنی علی ما ادّعیت علیهم ؟ '' تو کیا وجہ ہے کہ جو چیز رسول اللہ کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی فاطمہؑ کے قبضہ میں تھی اور وہ ان کی ملکیت بھی تھی تم ان سے گواہی پیش کرنے کو کہہ رہے ہو، اور جو مسلمان دعویٰ کر رہے ہیں ان سے کیوں گواہی طلب نہیں کرتے ہو؟ جیسا کہ تم نے میرے دعوے کے موقع پر مجھ سے گواہ پیش کرنے کا مطالبہ کیا تھا ! تو خلیفہ بالکل چپ رہ گئے ۔ تو عمر نے کہا : اے علیؑ !ہمیں اپنی باتوں سے دور ہی رکھو ہمارے اندر تمہاری حجتوں کا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں ہے اگر تم عادل گواہ لے آئے تو ٹھیک ورنہ وہ مسلمانوں کا حق ہے اور اس میں نہ تمہارا کوئی حق ہے اور نہ ہی فاطمہؑ کا حق ہے ۔

حضرت علیؑ نے کہا : ''یا أبابکر تقرأ کتاب اللہ؟ '' اے ابوبکر کیا تم کتاب خدا کی تلاوت کرتے ہو؟ وہ بولے ہاں !آپ نے فرمایا : تم مجھے یہ بتاؤ کہ یہ آیت (إنما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس أہل البیت و یطہرکم تطہیراً) کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے ؟ ہماری شان میں یا ہمارے علاوہ کسی اور کی شان میں ؟ کہنے لگے، تم لوگوں کے بارے میں، تو آپ نے فرمایا : ''فلو أن شهوداً شهدوا علیٰ فاطمة بنت رسول اللہ (ص) بفاحشة ما کنت تصنع بها؟ '' ذرا یہ بتاؤ کہ اگر چند گواہ تمہارے سامنے آکر پیغمبر اکرم کی بیٹی فاطمہؑ کے بارے میں کسی غلط بات کی گواہی دیں تو تم ان کے ساتھ کیا سلوک کروگے؟ تو ابوبکر نے کہا ان پر اسی طرح حد جاری کروں گا جس طرح دوسری مسلمان عورتوں پر حد جاری کرتا ہوں ۔

تو مولائے کائناتؑ نے جواب دیا : ''کنتَ إذن عند اللہ من الکافرین '' تب تو تم خدا کے نزدیک کافر ہوجاؤگے وہ بولے کس لئے؟ آپ نے فرمایا : ''لأنک رددت شهادة اللہ بالطہارة و قبلت شهادة الناس علیها، کما رددت حکم اللہ و حکم رسولہ أن جعل لها فدکاً و زعمت أنها فیء للمسلمین، و قد قال رسول اللہ (ص) : البيّنة علی من ادّعیٰ و الیمین علی من أنکر '' اس لئے کہ تم نے ان کی طہارت و پاکدامنی کے بارے میں اللہ کی گواہی کو ٹھکرا دیا اور اس کے بالمقابل لوگوں کی گواہی مان لی، بالکل اسی طرح جس طرح تم نے فدک

کے معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کی گواہی کو ٹھکرادیا اور اپنے خیال خام میں اسے مسلمانوں کا حق قرار دے دیا۔ جب کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ گواہی پیش کرنا اس کی ذمہ داری ہے جو مدعی ہو اور قسم اس کے لئے ہے جو منکر ہے '' یہ سنکر لوگ چلانے لگے اور ایک دوسرے کی مخالفت کرنے لگے اور یہ کہنے لگے، خدا کی قسم علیؑ سچ کہہ رہے ہیں[1]۔

۵۔ مسجد نبیؐ میں جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا خطبہ جب شہزادی کو یہ اطلاع ملی کہ ارباب خلافت نے یہ طے کرلیا ہے کہ ان کو فدک سے محروم ہی رکھا جائے تو آپ نے مسجد میں جاکر اپنی مظلومیت کا اعلان کرنے اور لوگوں کے درمیان ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمانے کا پختہ ارادہ کرلیا چنانچہ پورے مدینہ اور اس کے اطراف میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ بضعۃ الرسولؐ ریحانۂ پیغمبرؐ اپنے بابا کی مسجد میں خطبہ ارشاد فرمانے والی ہیں، یہ خبر پاکر آپ کا تاریخی خطبہ سننے کے لئے ہر طرف سے لوگ جوق در جوق مسجد نبوی میں پہنچنے لگے چنانچہ ہم سے عبد اللہ بن الحسن نے اپنے آبائے کرام کے ذریعہ سے اس خطاب کی تفصیل یوں بیان کی ہے: جب ابو بکر اور عمر نے مل کر جناب فاطمہؑ سے فدک واپس نہ کرنے کا پختہ فیصلہ کرلیا اور آپ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے اپنی چادر سر پر اوڑھی، مقنعہ کو درست کیا، اور اپنے خاندان نیز بنی ہاشم کی خواتین کے حلقہ میں گھر سے باہر تشریف لائیں اس وقت آپ کی چادر کے گوشے زمین پر خط دے رہے تھے، اور آپ کے چلنے کا انداز بالکل رسول اللہ کے انداز سے مشابہ تھا۔ یہاں تک کہ آپؑ اس خلیفہ کے پاس پہنچ گئیں جو اس وقت مہاجرین و انصار کے مجمع میں بیٹھے ہوئے تھے پھر آپ کے اور ان کے درمیان ایک پردہ ڈال دیا گیا اور آپؑ اس کے پیچھے بیٹھ گئیں، اس کے بعد آپ نے ایک ایسی آہ و فریاد کی کہ جس سے پورا مجمع دہل گیا اور ہر طرف گریہ کی آوازیں بلند ہوگئیں اور مجلس پر لرزہ طاری ہوگیا، آپ نے تھوڑی دیر انتظار کیا یہاں تک کہ لوگوں کی ہچکیاں رک گئیں اور رونے کی آوازیں دھیمی پڑگئیں، آپ نے حمد و ثنائے الٰہی اور اس کے پیغمبر پر صلوات سے خطبہ کا آغاز کیا۔ جس سے لوگوں کی آواز گریہ دوبارہ بلند ہوگئی۔

---

[1] احتجاج طبرسی: ١،٢٣٤؛کشف الغمہ:١،٤٧٨؛شرح نہج البلاغہ، ابی الحدید ١٦،٢٧٦۔

جب سب خاموش ہوگئے تو آپ نے اپنے سلسلۂ کلام کا دوبارہ یوں آغاز کیا :الحمد للہ علی ما أنعم ، و لہ الشکر علی ما ألہم ، و الثناء بما قدم من عموم نعمٍ ابتدأہا،و سبوغ آلاء أسداہا، و تمام مننٍ أولاہا، جمّ عن الاحصاء عددہا ، و نأیٰ عن الجزاء أمدُہا ، و تفاوت عن الادراک أبدُہا ، و ندَبہم لا ستزادتہا بالشُکرِ لاتّصالہا، و استحمَدَ إلی الخلاءقِ یاجزالہا، و ثنی بالندب إلی أمثالہا ، و أشہد أن لا إلہ إلاّ اللہ و حدہ لا شریک لہ ، کلمَۃً جعل الإخلاصَ تأویلَہا ، و ضمّن القلوبَ موصولہا ، و أنارَ فی التفکّرِ معقولہا .الممتنع من الأبصار رؤیتہ ، و من الألسُنِ صفتہُ ، و من الأوہامِ کیفیتہُ ، ابتدع الأشیاء لا من شیءٍ کان قبلہا ، أنشأہا بلا احتذاءِ أمثلۃٍ مثّلَہا، کونہا بقدرتہ، و ذرأہا بمشیئتہ، من غیر حاجۃٍ منہ إلی تکوینہا ، و لا فائدۃ لہ فی تصویرہا، إلاّ تثبیتاً لحکمتہ، و تنبیہاً علی طاعتہ، إظہاراً لقدرتہ و تعبّداً لبریّتہ إعزازاً لدعوتہ، ثمّ جعل الثواب علی طاعتہ، و وضع العقاب علی معصیتہ، ذیادۃ لعبادہ عن نقمتہ ، و حیاشۃ لہم إلی جنّتہ .و أشہد أن أبی محمداً عبدہ و رسولہ اختارہ قبل أن أرسلہ ، و سماہ قبل أن اجتباہ، و اصطفاہ قبل أن ابتعثہ، إذ الخلائق بالغیب مکنونۃ ، و بستر الأہاویل مصونۃ ، و بنہایۃِ العدم مقرونۃ ، علماً من اللہ تعالی بمآیل الأمورِ ،و إحاطۃً بحوادث الدہور ، و معرفۃً بمواقع الأمور، ابتعثہ اللہ إتماماً لأمرہ، و عزیمۃ علی إمضاء حکمہ ، إنفاذاً لمقادیر حتمہ، فرأی الأمم فرَقاً فی أدیانہا، عکّفاً علی نیرانہا، عابدۃ لأوثانہا، منکرۃ للہ مع عِرفانہا .فأنار اللہ بأبی محمد (ص) ظُلَمہا، و کشَف عن القلوب بُہَمہا، و جَلی عن الأبصارِ غُمَمہا ، وقام فی الناس بالہدایۃ، فأنقذہم من الغوایۃ،و بصرہم من العمایۃ، و ہداہم إلی الدین القویم ، و دعاہم إلی الطریق المستقیم. ثمّ قبضہ اللہ إلیہ قبض رأفۃ و اختیار ، و رغبۃ و إیثار ، فمحمد (ص) من تعب ہذہ الدار فی راحۃ، قد حفّ بالملائکۃ الأبرار ، و رضوان الرب الغفار ، و مجاورۃ الملک الجبّار ، صلّی اللہ علی أبی نبیہ ، و أمینہ ، و خیرتہ من الخلق وصفیہ ، و السلام علیہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ) .ثمّ التفتت إلی أہل المجلس و قالت : (أنتم عباد اللہ نصب أمرہ و نہیہ، و حملۃ دینہ و وحیہ، و امناء اللہ علی أنفسکم ، و بلغاؤہ إلی الامم ، زعیم حق لہ فیکم ، و عہد قدمہ إلیکم ، و بقیۃ استخلفہا علیکم ،کتاب اللہ الناطق، و القرآن الصادق، و النور الساطع ، و الضیاء اللامع ، بیّنۃ بصائرہ ، منکشفۃ سرائرہ ، منجلیۃ ظواہرہ ، مغتبطۃ بہ أشیاعہ ، قائداً إلی الرضوان اتّباعہ ، مؤدّ إلی النجاۃ استماعہ ، بہ تنال حجج اللہ المنورۃ ، و عزائمہ المفسّرۃ ، و محارمہ المحذرۃ ، و بیّناتہ الجالیۃ، و براہینہ الکافیۃ، و فضائلہ المندوبۃ، و رخصہ الموہوبۃ، و شرائعہ المکتوبۃ . فجعل اللہ الأیمان تطہیراً لکم من الشرک ، و الصلاۃ تنزیہاً لکم عن الکبر ، و الزکاۃ تزکیۃ للنفس ، و نماء فی

الرزق، و الصيام تثبيتاً للإخلاص، و الحج تشييداً للدين، و العدل: تنسيقاً للقلوب، و طاعتنا نظاماً للملة، وإمامتنا أماناً للفرقة، و الجهاد عزّاً للإسلام، و الصبر معونة على استيجاب الأجر، و الأمر بالمعروف مصلحة للعامة، و برّ الوالدين وقاية من السخط، وصلة الأرحام منسأة في العمر و منماة للعدد، و القصاص حقناً للدماء و الوفاء بالنذر تعريضاً للمغفرة، و توفية المكاييل و الموازين تغييراً للبخس، و النهي عن شرب الخمر تنزيهاً عن الرجس، و اجتناب القذف حجاباً عن اللعنة، و ترك السرقة إيجاباً للعفة، و حرّم الله الشرك إخلاصاً له بالربوبية. فاتّقوا الله حق تقاته، ولا تموتن إلّا و أنتم مسلمون، أطيعوا الله فيما أمركم به و نهاكم عنه، فإنه يخشى الله من عباده العلماء. ثمّ قالت: أيها الناس! اعلموا أنّي فاطمة و أبي محمد، أقول عوداً و بدواً، و لا أقول ما أقول غلطاً، و لا أفعل ما أفعل شططاً (لقد جآئكم رسول من انفسكم عزيزٌ عيه ما عنتم حريص عليكم بالمومنين رووف رحيمٌ) فإن تعزوه و تعرفوه تجدوه أبي دون نسائكم، و أخا ابن عمّي دون رجالكم، و لنعم المعزّى إليه، فبلّغ الرسالة صادعاً بالنذارة مائلاً عن مدرجة المشركين، ضارباً ثبجهم آخذاً بأكظامهم داعياً إلى سبيل ربه بالحكمة و الموعظة الحسنة، يجف الأصنام وينكث الهام، حتى انهزم الجمع و ولّوا الدبر، حتّى تفرّى اللّيل عن صبحه، و أسفر الحق عن محضه، ونَطَقَ زعيم الدّين، و خرست شقاشق الشياطين، وطاح وشيظ النفاق، وانحلّت عقد الكفرو الشقاق، و فُهتم بكلمة الإخلاص في نفرٍ من البيض الخماص و كنتم على شفا حفرةٍ من النار مذقة الشارب و نهزة الطامع، و قبسة العجلان، و موطئ الأقدام تشربون الطرق، و تقتاتون القد أذلّة خاسئين، تخافون أن يتخطفكم النّاس من حولكم، فأنقذكم الله تبارك و تعالى بمحمد (ص) بعد اللتيا و التي، و بعد أن مُنيَ ببهم الرجال و ذؤبان العرب، و مردة أهل الكتاب، كلما أوقدوا ناراً للحرب أطفأها الله، أو نجم قرن الشيطان، أو فغرت فاغرة من المشركين قذف أخاه في لهواتها، فلا ينكفئ حتّى يطأ جناحها بأخمصه، و يخمد لهبها بسيفه، مكدوداً في ذات الله، مجتهداً في أمر الله، قريباً من رسول الله، سيّداً في أولياء الله، مشمّراً ناصحاً، مجدّاً كادحاً، لا تأخذه في الله لومة لائم، و أنتم في رفاهية من العيش، وادعون فاكهون آمنون، تتربّصون بنا الدوائر و تتوكفون الأخبار و تنكصون عند النزال، و تفرّون من القتال. فلما اختار الله لنبيه (ص) دار أنبياءه ومأوى أصفياءه ظهر فيكم حسكة النفاق، و سَمَلَ جلباب الدين، و نطق كاظم الغاوين، ونبغ خامل الأقلّين، و هدر فنيق المبطلين، فخطر في عرصاتكم، و أطلع الشيطان رأسه من مغرزه هاتفاً بكم فألفاكم لدعوته مستجيبين، وللغرة فيه ملاحظين، ثمّ استنهضكم فوجدكم خفافاً، وأحشمكم فألفاكم غضاباً، فوسمتم غير إبلكم، ووردتم غير

مشر بكم ، هذا والعهد قريب ، والكلم رحيب ، والجرح لما يندمل ، والرّسول لما يُقبر ، إبتدارا زعمتم خوف الفتنة ـ (ألا في الفتنة سقطوا وإن جهنّم لمحيطة بالكافرين) فهيهات منكم ، وكيف بكم ، وأنّى تؤفكون ، وكتاب الله بين أظهركم ، اموره ظاهرة ، وأحكامه زاهرة ، وأعلامه باهرة ، وأعلامه وزواجره لايحة ، وأوامره واضحة ، وقد خلّفتموه وراء ظهوركم ، أرغبة عنه تريدون ؟ أم بغيره تحكمون ؟ . (بئس للظالمين بدلاً) (ومن يبتغ غير السلام ديناً فلن يُقبل منه و هو في الآخرة من الخاسرين) ثمّ لم تلبثوا إلّا ريث أن تسكن نفرتها ويسلس قيادها ، ثمّ أخذتم تورون وقدتها ، وتهيّجون جمرتها ، و تستجيبون لهتاف الشيطان الغويّ وإطفاء أنوار الدين الجلي ، وإهمال سنن النبيّ الصفيّ (ص) ، تشربون حسوا في ارتغاء وتمشون لأهله ووُلده في الخمرة والضرّاء ونصبر منكم على مثل حزّ المدى ووخز السنان في الحشا ، وأنتم الآن تزعمون : أن لا إرث لنا ، أفحكم الجاهلية تبغون ؟ ومن أحسن من الله حكما لقوم يوقنون ! أ فلا تعلمون ؟ بلى قد تجلّى لكم كالشمس الضاحية : أنّي ابنته ، أيها المسلمون أأغلب على إرثي ؟. يابن أبي قحافة أفي كتاب الله ترث أباك ولا أرث أبي ؟ لقد جئت شيئاً فريا أفعلى عمدٍ تركتم كتاب الله ونبذتموه وراء ظهوركم ؟ إذ يقول : (وورث سليمان داود) ، وقال فيما اقتص من خبر يحيى بن زكريا إذ قال : فهب لي من لدنك ولياً . يرثني و يرث من آل يعقوب. وقال : (و اولوا الارحام بعضهم اولىٰ ببعض في كتاب الله) وقال : (يوصيكم الله في اولادكم للذكر مثل حظّ الانثيين) وقال : (ان ترك خيراً الوصيةُ للوالدين و الاقربين بالمعروف حقاً على المتقين) وزعمتم أن لاحظوة لي ولا إرث من أبي ولا رحم بيننا ، أ فخصّكم الله بآية أخرج أبي منها ؟ أم هل تقولون : إن أهل ملّتين لايتوارثان ؟ أوَلستُ أنا وأبي من أهل ملة واحدة ؟ أم أنتم أعلم بخصوص القرآن وعمومه من أبي وابن عمي ؟. فدونكها مخطومة مرحولة تلقاك يوم حشرك ، فنعم الحكمُ الله ، والزعيم محمد (ص) والموعد القيامة ، وعند الساعة يخسر المبطلون ، ولا ينفعكم إذ تندمون ، ولكل نبأ مستقرّ وسوف تعلمون من يأتيه عذاب يخزيه ويحلّ عليه عذاب مقيم) ثمّ رمت بطرفها نحو الأنصار فقالت :

(يا معشر النقيبة وأعضاد الملّة وحضنة الإسلام ، ماهذه الغميزة في حقي والسِنة عن ظلامتي ؟ أما كان رسول الله (ص) أبي يقول : (المرء يحفظ في وُلده) ؟ سرعان ما أحدثتم ، وعجلان ذا إهالة وكم طاقة بما أحاول ، وقوة على ما أطلب وأزاول ، أتقولون مات محمد (ص) ؟ فخطب جليل استوسع وهنهُ واستنهر فتقهُ وانفتق رتقهُ واظلمت الأرض لغيبته ، وكُسفت الشمسُ والقمرُ ، وانكدرت النجوم لمصيبته و اكدت الآمالُ و خشعت

الجبالُ و اضيع الحريم وأزيلت الحرمة عند مماته، فتلك والله النازلة الكبرى، والمصيبة العظمى، لامثلها نازلة، ولابائقة عاجلة، أعلن بها كتاب الله جلّ ثناؤه في أفنيتكم، ولقبلِه ما حلّ بأنبياء الله ورسله حكمٌ فصلٌ، وقضاءٌ حتم: (و ما محمدٌ الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم و من ينقلب على عقبيه فلن يضرّ الله شيئا و سيجزى الله الشاكرين)إيها بنى قيلةأأُهضَم تُراث أبي ؟ و أنتم بمرأىً منّي و مَسمعٍ و مُنتدىً و مجمعٍ، تلبَسُكم الدعوة، و تشملكم الحيرةُ، أنتم ذوو العدد و العُدّة، و الأداة و القوة، و عندكم السلاح و الجُنة، توافيكم الدعوةُ فلا تجيبون، و تأتيكم الصرخة فلا تغيثون، وأنتم موصوفون بالكفاح، معروفون بالخير و الصّلاح، و النُخبة التى انتُخبت، و الخيرة التى اختيرت لنا أهل البيت، قاتلتم العرب، و تحمّلتم الكدّ و التعب، و ناطحتم الامم و كافحتم البُهَم، لا نبرح أو تبرحون، نأمركم فتأتمرون حتى إذا دارت بنا رحى الإسلام، و درّ حَلَبُ الأيامِ، و خضعت ثُغرةُ الشّرك، و سكنت فَورةُ الإفكِ، و خمدت نيران الكفر، و هدأت دعوة الهرج، واستوسق نظام الدين، فأنى حزتم بعد البيان ؟ و أسررتم بعد الاعلان ؟ و نكصتم بعد الأقدام ؟ و أشركتم بعد الايمان ؟ .بُؤساً لقوم نكثوا أيمانهم من بعد عهدهم، و همّوا بإخراج الرّسول، و هم بدأوكم أوّل مرّة، أتخشونهم فالله أحق ان تخشوه ان كنتم مومنين الا و قد ارىٰ انقد اخلدتم الىٰ الخفض و ابعدتم من هو احقُّ بالبسط و القبض، و خلوتم بالدعة و نجوتم بالضّيق من السعة، فمججتم ما وعيتم، و دسعتم الذى تسوّغتم فإن تكفروا أنتم و من في الأرض جميعاً فإن الله لغنى حميد .ألا و قد قلتُ ما قلتُ هذا على معرفة منّي بالخذلة التى خامرتكم و الغدرة التى استشعرتها قلوبكم، و لكنّها فَضيةُ النفس و نفثة الغيظ، وخور القناة و بثّة الصدر و تقدمة الحجة، فدونكموها فاحتقبوها دَبِرةَ الظهر، نَقِبةَ الخفّ باقيةَ العار، موسومةً بغضب الجبّار و شنار الأبد، موصولة بنار الله الموقدة، التى تطّلع على الأفئدة، فبعين الله ما تفعلون (و سيعلم الذين ظلموا أيّ منقلب ينقلبون).و أنا ابنة نذير لكم بين يدى عذاب شديد فاعملوا إنا عاملون، و انتظروا إنا منتظرون.(سبحان الله ما كان أبي رسول الله (ص) عن كتاب الله صادفاً و لا لأحكامه مخالفاً !بل كان يتّبع أثره، و يقفو سوره، أفتجمعون إلى الغدر اعتلالاً عليه بالزور، و هذا بعد وفاته شبيه بما بُغي له من الغوائل في حياته، هذا كتاب الله حكماً عدلاً، و ناطقاً فصلاً يقول: (يرثني و يرث من آل يعقوب) و يقول : (و ورث سليمان داود) و بيّن عزّوجلّ فيما وزّع من الأقساط، و شرع من الفرائض و الميراث، وأباح من حظّ الذكران و الإناث ما أزاح به علّة المبطلين، أزال التظنّي و الشبهات في الغابرين، كلاّ بل سوّلت لكم

انفسکم أمراً فصبرٌ جمیل و اللہ المستعان علی ما تصفون) . (ثمّ التفتت فاطمۃ (ع) إلی الناس و قالت : (معاشر المسلمین المسرعۃ إلی قیل الباطل ، المغضیۃ علی الفعل القبیح الخاسر، أفلا تتدبّرون القرآن أم علی قلوب أقفالھا ؟ کلاّ بل ران علی قلوبکم ما أسأتم من أعمالکم . فاخذ بسمعکم و أبصارکم و لبئس ما تأوّلتم ، و ساء ما بہ أشرتم ، و شرّ ما منہ اغتصبتم ، لتجدن و اللہ محملہ ثقیلاً ، وغبّہ وبیلاً ، إذا کشف لکم الغطاء و بان ما وارء ہ الضرّاء و بدا لکم من ربّکم ما لم تکونوا تحتسبون (و خسر ہُنالک المبطلون .(ثم عطفت علی قبر النبیّ (ص) و قالت :

قد کان بعدک أنباء وھنبثۃ لو کنت شاہدہا لم تکثر الخُطبإنا فقد ناک فقد الأرض و ابلھا و اختلّ قومک فاشھدہم و لا تغب و کلّ أہل لہ قربی و منزلۃ عند الإلہ علی الأدنین مقتربأبدت رجال لنا نجوی صدورہم لمّا مضیت و حالت دونک الترب تجہّمتنا رجال و استخّف بنا لمّا فقدت و کل الأرض مغتصب و کنت بدراً و نوراً یستضاء بہ علیک ینزل من ذی العزۃ الکتب و کان جبریل بالآیات یؤنسنا فقد فقدت و کل الخیر محتجب فلیت قبلک کان الموت صادفنا لمّا مضیت و حالت دونک الکتب ترجمہ[1]: ساری تعریف اللہ کے ہئے ہے اس کے انعام پر اور اس کا شکر ہے اس کے الہام پر ۔ وہ قابل ثنا ہے کہ اس نے بے طلب نعمتیں دیں اور مکمل نعمتیں دیں اور مسلسل احسانات أے جو ہر شمار سے بالا تر ہر معاوضہ سے بعید تر اور ہر ادراک سے بلند تر ہیں۔ بندوں کو دعوت دی کہ شکر کے ذریعہ نعمتوں میں اضافہ کرائیں پھر ان نعمتوں کو مکمل کرکے مزید حمد کا مطالبہ کیا اور انھیں دہرایا ۔ میں شہادت دیتی ہوں کہ خدا وحدہٗ لاشریک ہے اور اس کلمہ کی اصل اخلاص ہے،اس کے معنی دلوں سے پیوست ہیں ۔ اس کا مفہوم فکر کو روشنی دیتا ہے۔ وہ خدا وہ ہے کہ آنکھوں سے جس کی رویت ،زبان سے تعریف اور خیال سے کیفیت کا بیان محال ہے۔ اس نے چیزوں کو بلا کسی مادہ اور نمونہ کے پیدا کیا ہے صرف اپنی قدرت اور مشیت کے ذریعہ ،اسے نہ تخلیق کے ئے نمونہ کی ضرورت تھی،نہ تصویر میں کوئی فایدہ تھا سوائے اس کے کہ اپنی حکمت کو مستحکم کردے اور لوگ اس کی اطاعت کی طرف متوجہ ہوجائیں۔ اس کی قدرت کا اظہار ہو اور بندے اس کی بندگی کا اقرار کریں۔ وہ تقاضائے عبادت کرے تو اپنی دعوت کو تقویت دے ۔ چونکہ اس نے اطاعت پر ثواب رکھا

[1] واضح رہے کہ شہزادی کائنات ؑ کی معجز نما فصاحت و بلاغت کے پیش نظر آپ کے دونوں خطبوں کا ترجمہ " صحیفۃ الزہرا'' مترجمہ علا مہ سیدذیشان حیدر جوادی طاب ثراہ سے نقل کیا جا رہا ہے۔

اور معصیت پر عذاب رکھا تا کہ لوگ اس کے غضب سے دور ہوں اور جنت کی طرف کھنچ آئیں۔ میں شہادت دیتی ہوں کہ میرے وا لد حضرت محمدؐ اللہ کے بندے اور وہ رسول ہیں جن کو بھیجنے سے پہلے چنا گیا اور بعثت سے پہلے منتخب کیا گیا۔ اس وقت جب مخلوقات پردۂ غیب میں پوشیدہ اور حجاب عدم میں محفوظ اور انتہائے عدم سے مقرون تھیںآپ مسائل امور اور حوادث زمانہ اور مقدرات کی مکمل معرفت رکھتے تھے۔ اللہ نے آپ کو بھیجا تا کہ اس کے امر کی تکمیل کریں، حکمت کو جاری کریں اور حتمی مقررات کو نافذ کریں مگر آپ نے دیکھا کہ امتیں مختلف ادیان میں تقسیم ہیں آگ کی پوجا،بتوں کی پرستش اور خدا کے جان بوجھ کر انکار میں مبتلا ہیں۔ آپ نے ظلمتوں کو روشن کیا، دل کی تاریکیوں کو مٹایا،آنکھوں سے پردے اٹھائے،ہدایت کے ئے قیام کیا ،لوگوں کو گمراہی سے نکالا، اندھے پن سے با بصیرت بنایا،دین قویم اور صراط مستقیم کی دعوت دی۔ اس کے بعد اللہ نے انتہایی شفقت و مہربانی اور رغبت کے ساتھ انہیں بلالیا اور اب وہ اس دنیا کے مصائب سے راحت میں ہیں ،ان کے گرد ملائکہ ا برار اور رضائے الہی ہے اور سر پر رحمتِ خدا کا سایہ ہے خدا میرے اس باپ پر رحمت نازل کرے جو اس کا نبی ،وحی کا امین، مخلوقات میں منتخب، مصطفےؐ اور مرتضیٰ تھا۔

اس پر سلام و رحمت و برکتِ خدا ہو۔ بندگان خدا: تم اس کے حکم کا مرکز ،اس کے دین ووحی کے حامل،اپنے نفس پر اللہ کے امین،اور امتوں تک اس کے پیغام رساں ہو۔ تمہارا خیال ہے اس پر تمہارا کوئی حق ہے حا لانکہ تم میں اس کا وہ عہد موجود ہے جسے اس نے بھیجا ہے اور بقیہ ہے جسے اپنی خلافت دی ہے۔ وہ خدا کی کتاب قرآن ناطق قرآن صادق،نور ساطع اور ضیأروشن ہے جس کی بصیرتیں نمایاں اور اسرار واضح ہیں، ظواہر منور ہیں اور اس کا اتباع قابل رشک ہے ۔وہ قاید رضأے الہی ہے اور اس کی سماعت ذریعہ نجات ہے۔ اسی سے اللہ کی روشن حجتیں ،اسکے واضح فرایض، مخفی محرمات روشن بینات کافی دلایل، مندوب فضایل، لازمی تعلیمات ا ور قابلِ رخصت احکام کا انداز ہوتا ہے۔ اس کے بعد خدا نے ایمان کو شرک سے تطہیر ،نماز کو تکبر سے پاکیزگی،زکوۃکو نفس کی صفائی اور رزق کی زیادتی، روزہ کو خلوص کے استحکام،حج کو دین کی تقویت،عدل کو دلوں کی تنظیم،ہماری اطاعت کو

ملت کے نظام،ہماری امامت کو تفرقہ سے امان،جہاد کو اسلام کی عزت،صبر کو طلب اجر کا معاون،امر بالمعروف کو عوام کی مصلحت،والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کو عذاب سے تحفظ، صلہ رحم کو عدد کی زیادتی، قصاص کو خون کی حفاظت، ایفأ نذر کو مغفرت کا وسیلہ، ناپ تول کو فریب دہی کا توڑ،حرمت شراب خوری کو رجس سے پاکیزگی،تہمت سے پرہیز کو لعنت سے محافظت اور ترک سرقت کو عفت کا سبب قرار دیا ہے،اس نے شرک کو حرام کیا تاکہ ربوبیت سے اخلاص پیدا ہو۔لہٰذا اللہ سے باقاعدہ ڈرو اور بغیر مسلمان ہوئے نہ مرنا،اس کے امر ونہی کی اطاعت کرواس لئے کہ اس کے بندوں میں خوف رکھنے والے صرف صاحبانِ علم ومعرفت ہی ہوتے ہیں۔لوگو: یہ جان لو کہ میں فاطمہؑ ہوں،اور میرے باپ محمد مصطفٰیؐ ہیں۔یہی اول وآخر کہتی ہوں اور نہ غلط کہتی ہوں نہ بے ربط۔وہ تمھارے پاس رسول بن کر آئے،ان پر تمہاری زحمتیں شاق تھیں،وہ تمہاری بھلائی کے خواہاں اور صاحبانِ ایمان کے لئے رحیم ومہربان تھے۔اگر تم انھیں اور ان کی نسبت کو دیکھوتو تمام عرب میں صرف میرے باپ،اور تمام مردوں میں صرف میرے ابن عم کوان کا بھائی پاؤ گے،اور اس نسبت کا کیا کہنا؟

میرے پدر بزرگوار نے کھل کرپیغام خدا کو پہنچایا،مشرکین سے بے پرواہ ہو کر ان کی گردنوں کوپکڑ کر اور ان کے سرداروں کو مار کر دین خدا کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ دعوت دی۔وہ مسلسل بتوں کو توڑ رہے تھے اور مشرکین کے سرداروں کو سر نگوں کر رہے تھے یہاں تک کہ مشرکین کو شکست ہوئی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔

رات کی صبح ہو گئی، حق کی روشنی ظاہر ہو گئی، دین کا ذمہ دار گویا ہو گیا شیاطین کے ناطقے گنگ ہو گئے،نفاق تباہ ہوا، کفر و افترأ کی گرہیں کھل گئیں اور تم لوگوں نے کلمۂ اخلاص کو ان روشن چہرہ فاقہ کش لوگوں سے سیکھ لیا،جن سے اللہ نے رجس کو دور رکھا تھااور انھیں حق طہارت عطا کیا تھا تم جہنم کے کنارے پر تھے میرے باپ نے تم کو بچایا، تم ہر لالچی کے لئے مال غنیمت اور ہر زود کار کے لئے چنگاری تھے ہر پیر کے نیچے پامال تھے،گندہ پانی پیتے تھے،پتے چباتے تھے،ذلیل اور پست تھے، ہر وقت چار طرف سے حملہ کا اندیشہ تھا لیکن خدا نے میرے باپ محمدؐ کے ذریعہ تمھیں ان تمام مصیبتوں سے بچا لیا۔

خیر ان تمام باتوں کے بعد بھی جب عرب کے نامور سرکش بہادر اور اہل کتاب کے باغی افراد نے جنگ کی آگ بھڑکایی تو خدا نے اسے بجھا دیا یا شیطان نے سینگ نکالی یا مشرکوں نے منھ کھولا تو میرے باپ نے اپنے بھائی کو ان کے حلق میں ڈال دیا اور وہ اس وقت تک نہیں پلٹے جب تک ان کے کانوں کو کچل نہیں دیا اور ان کے شعلوں کو آب شمشیر سے بجھا نہیں دیا۔ وہ اللہ کے معاملہ میں زحمت کش اور جد وجہد کرنے والے رسولؐ اللہ کے قریبی،اولیاء اللہ کے سردار، پند و نصیحت کرنے والے سنجیدہ اور کوشش کرنے والے اور اللہ کی راہ میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈرنے والے تھے ۔اور تم عیش کی زندگی،آرام سکون چین کے ساتھ گذار رہے تھے،ہماری مصیبتوں کے منتظر اور ہماری خبر بد کے خواہاں تھے۔تم لڑائی سے منہ موڑ لیتے تھے اور میدان جنگ سے بھاگ جاتے تھے۔پھر جب اللہ نے اپنے نبی کے لئے انبیأ کے گھر اور اصفیأ کی منزل کو پسند کر لیا تو تم میں نفاق کی روشنی ظاہر ہوگئی گمراہوں کا منادی بولنے لگا۔

اہل باطل کے دودھ کی دھاریں بہ بہ کر تمھارے صحن میں آگئیں، شیطان نے سر نکال کر تمھیں آواز دی تو تمھیں اپنی دعوت کا قبول کرنے والا اور اپنی بارگاہ میں عزت کا طالب پایا۔ تمھیں اٹھایا تو تم ہلکے دکھایی دئے،بھڑکایا تو تم غصہ ور ثابت ہوئے،تم نے دوسروں کے اونٹ پر نشان لگا دیا اور دوسروں کے چشمہ پر وارد ہوگئے حالانکہ ابھی زمانہ قریب کا ہے اور زخم کشادہ ہے جراحت مندمل نہیں ہوئی ہے اور رسولؐ قبر میں سو بھی نہیں سکے ہیں۔یہ جلدی بازی تم نے فتنہ کے خوف سے کی حالانکہ تم فتنہ ہی میں پڑ گئے اور جہنم تو تمام کفار کو محیط ہے۔

افسوس تم پر تمھیں کیا ہو گیا ہے ، تم کہاں بہک رہے ہو؟تمھارے درمیان کتابِ خدا موجود ہے جس کے امور واضح، احکام آشکار،علایم روشن، نواہی تابندہ اور اوامر نمایاں ہیں تم نے اسے پس پشت ڈال دیا۔ یا کوئی دوسرا حکم چاہتے ہو تو یہ بہت برابدَل ہے اور جو غیر اسلام کو دین بنأے گا اس سے وہ قبول بھی نہ ہوگا اور آخرت میں خسارہ بھی ہوگا۔

اس کے بعد تم نے صرف اتنا انتظار کیا کہ اس کی نفرت ساکن ہو جائے اور مہار ڈھیلی ہو جائے، پھر آتش جنگ کو روشن کرکے شعلوں کو بھڑکانے لگے، شیطان کی آواز پر لبیک کہنے اور دین کے انوار کو خاموش کرنے اور سنت پیغمبرؐ کو برباد کرنے کی کوششیں شروع کر دیں تم پانی ملے ہوئے دودھ کو بار بار پینے میں اپنی سیری سمجھتے ہو اور رسول کے اہل واہلبیتؑ کے لئے پوشیدہ ضرر رسانی کرتے ہو۔ ہم تمھاری حرکات پر یوں صبر کرتے ہیں جیسے چھری کی کاٹ اور نیزے کے زخم پر۔ تمھارا خیال ہے کہ میرا میراث میں حق نہیں ہے۔ کیا تم جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہو، جب کہ ایمان والوں کے لئے اللہ سے بہتر کوئی حاکم نہیں ہے کیا تم نہیں جانتے ہو؟ جی ہاں! تمہارے لئے روز روشن سے زیادہ عیاں ہے کہ میں ان کی پارۂ جگر ہوں۔ اے مسلمانو! کیا مجھے میری میراث سے محروم کر دیا جائے گا؟ اے ابو بکر! کیا قرآن میں یہی ہے کہ تو اپنے باپ کا وارث بنے اور میں اپنے باپ کی وارث نہ بنوں۔ یہ کیسا افتراٗ ہے؟

کیا تم نے قصداً کتابِ خدا کو پس پشت ڈال دیا ہے جب کہ اس میں سلیمان کے وارث داؤد ہونے کا ذکر ہے[1] اور جناب زکریاؑ کی یہ دعا خدا یا مجھے ایسا ولی دیدے جو میرا اور آل یعقوبؑ کا وارث ہو[2]۔ اور یہ اعلان ہے قرابتدار بعض بعض سے اولیٰ ہیں[3]۔ اور یہ ارشاد ہے خدا اولاد کے بارے میں تمھیں یہ نصیحت کرتا ہے کہ لڑکے کو لڑکی کا دوگنا ملے گا[4] اور یہ تعلیم ہے کہ مرنے والا اپنے والدین اور اقربا کے بارے میں وصیت کرے۔ یہ متقین کی ذمہ داری ہے[5]۔ اور تمھارا خیال ہے کہ نہ میرا کوئی حق ہے اور نہ میرے باپ کی کوئی میراث ہے اور نہ میری کوئی قرابتداری ہے۔ کیا تم پر کوئی خاص آیت نازل ہوئی ہے جس میں میرا باپ شامل نہیں ہے؟ یا تمھارا کہنا یہ ہے کہ میں اپنے باپ کے مذہب سے الگ ہوں اس لئے وارث نہیں ہوں۔ کیا تم عام وخاص قرآن کو میرے باپ اور میرے ابن عم سے زیادہ جانتے ہو۔

---

[1] سورۂ نمل، ۱۴۔
[2] سورۂ مریم، ۶،۵۔
[3] سورۂ انفال، ۷۵۔
[4] سورۂ نساء، ۱۱۔
[5]

خیر ہوشیار ہو جاؤ: آج تمھارے سامنے وہ سیم رسیدہ ہے جو کل تم سے قیامت میں ملے گی جب اللہ حاکم اور محمدؐ طالب حق ہوں گے۔ موعد قیامت کا ہوگا اور ندامت کسی کے کام نہ آے گی اور ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہوگا۔ عنقریب تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ کس کے پاس رسوا کن عذاب آتا ہے اور کس پر مصیبت نازل ہوتی ہے ۔ (اس کے بعد آپ انصار کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا)اے جواں مرد گروہ: ملت و قوم کے بازوو! اسلام کے ناصرو!یہ میرے حق سے چشم پوشی میری ہمدردی سے غفلت کیسی ہے؟کیا وہ رسوؐل میرے باپ نہ تھے جنھوں نے یہ کہا تھا انسان کا تحفظ اس کی اولاد میں ہوتا ہے۔ تم نے بہت جلدی خوف زدہ ہو کر یہ اقدام کیا حالانکہ تم میں وہ حق والوں کی طاقت تھی جس کے لئے میں کوشاں ہوں اور وہ قوت تھی جس کی میں طالب اور تگودو میں ہوں۔ کیا تمہارا یہ بہانہ ہے رسوؐل کا انتقال ہوگیا ہے!

تو یہ تو بہت بڑا حادثہ رونما ہوگیا ہے۔ جس کا رخنہ وسیع شگاف کشادہ ہوگیا ہے،زمین ان کی غیبت سے تاریک،ستارے بے نور،امیدیں ساکن،پہاڑ سرنگوں،حریم زایل اور حرمت برباد ہو گئی ہے۔ یقیناً یہ بہت بڑا حادثہ اور بہت عظیم مصیبت ہے،نہ ایسا کوئی حادثہ ہے اور نہ سانحہ۔ خود قرآن نے تمہارے گھروں میں صبح وشام بہ آواز بلند تلاوت والحان کے ساتھ اعلان کر دیا تھا کہ اس سے پہلے جو انبیأ پر گذرا وہ اٹل حکم تھا اور حتمی قضا تھی اور یہ بھی ایک رسولؐ ہیں جنھیں موت ۓ گی تو کیا تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے؟ظاہر ہے کہ اس سے اللہ کا کوئی نقصان نہ ہوگا ،اور وہ اہلِ شکر کو جزا دے کے رہے گا ہاں اے انصار: کیا تمہارے دیکھتے سنتے اور تمہارے مجمع میں میری میراث ہضم ہو جاۓ گی؟تم تک میری آواز بھی پہنچی۔ تم با خبر بھی ہو۔ تمہارے پاس اشخاص،اسباب، آلات،قوت،اسلحہ اور سپر سب کچھ موجود ہے۔ لیکن تم نہ میری آواز پر لبیک کہتے ہو،اور نہ میری فریاد کو پہنچتے ہو،تم تو مجاہد ہو، خیر وصلاح کے ساتھ معروف ہو،منتخب روزگار اور سر آمد زمانہ تھے۔ تم نے عرب سے جنگ میں رنج وتعب اٹھایا ہے،امتوں سے ٹکرأے ہو،لشکروں کا مقابلہ کیا ہے،ابھی ہم دونوں اسی جگہ ہیں جہاں ہم حکم دیتے تھے اور تم فرمانبر داری کرتے تھے۔ یہاں تک کی ہمارے دم سے اسلام کی چکی چلنے لگی۔ زمانہ کا دودھ نکال لیا گیا،شرک کے نعرے پست ہوگئے،افترأ کے فوارے دب گئے،کفر

کی آگ بجھ گئی،فتنہ کی دعوت خاموش ہوگئی،دین کا نظام مستحکم ہوگیا،تو اب تم اس وضاحت کے بعد کہاں چلے گئے اور اس اعلان کے بعد کیوں پردہ پوشی کرلی؟آگے بڑھ کے قدم کیوں پیچھے ہٹا ئے؟ایمان کے بعد کیوں مشرک ہوئے جا رہے ہو؟برا ہو اس قوم کا جس نے اپنی قسموں کو عہد کرنے کے بعد توڑا اور رسول کو نکالنے کی فکر کی اور پہلے تم سے مقابلہ کیا کیا تم ان سے ڈرتے ہو جب کہ خوف کا مستحق صرف خدا ہے۔اگر تم ایمان دار ہو۔ خبر دار:میں دیکھ رہی ہوں کہ تم دائمی پستی میں گر گئے اور تم نے بست وکشاد کے صحیح حق دار کو دور کر دیا،آرام طلب ہوگئے اور تنگی سے وسعت میں آگئے،جو سنا تھا اسے پھینک دیا اور جو بادلِ نخواستہ نگل لیا تھا اسے اُگل دیا۔خیر تم کیا اگر ساری دنیا بھی کافر ہو جأے تو اللہ کو کسی کی پرواہ نہیں ہے۔خیر مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ کہہ چکی،تمہاری بے رخی اور بے وفائی کو جانتے ہوئے جس کو تم لوگوں نے شعار بنا لیا ہے۔

لیکن یہ تو ایک دل گرفتگی کا نتیجہ اور غضب کا اظہار ہے،ٹوٹے ہوئے دل کی آواز ہے،ایک اتمام حجت ہے چاہے تو اسے ذخیرہ کر لو۔مگر یہ پیٹھ کا زخم ہے پیروں کا گھاؤ ہے ذلت کی بقا اور غضبِ خدا اور ملامتِ دائمی سے موسوم ہے اور اللہ کی اس بھڑکتی آگ سے متصل ہے جو دلوں پر روشن ہوتی ہے۔خدا تمہارے کرتوت کو دیکھ رہا ہے اور عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جأے گا کہ وہ کیسے پلٹائے جائیں گے۔میں تمہارے اس رسولؐ کی بیٹی ہوں جس نے عذاب شدید سے ڈرایا ہے۔اب تم بھی عمل کرو میں بھی عمل کرتی ہوں۔تم بھی انتظار کرو اور میں بھی وقت کا انتظار کر رہی ہوں۔

اس کے جواب میں ابو بکر (عبد اللہ بن عثمان) نے لوگوں کو گمراہ اور غافل کرنے کے لئے یوں تقریر شروع کی تاکہ اپنے موقف کو بچا سکے۔دخترِ رسول خداؐ:آپ کے بابا مومنین پر بہت مہربان۔رحم وکرم کرنے والے اور صاحب عطوفت تھے۔وہ کافروں کے لئے دردناک عذاب اور سخت ترین قہر الٰہی تھے۔آپ اگر ان کی نسبتوں پر غور کریں تو وہ تمام عورتوں میں صرف آپ کے باپ تھے اور تمام چاہنے والوں میں صرف آپ کے شوہر کے چاہنے والے تھے اور انھوں نے بھی ہر سخت مرحلہ پر نبیؐ کا ساتھ دیا ہے۔آپ کا دوست نیک بخت اور سعید انسان کے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتا ہے اور آپ کا دشمن شقی اور بد بخت کے علاوہ کوئی

نہیں ہوسکتا۔آپ رسول اکرمؐ کی پاکیزہ عترت اور ان کے منتخب پسندیدہ افراد ہیں۔آپ ہی حضرات راہ خیر میں ہمارے رہنما اور جنت کی طرف ہمیں لے جانے والے ہیں۔اور خود آپ اے تمام خواتین عالم میں منتخب اور خیر الانبیاء کی دختر۔یقیناً اپنے کلام میں صادق اور کمال عقل میں سب پر مقدم ہیں۔آپ کو نہ آپ کے حق سے روکا جا سکتا ہے اور نہ آپ کی صداقت کا انکار کیا جا سکتا ہے مگر خدا کی قسم میں نے رسولؐ کی رأے میں عدول نہیں کیا ہے اور نہ کوئی کام ان کی اجازت کے بغیر کیا ہے اور میر کارواں قافلہ سے خیانت بھی نہیں کر سکتا ہے۔میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں اور وہی گواہی کے لئے کافی ہے کہ میں نے خود رسول اکرمؐ سے سنا ہے کہ ہم گروہ انبیأ ۔سونے چاندی اور خانہ وجایداد کا مالک نہیں بناتے ہیں۔ہماری وراثت کتاب، حکمت، علم ونبوت ہے اور جو کچھ مال دنیا ہم سے بچ جاتا ہے وہ ہمارے بعد ولی امر کے اختیار میں ہوتا ہے۔وہ جو چاہے فیصلہ کر سکتا ہے۔

اور میں نے آپ کے تمام مطلوبہ اموال کو سامان جنگ کے لئے مخصوص کر دیا ہے جس کے ذریعہ مسلمان کفار سے جہاد کریں گے اور سرکش فاجروں سے مقابلہ کریں گے اور یہ کام مسلمانوں کے اتفاق رأے سے کیا ہے[1]۔یہ تنہا میری رأے نہیں ہیں اور نہ میں نے ذاتی طور پر طے کیا ہے۔یہ میرا ذاتی مال اور سرمایہ آپ کے لئے حاضر ہے اور آپ کی خدمت میں ہے جس میں کوئی کوتاہی نہیں کی جا سکتی ہے۔آپ تو اپنے باپ کی امت کی سردار ہیں اور اپنی اولاد کے لئے شجرۂ طیبہ ہیں۔آپ کے فضل وشرف کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے اور آپ کے اصل وفرع کو گرایا نہیں جا سکتا ہے۔آپ کا حکم تو میری تمام املاک میں بھی نافذ ہے تو کیسے ممکن ہے میں س ألہ میں آپ کے بابا کی مخالفت کر دوں۔

یہ سن کر جناب فاطمہ زہراءنے فرمایا: سبحان اللہ۔ نہ میرا باپ احکام خدا سے روکنے والا تھا اور نہ اس کا مخالف تھا۔وہ آثار قرآن کا اتباع کرتا تھا اور اس کے سوروں کے ساتھ چلتا تھا۔کیا تم لوگوں کا مقصد یہ ہے کہ اپنی غداری کا الزام اسکے سر ڈال دو۔یہ ان

---

[1] ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں ،ج١٦،ص٢٢١ میں کہا ہے :" انہ لم یرو حدیث انتفاء الارث الا ابو بکر وحدہ "، ابو بکر کے علاوہ کسی نے نفی میراث فاطمہ ؑ کے حوالے سے کوئی حدیث نقل نہیں کی ہے ، ملاحظہ ہو ،ص٢٢٧و٢٢٨ ،سیوطی نے تاریخ الخلفاء ٧٣ میں ،ابو القاسم بغوی اور ابوبکر شافعی نے فوائد میں اور ابن عساکر نے عائشہ سے نقل کیا ہ ے ،کہ عائشہ نے کہا کہ میراث فاطمہ ؑ کے سلسلہ میں اختلاف ہے ،اور اس کے بارے میں کسی کو علم نہیں ہے ،" فقال ابو بکر ،سمعت رسول اللّٰہ یقول ان معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقہ "۔

کے انتقال کے بعد ایسی ہی سازش ہے جیسی ان کی زندگی میں کی گئی تھی۔ دیکھو یہ کتاب خدا حاکم عادل اور قول فیصل ہے جو اعلان کر رہی ہے کہ خدایا وہ ولی دیدے جو میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کا بھی وارث ہو اور سلمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے۔ خدائے عز وجل نے تمام حصے اور فرائض کے تمام احکام بیان کر دیے ہیں جہاں لڑکوں اور لڑکیوں کے حقوق کی بھی وضاحت کر دی ہے اور اس طرح تمام اہل باطل کے بہانوں کو باطل کر دیا ہے اور قیامت تک کے تمام شبہات اور خیالات کو ختم کر دیا ہے۔ یقینا یہ تم لوگوں کے نفس نے ایک بات گڑھ لی ہے تو اب میں بھی صبر جمیل سے کام لے رہی ہوں اور اللہ ہی تمہارے بیانات کے بارے میں میرا مددگار ہے۔ (اس کے بعد ابوبکر نے پھر تقریر شروع کی) اللہ، رسولؐ اور رسولؐ کی بیٹی سب سچے ہیں۔ آپ حکمت کے معادن، ہدایت ورحمت کا مرکز، دین کے رکن، حجت خدا کا سرچشمہ ہیں۔ میں نہ آپ کے حرف راست کو دور پھینک سکتا ہوں اور نہ آپ کے بیان کا انکار کر سکتا ہوں۔ مگر یہ ہمارے اورآپ کے سامنے مسلمان ہیں۔ جنھوں نے مجھے خلافت کی ذمہ داری دی ہے اور میں نے ان کے اتفاق رائے سے یہ عہدہ سنبھالا ہے۔

اس میں نہ میری بڑائی شامل ہے نہ خود رائی اور نہ شوق حکومت۔ یہ سب میری اس بات کے گواہ ہیںیہ ابوبکر کی پہلی کشش تھی جس میں انہوں نے مسلمانوں کے جذبات اور ان کی رائے کو حضرت زہراؑ کی نصرت سے منحرف کیا اور اس کے لئے انہوں نے امت کی صلاح و فلاح اور سنت رسولؐ کے اتباع کا حوالہ دے کر رائے عامہ کو اپنی ظاہر داری کے ذریعہ گمراہ کیا۔ جسے سن کر جناب فاطمہ زہراؑ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا: اے گروہ مسلمین جو حرف باطل کی طرف تیزی سے سبقت کرنے والے اور فعل قبیح سے چشم پوشی کرنے والے ہو۔ کیا تم قرآن پر غور نہیں کرتے ہواور کیا تمہارے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔ یقیناً تمہارے اعمال نے تمہارے دلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے اور تمہاری سماعت اور بصارت کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ تم نے بدترین تاویل سے کام لیا ہے۔ اور بدترین راستہ کی نشان دہی کی ہے اور بدترین معاوضہ پر سودا کیا ہے۔ عنقریب تم اس بوجھ کی سنگینی کا احساس کروگے اور اس کے انجام کو بہت دردناک پاؤگے جب پردے اٹھائے جائیں گے اور پس پردہ کے

نقصانات سامنے آجائیں گے اور خدا کی طرف سے وہ چیزیں سامنے آجائے گی جن کا تمھیں وہم گمان بھی نہیں ہے اور اہل باطل خسارہ کو بر داشت کریں گے۔ اس کے بعد قبر پیغمبرؐ کا رخ کرکے فریا دکی: بابا آپؐ کے بعد بڑی نئی نئی خبریں اور مصیبتیں سامنے آئیں کہ اگر آپ سامنے ہوتے تو مصائب کی یہ کثرت نہ ہوتی۔ ہم نے آپ کو ویسے ہی کھو دیا جیسے زمین ابر کرم سے محروم ہو جائے۔ اور اب آپ کی قوم بالکل ہی منحرف ہوگئی ہے۔ ذرا آپ آکر دیکھ تو لیں دنیا کا جو خاندان خدا کی نگاہ میں قرب ومنزلت رکھتا ہے وہ دوسروں کی نگاہ میں محترم ہوتا ہے مگر ہمارا کوئی احترام نہیں ہے کچھ لوگوں نے اپنے دل کے کینوں کا اس وقت اظہار کیا جب آپ اس دنیا سے چلے گئے اور میرے اورآپ کے درمیان خاک قبر حائل ہوگئی۔ لوگوں نے ہمارے اوپر ہجوم کرلیا اور آپ کے بعد ہم کو بے قدر وقیمت سمجھ کر ہماری میراث کو ھضم کر لیا۔ آپ کی حیثیت ایک بدر کامل اور نور مجسم کی تھی جس سے روشنی حاصل کی جاتی تھی اور اس پر رب عزت کے پیغامات نازل ہوتے تھے۔

جبریل آیات الٰہی سے ہمارے لئے سامان انس فراہم کرتے تھے مگر آپ کیا گئے کہ ساری نیکیاں پس پردہ چلی گئیں۔ کاش مجھے آپ سے پہلے موت آگئی ہوتی اور میں آپ کے اور اپنے درمیان خاک کے حائل ہونے سے پہلے مر گئی ہوتی۔ شہزادی کائناتؑ نے اپنا خطاب مکل کیا اور حق کو بالکل واضح وآشکار فرمادیا، آپ نے خلیفہ سے جواب طلب کیا۔ خلیفہ کو منھ کی کھانی پڑی، اور مستحکم و واضح ادلہ و براہین سے، ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا اسی کے ساتھ ساتھ آپ نے اسلام کے حقیقی خلیفہ کے فضائل وکمالات کا تذکرہ بھی کردیا جس سے مدینہ کی سیاسی فضا بالکل بدل گئی اور رائے عامہ شہزادی کی موافق ہوگئی اور ابوبکر کے سامنے مشکلات کھڑی ہوگئیں اور ان کے لئے اس سے چھٹکارے کے تمام راستے بند نظر آنے لگے۔

ابن ابی الحدید کا بیان ہے: میں نے مدرسۂ غربیہ بغداد کے مدرس ابن الفارقی سے پوچھا: کیا فاطمہؑ واقعاً سچی تھیں؟ انھوں نے کہا ہاں! میں نے کہا تو پھر ابوبکر صاحب نے ان کو فدک کیوں واپس نہیں کیا تھا؟ جب کہ وہ ان کے نزدیک بھی صادقہ تھیں یہ سنکر وہ مسکرائے اور انہوں نے ایک حسین اور پر لطف بات کہی: اگر وہ آج صرف ان کے دعوے کی بنا پر فدک ان کے حوالے کردیتے

تو وہ اگلے روز ان کے پاس پھر تشریف لاتیں اور اپنے شوہر کے لئے خلافت کا دعوی پیش کردیتیں اور ان کو ان کے مقام سے ہٹا دیتیں اور پھر ان کے لئے کسی قسم کے عذر کی گنجائش باقی نہ رہتی، کیونکہ انھوں نے خود اپنے قلم سے صادقہ لکھا ہے لہٰذا اب وہ جو دعویٰ بھی کرتیں اس کے لئے کسی بینہ اور گواہی کی ضرورت نہیں تھی[1]۔

شہزادی کائناتؑ کے خطبہ پر خلیفہ کا رد عمل

دربار خلافت بالکل تہ وبالا ہوگیا، لوگ منتشر ہوگئے، ہر طرف آوازیں بلند ہوگئیں لوگوں کی زبان پر صرف شہزادی کے خطبے کا چرچا رہتا تھا چنانچہ اس کے اثرات کو دبانے کے لئے خلیفہ نے طاقت اور دھمکیوں کا سہارا لیا ۔روایت میں ہے کہ جب خلیفہ نے لوگوں پر شہزادی کے خطبہ کا یہ اثر دیکھا تو عمر سے کہا: تیرے دونوں ہاتھ شل ہوجائیں اگر تونے مجھے چھوڑدیا ہوتا تو تمہارا کیا بگڑ جاتا ؟ نہ جانے کتنے بے وقوف مرگئے اور کتنے شگاف بھر گئے کیا وہ ہم سے زیادہ حقدار نہیں تھے ؟

تو خلیفۂ دوم نے جواب دیا اس سے تو تمہاری حکومت کمزور ہوتی، اور تم سب کی سبکی تھی، اور مجھے تو صرف تمہارا خیال تھا، انھوں نے کہا: تم پر وائے ہو، پیغمبرؐ کی بیٹی کا کیا جواب دیں ؟ سب لوگوں کو معلوم ہوگیا ہے کہ وہ کس چیز کی طرف دعوت دے رہی ہیں اور ہم نے کیا کیا غداری کی ہے ؟ عمر بولے یہ تو ایک ریلا تھا جو گذر گیا اور ایک گھڑی تھی جو چلی گئی اور یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کچھ تھا ہی نہیں، تو خلیفہ نے عمر کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا : اے عمر تم نے کتنی مشکلات آسان کردی ہیں ۔ پھر نماز جماعت کا اعلان ہوا ، اور تمام لوگ جمع ہوگئے اور انھوں نے منبر پر جاکر یہ تقریر کی: ایھا الناس اے لوگو! ہر نقص نکالنے والی کی طرف یہ جھکاؤ کیسا ہے ؟رسول اللہ کے زمانے میں یہ سب باتیں کہاں تھیں؟ یاد رکھو جو سن رہا ہے وہ بیان کردے جو موجود ہے وہ دوسروں کو بتا دے یہ وہ لومڑی ہے جس کے ساتھ اس کی دم چپکی ہوئی ہے ہر فتنہ کی جڑ یہی ہے جو یہ کہتا ہے اس کو کمزور ہونے کے بعد تناور بنا کر مضبوط کردو یہ کمزوروں سے مدد مانگتے ہیں عورتوں کی نصرت حاصل کرتے ہیں اس لومڑی کی طرح جو اپنے گھر والوں کے لئے

[1] شرح ابن ابی الحدید :١٦،٢٨۴۔

بغاوت ہی پسند کرتی ہے یاد رکھو اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں اور اگر کہوں گا تو کچھ بھی کہہ دوں گا بیشک میں ساکت ہوں جب تک مجھے خاموش رہنے دیا گیا ۔ پھر وہ انصار کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے گروہ انصار مجھے تمہارے نادانوں کے بارے میں معلوم ہوا ہے اور جو رسول اللہ کے ساتھ رہا ان میں تم سب سے زیادہ حقدار ہو وہ تم لوگوں کے پاس آئے تو تم نے انھیں پناہ دی ان کی نصرت و امداد کی یاد رکھو کہ جو شخص ہماری نظر میں کسی چیز کا مستحق نہیں ہے میں اس کو ہرگز اپنے ہاتھ یا زبان سے وہ چیز عطا نہیں کر سکتا پھر وہ منبر سے نیچے اتر آئے[۱]۔

ابن ابی الحدید معتزلی کہتے ہیں کہ میں نے یہ کلام نقیب ابو یحییٰ جعفر بن ابو یحییٰ ابن ابو زید بصری کے سامنے پڑھا اور ان سے کہا کہ یہ کس سے کنایہ ہے تو انھوں نے جواب دیا :بلکہ صاف صاف کہہ رہے ہیں تو میں نے کہا : اگر انھوں نے صاف صاف کہا ہوتا تو میں آپ سے سوال نہ کرتا تو وہ ہنسے اور کہا علی ابن ابی طالبؑ کے بارے میں، تو میں نے کہا تو انصار نے اس کا کیا جواب دیا ؟

تو انھوں نے کہا تو وہ حضرت علیؑ کی بات پر تیار ہوگئے لیکن آپ حالات کے بگڑ جانے کی بنا پر خوف زدہ ہوگئے اور انہیں اس سے منع کر دیا[۲]۔

ام سلمہؓ اور جناب فاطمہؑ کے حق کا دفاع

مسجد نبوی میں شہزادی کائنات کے خطبہ اور ابوبکر کے جواب کے بعد جناب ام سلمہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انھوں نے کہا : کیا پیغمبر کی بیٹی فاطمہؑ جیسے لوگوں کو بھی اس طرح کا جواب دیا جاتا ہے ؟ اللہ کی قسم وہ انسانوں کے درمیان ایک حور ہیں، متقین کی آغوش کی پروردہ ، ملائکہ کے ہاتھوں کی نازبردار پاکیزہ گودیوں میں پروان چڑھنے والی ، بہترین نشو و نما کے دائرہ میں بڑی ہونے والی اور اعلیٰ تربیت گاہ کی تربیت یافتہ ہیں، کیا تم یہ سوچتے ہو کہ رسول اللہ نے ان کے اوپر اپنی میراث حرام کر دی تھی اور انھیں اس

---

[۱] دلائل الامامۃ ص۳۹۔
[۲] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۱۶ص۲۱۵۔

کے بارے میں کچھ بتایا ہی نہیں تھا، جب کہ خداوند عالم نے یہ ارشاد فرمایا ہے: ''وانذر عشیرتک الاقربین'' اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ، پیغمبر نے ان کو حکم خدا بتادیا مگر یہ ان کے حکم کی خلاف ورزی کر رہی ہیں، جب کہ یہ خیر النساء، جوانان جنت کے سرداروں کی ماں اور مریم کی ہم رتبہ ہیں، ان کے بابا پر خداوند عالم کی رسالت تمام ہوئی ہے اللہ کی قسم وہ ان کو سردی اور گرمی سے بچایا کرتے تھے، اپنے داہنی طرف بٹھاتے تھے اور بائیں جانب سلاتے تھے بہت جلد تمہیں رسول اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں پلٹائے جاؤگے، تمہارے اوپر وائے ہو کہ تمہیں عنقریب پتہ چل جائے گا۔ کہا جاتا ہے کہ اس سال آپ کو بیت المال کے وظیفہ سے محروم کردیا گیا[1]۔

مولائے کائنات سے شکوہ

جب مسجد نبوی میں آپ کا خطبہ تمام ہوگیا تو آپ نے قبر رسول پر جاکر اتنا گریہ فرمایا کہ وہ آنسوؤں سے تر ہوگئی اس کے بعد آپ گھر واپس آگئیں جہاں امیر المومنینؑ آپ کا انتظار کر رہے تھے اور حالات معلوم کرنے کے لئے بے چین تھے۔ لیکن آپ نے گھر میں داخل ہوتے ہی فریاد شروع کر دی یا ابن ابی طالب! آپ تو گھر میں پس پردہ رہ گئے اور خوف تہمت سے بیٹھ گئے۔ حالانکہ آپ نے بڑے بڑے شاہینوں کے بال وپر توڑ دئے ہیں تو آپ کے لئے ان کمزوروں کے بال وپر کی کیا حیثیت ہے دیکھئے یہ ابو قحافہ کا فرزند۔ میرے باپ کے عطیہ اور میرے بچوں کے وسایل کو ہضم کرنا چاہتا ہے۔ اس نے کھل کر مجھ سے جھگڑا کیا ہے اور میں نے اسے گفتگو میں بد ترین دشمن پایا ہے یہاں تک کہ انصار نے بھی اپنی مدد کو روک لیا ہے اور مہاجرین نے بھی تعلقات توڑ دئے ہیں اور ساری قوم نے میری طرف سے چشم پوشی کر لی ہے۔ اب نہ کوئی دفاع کرنے والا ہے اور نہ کوئی روکنے والا ہے میں بڑے صبر و ضبط کے ساتھ گھر سے نکلی تھی مگر بغیر کسی نتیجہ کے واپس آئی۔ آپ نے اپنی شمشیر کو نیام میں رکھ لیا تو گویا ہر ذلت کو برداشت کر لیا۔ بڑے بڑے بھیڑیوں کو فنا کر دیا اور اب خاک پر بیٹھ گئے۔ نہ کسی بولنے والے کو روکتے ہیں اور نہ باطل پرستوں کو

[1] دلائل الامامۃ طبری: ۳۹۔

ہٹاتے ہیں اور خود میرے پاس بھی کوئی اختیار نہیں ہے۔ اے کاش میں اس مصیبت اور ذلت کو دیکھنے سے پہلے مر گئی ہوتی۔ اللہ میرے اس کام کو معاف کر دے کہ آپ کے علاوہ کوئی مددگار نہیں ہے۔ میرے حال پر افسوس ہے ہر صبح وہر شام۔ میرا سہارا چلا گیا۔ میرا بازو کمزور ہوگیا۔ اب میری فریاد میرے بابا کی خدمت میں ہے اور میرا تقاضائے نصرت بھی میرے پروردگار سے ہے۔ خدایا! تو ان ظالموں سے زیادہ قوت وطاقت کا مالک ہے اور تو شدید عذاب کرنے والا ہے۔

یہ سن کر امیر المومنینؑ نے فرمایا: دختر پیغمبرؐ ویل تمہارے لئے نہیں ہے۔ تمہارے دشمنوں کے لئے ہے۔ اپنے غصہ کو روک لیجیے آپ مختار کائنات کی بیٹی اور نبوت کی یادگار ہیں۔ میں نے دین میں کوئی سستی نہیں کی اور اپنے امکان بھر کوئی کوتاہی نہیں کی اگر آپ سامان معیشت چاہتی ہیں تو آپ کے رزق کا ذمہ دار پروردگار ہے اور آپ کا ذمہ دار امین ہے۔ اور پروردگار نے آپ کے لئے جو اجر فراہم کیا ہے وہ اس مال دنیا سے کہیں زیادہ بہتر ہے جس سے آپ کو محروم کیا گیا ہے آپ خدا کے لئے صبر کیجیے۔ (جسے سن کر آپ نے فرمایا یقیناً میرے لئے میرا خدا کافی ہے)

بائیکاٹ کا اعلان

شہزادیٔ دو عالم کا یہ جہاد آپ کے خطبہ پر ہی تمام نہیں ہوا بلکہ آپ نے خلیفہ سے بات نہ کرنے کا فیصلہ کر کے کھلے عام یہ اعلان کر دیا: ''واللہ لا اکلمک بکلمۃ ما حییت'' اللہ کی قسم میں جب تک زندہ رہوں گی تم سے کوئی بات نہیں کروں گی[۱]''۔ ظاہر سی بات ہے کہ حضرت فاطمہؑ کی حیثیت ایک عام انسان جیسی تو نہیں تھی کہ جن کے تعلقات توڑ لینے سے خلیفہ پر کوئی اثر نہ پڑے، اور اس قطع تعلق میں کوئی دم نہ ہوتا بلکہ جناب فاطمہؑ رسول اللہ کی پارۂ جگر اور آپ کی عزیز القدر بیٹی تھیں نیز آپ کے بارے میں پیغمبرؐ کا خاص اہتمام اور آپ سے پیغمبرؐ کی والہانہ محبت کسی سے پوشیدہ امور نہیں تھے اور آپ ہی کے بارے میں آنحضرت نے یہ فرمایا تھا: ''فاطمة بضعة منّی، من آذاہا فقد آذانی'''' فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی'' چنانچہ یہ خبر آہستہ

[۱] کشف الغمہ، ج۱، ص۴۷۷۔

آہستہ ہر طرف پھیل گئی کہ حضرت فاطمہؑ ابوبکر سے اتنی ناراض ہیں کہ آپ نے خلیفہ سے بات کرنا بھی بند کر دی ہے جب اس کی اطلاع مدینہ کے اندر اور اس کے باہر چھوٹے بڑے سب کو ہوئی تولوگ ایک دوسرے سے اس کی وجہ پوچھنے لگے، ہر روز لوگوں کے دلوں میں خلیفہ سے نفرت میں اضافہ ہوتا رہا اور اگرچہ خلیفہ نے جناب فاطمہؑ سے مصالحت کر کے حالات کو معمول پر لانے کی کوشش کی مگر اس سے انھیں کچھ بھی حاصل نہ ہوا اور آپ نے ان کے خلاف اپنا جہاد جاری رکھا اور آپ اپنے طرز عمل پر اُسی طرح ثابت قدم رہیں ۔اورآخرکار شہیدہ و مظلومہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پہنچ گئیں ۔

فدک کی سیاسی حیثیت (سیاسی راز)

مولائے کائناتؑ اور شہزادیؑ دو عالم نے خلافت اسلامیہ کو راہ راست پر لانے کے لئے جو اصلاحی تحریک شروع کی تھی وہ مختلف شکلیں اور رنگ اختیار کرتی چلی گئی، اس اعلانیہ سیاسی تحریک کی قیادت جناب فاطمہؑ کے ہاتھوں میں تھی اسی لئے آپ نے حضرت علیؑ کی خلافت کی حقانیت کے لئے مختلف قسم کے مطالبات سامنے رکھے جن میں سے ایک مطالبۂ فدک بھی تھا ۔ جو بعد میں مختلف صورتیں اختیار کرگیا ۔ اس کشمکش اور رسہ کشی میں اضافے یا اس کی مختلف شکلوں کی تبدیلی کے بارے میں بنیادی بحث یہ نہیں ہے کہ یہ صرف ایک زمین کا مطالبہ تھا ،بلکہ اس سے صاف ظاہر تھا کہ اس کا مفہوم اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے اور اس کے اندر ایسے بلند عزائم پوشیدہ ہیں جن سے انقلاب پیدا ہوسکتا ہے اور اس کا مقصد غصب شدہ حق اور مجد و عظمت کی واپسی نیز امت اسلامیہ کو صحیح راستہ پر لگانا تھا جو الٹے پاؤں پلٹ گئی تھی، چنانچہ بر سر اقتدار طبقہ کو اس کا احساس ہوگیا تھا اسی وجہ سے اس نے اپنی پوزیشن کو بچانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا ۔

یہی وجہ ہے کہ فدک کے بارے میں جتنے تاریخی اسناد موجودہیں ہم ان کے بارے میں چاہے جتنی تحقیق اور غور و فکر کرلیں ہمیں کہیں یہ نظر نہیںآتا کہ یہ ایک ایسا مادی مسئلہ تھا جو فدک کے دائرہ تک محدود تھا بلکہ یہ منحرف حکومت کے خلاف ایک تحریک اور ایسی فریاد تھی جسے جناب فاطمہ زہراؑ ، دنیاکے گوشہ گوشہ میں پہنچانا چاہتی تھیں تاکہ اس کے ذریعہ سقیفہ کے دن رکھے جانے والے

سنگ بنیاد کو اکھاڑ پھینکیں۔ ہمارے اس مدعیٰ کو ثابت کرنے کے لئے دربار خلافت میں انصار و مہاجرین کے مجمع کے درمیان شہزادی کائنات کے خطبہ پر ایک گہری نظر ہی کافی ہے کہ آپ نے اپنے اس خطبہ کے اکثر حصوں میں حضرت علیؑ کی تعریف و تمجید کے ساتھ راہ اسلام میں آپ کے خالصانہ ایثار اور آپ کی فداکاریوں کا تذکرہ فرمایا اور اہل بیت ۲۲۲ کی شرعی حقانیت کو دامن تاریخ پر یہ کہہ کر ثبت کردیا کہ یہی لوگ خدا اور مخلوقات کے درمیان وسیلہ، خاصان خدا ،اس کے مقرب بارگاہ اور اس کی حجت نیز خلافت و حکومت میں اس کے انبیاء کے وارث ہیں ۔ شہزادی کائناتؑ کی یہی کوشش تھی کہ مسلمان جس غفلت میں مبتلا ہیں اور ہدایت پانے کے بعد جتنی تیزی کے ساتھ الٹے پاؤں پلٹ گئے ہیں اور ان کی زندگی میں کتنا خطرناک انقلاب آیا ہے انھیں اس کے بارے میں اچھی طرح متنبہ کردیں ۔ اور جو چشمہ ان کی پیاس بجھا سکتا ہے وہ اس کے بجائے غیر شفاف جگہ پہنچ گئے اور انھوں نے اپنے امور کی نسبت نااہلوں کی طرف دے دی ہے اور وہ ایک فتنہ اور ان محرکات میں گھر چکے ہیں جن کی بنا پر انہوں نے مسئلہ خلافت و امامت میں کتاب خدا کی مخالفت کی ہے اور اسے پس پشت ڈال دیا ہے ۔

لہٰذا یہ مسئلہ میراث اور عطیۂ پیغمبر کی تقسیم کا تھا بھی تو صرف اسی حد تک کہ جس حد تک اس کا تعلق اس اہم اور اعلیٰ مقصد کے موضوع سے تھا ورنہ یہ گھربار اور زمین جائداد کا جھگڑا نہیں تھا بلکہ جناب فاطمہؑ کی نظر میں یہ اسلام اور کفر کی لڑائی تھی، ایمان و نفاق کی جنگ تھی اور نص و شوریٰ کا مسئلہ تھا۔

اسی طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس بلند و بالا اور صاف گو سیاسی شخصیت نے اپنی عیادت کے لئے آنے والی انصار و مہاجرین کی عورتوں کے سامنے بھی یہ آشکار کردیا کہ برسر اقتدار حاکموں کے قبضہ کے بعد خلافت اپنے شرعی راستہ سے بھٹک چکی ہے اور وہ جذبات میں آکر کسی کی طرفداری یا پرانی دشمنی اور کینہ کی بنیاد پر ایسا نہیں کہہ رہی ہیں بلکہ اگر وہ لوگ اس خلافت کو اسی مقام پر رہنے دیتے جہاں اللہ اور اس کے رسول نے رکھا تھا اور زمام خلافت کو امام کے حوالے کردیتے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور دنیا و آخرت کی سعادت سے ہمکنار ہوجاتے ۔

بلکہ بہت قرین قیاس یہ ہے کہ شہزادی کائنات کو امیر المومنین کے شیعوں اور آپ کے چیدہ اصحاب کے درمیان ایسے افراد یقیناً مل جاتے جنھیں آپ کی صداقت میں ذرہ برابر بھی شک نہیں تھا اور وہ حضرت علیؑ کی گواہی کی بنیاد پر آپ کے حق میں فدک کی گواہی پیش کر سکتے تھے جس سے فدک کے معاملہ میں مطلوبہ گواہیاں بآسانی پوری ہو سکتی تھیں ۔

یہ اس بات کی بہترین دلیل ہے کہ جناب فاطمہؑ کا اصل مقصد جسے سب جانتے ہیں کہ پیغمبرؐ کے عطیہ اور میراث کو ثابت کرنا نہیں تھا بلکہ درحقیقت آپ سقیفہ کے نتائج کا فیصلہ چاہتی تھیں اور یہ معاملہ صرف فدک کے بارے میں گواہ پیش کر کے حل نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اس صورت میں ان کا دائرہ صرف اسی حد تک محدود رہ جاتا بلکہ آپ یہ چاہتی تھیں کہ تمام لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ گمراہ ہو چکے ہیں اور راہ راست سے منحرف ہو چکے ہیں تاکہ شائد اس کے ذریعہ انھیں دوبارہ ہوش آجائے اور وہ اہل بیتؑ کی ہمراہی اختیار کر کے صحیح راستہ پر لگ جائیں ۔

اس کا اندازہ ہمیں اس بات سے ہو جاتا ہے کہ جب شہزادی خطبہ تمام کر کے مسجد سے تشریف لے گئیں تو خلیفہ کے اوپر آپ کے خطبے کی دہشت طاری ہوئی اور انھوں نے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے آپ کے جواب میں جو تقریر کی تھی اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ جناب فاطمہؑ سے ان کے اختلاف کی بنیاد کیا تھی ؟ کیونکہ اتنا تو ان کی بھی سمجھ میں آگیا تھا کہ شہزادی میراث اور جائیداد کے لئے حجت پیش کرنے نہیں آئی ہیں بلکہ یہ ایک سیاسی جنگ اور حضرت علیؑ کے حق میں ہونے والے مظالم کا شکوہ ہے اور امت کے درمیان ان کے عظیم کردار نیز خلیفہ اور ان کے ساتھیوں نے دنیائے اسلام میں ان کے جس واقعی مقام و مرتبہ سے انھیں دور کرنے کی کوشش کی ہے یہ اس کا اعلان ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ ہمیں صاف دکھائی دے رہا ہے کہ خلیفہ صاحب نے اپنے جواب میں براہ راست حضرت علیؑ پر حملہ کیا اور آپ کو (معاذ اللہ) لومڑی سے تشبیہ دی اور آپ کو ہی ہر فتنہ کی جڑ بتایا اور فاطمہؑ تو ان کی تابع ہیں اور اس میں انھوں نے کہیں سے کہیں

تک میراث یا عطیۂ پیغمبر کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ شہزادی کائناتؑ نے میراث کے معاملہ میں خلیفہ کی مخالفت اسی وقت کی جب انھوں نے فدک کو غصب کرلیا، کیونکہ لوگوں کا عام دستور یہ تھا کہ وہ اپنی میراث پر قبضہ کرنے کے لئے یا میراث کو ان کے مستحقین تک پہنچانے کے لئے خلیفہ سے اجازت نہیں لیتے تھے بلکہ عام طور سے وہ اپنے معاملات اپنے ہی درمیان آسانی سے حل کر لیتے تھے، لہٰذا جناب فاطمہؑ کو بھی نہ ارباب خلافت کے پاس جانے کی کوئی ضرورت تھی اور نہ ہی اس بارے میں ان کی رائے معلوم کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ وہ آپ کی نظر میں پہلے سے ہی ظالم و غاصب تھے ۔ لہٰذا میراث کا یہ مطالبہ خلیفہ کے اس ظلم و تعدی کا جواب تھا جس کے ذریعہ اس نے پیغمبرؐ کی میراث میں شہزادی کے حق پر قبضہ جما لیا تھا۔

اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ شہزادی کائناتؑ اپنا حق غصب کئے جانے سے پہلے اس کا مطالبہ نہیں کرسکتی ہیں لہٰذا اس مطالبہ کی بنا پر مخالفت کرنے والوں کے حوصلے مزید بلند ہوگئے اور انھوں نے میراث کے ترو تازہ مسئلہ کا موقع غنیمت سمجھا اور اسے غیر شرعی خلیفہ کے مقابلہ کا ایسا بہترین مواد (ایشو) قرار دے دیا کہ اس کے ذریعہ اس دور میں اسلام کی مصلحتوں کے عین مطابق نہایت صحیح اور صاف ستھرے انداز میں غاصبان خلافت کو غاصبیت، احکام شریعت سے کھلواڑ اور قانون کی بالا دستی کے استخفاف جیسے جرائم کے کٹہرے میں لاکر کھڑا کردیا ۔

نئے حالات میں مولائے کائنات کا طرز عمل

تیزی کے ساتھ رونما ہونے والے واقعات ،گمراہ کن اقدامات، متعدد رجحانات کے ظہور نے کہ جو اسلام کے خلاف دشمنوں کی چالیں تھیں نیز نئے نئے فتنوں کے سر ابھارنے اور دینی شعور کے خاتمہ کے خطرے کے پیش نظر نیز صحیح عقیدہ کی حفاظت کے خیال نے مولائے کائنات ؑکو ایک ایسے سہ راہے پر لاکر کھڑا کر دیا تھا جس میں ہر ایک راستہ نہایت دشوار اور خطرناک تھا: ۱۔بغیر کسی چون وچرا کے ابوبکر کی بیعت کرلیں اور دوسرے مسلمانوں کی طرح ہوجائیں، بلکہ ارباب سلطنت کے نزدیک ایک ممتاز حیثیت

حاصل کرکے اپنا وجود اور اپنے منافع اور حیثیت کی حفاظت کرلی جائے اور دین و شریعت کے انجام کا کوئی خیال نہ رہ جائے مگر یہ ناممکن تھا کیونکہ اس کا مطلب اس بیعت پر مہر تصدیق ثبت کرنا تھا جو پیغمبر اکرم کے احکام کے سراسر خلاف تھی۔

۲۔اس طرح خاموشی اختیار کرلیں کہ آنکھوں میں کانٹے اور حلق میں لقمہ پھنسا رہے اور وہ نااہل حکومت سے آیندہ سرزد ہونے والی متضاد حرکتوں کے درمیان کوشش کرکے ایک ایسا معتدل راستہ تلاش کرلیں جس سے اسلام کی حقیقی شکل باقی رہ سکے اور اسلامی عقیدہ بالکل بے راہ روی سے محفوظ ہوجائے ۔

۳۔لوگوں کو جمع کرکے انھیں خلیفہ کے خلاف مسلح انقلاب برپا کرنے کے لئے تیار کیا جائے۔مسالمت آمیز مقابلہ اور حضرت زہراء کا کردار:مولائے کائنات ؑنے یہ قطعی فیصلہ کرلیا کہ جب تک خلیفہ اور ان کے دونوں ساتھیوں کے خلاف رائے عامہ ہموار نہ ہوجائے اور آپ کو اپنی قدرت پر اطمینان نہ ہوجائے آپ اہل حکومت کے خلاف کھلم کھلا یا براہ راست انقلاب کی آواز بلند کر کے مسلح اقدام نہیں کریں گے ۔

اسی لئے آپ خاموشی[1] کے ساتھ بڑے بڑے مسلمانوں اور مدینہ کے بااثر لوگوں کے گھروں میں جاکر انھیں نصیحت کرتے تھے اور ان کے سامنے اپنی حقانیت کے ثبوت اور اس کے دلائل پیش کرتے تھے ،اور جس کے لئے پیغمبر اکرم کی بیٹی اور آپ کی شریکۂ حیات بھی آپ کے اس خفیہ جہاد میں سایہ کی طرح آپ کے ساتھ رہتی تھیں ، جس سے آپ کا مقصد اپنے لئے کوئی جماعت تیار کرنا نہیں تھا کیونکہ ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ حضرت علی ؑکے ایسے چاہنے والوں کی ایک جماعت موجود تھی جو آپ کے گرد ہمیشہ حلقہ زن اور آپ کے نام پر ہر قربانی کے لئے تیار تھی اس سے آپ کا مقصد ارباب خلافت کے مقابلہ میں اجماع مسلمین اور رائے عامہ کو ہموار کرنا تھا ۔

---

[1] شرح نہج البلاغہ ، ابن ابی الحدید:۱۳،۶، تحقیق شدہ ایڈیشن ، میں امام محمد باقر ؑسے روایت ہے کہ حضرت علی ؑجناب فاطمہؑ کو رات میں سوار کرکے انصار کے گھروں میں لے جاتے تھے اور ان سے اپنے تعاون کا مطالبہ کرتے تھے اور شہزادی بھی ان سے آپ کی مدد کرنے کی اپیل کرتی تھیں ۔

اس نازک موڑ پر جدید علوی سیاست میں مسئلہ فدک نے کلیدی حیثیت اختیار کرلی اور فاطمی کردار بھی ہارون نبوت کی تیار کردہ اس پختہ حکمت علی کے عین مطابق تھا کہ جس کے تحت راتوں کو گھروں میں جاکر صورتحال کا پانسہ خلافت کے خلاف پلٹ دیا جائے اور خلیفۂ اول کی خلافت کا انجام بھی وہی ہو جو قصۂ تمثیل کا ہوا تھا اور اس حکومت کی طرح اس کا خاتمہ نہ کیا جائے جس کا دارمدار طاقت اور تعداد پر ہوتا ہے ۔اس دوران شہزادی کائناتؑ کے کردار کا خلاصہ یہ ہے کہ خلیفہ نے جو اموال آپ سے چھین کر غصب کر لئے تھے آپ نے بر سر عام ان کا مطالبہ کر کے اس مطالبہ کو خلافت کے اساسی اور بنیادی مسئلہ کے اختلافات کی طرف موڑ دیا اور لوگوں کو یہ سمجھا دیا کہ جس وقت انھوں نے حضرت علیؑ سے منہ پھیر کر ابوبکر کی طرف رخ کیا تھا اس وقت وہ ہوس اور انحراف[۱] کا شکار تھے اور انھوں نے یہ بہت بڑی غلطی کی ہے اور کتاب خدا کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوکر ساحل مراد سے بھٹک گئے ہیں[۲] ۔

اور جب یہ فکر جناب فاطمہؑ کے ذہن میں پختہ ہوگئی تو آپ اس وقت کے حالات کے سدھار کے لئے اسے بروئے کار لائیں اور اسلامی حکومت کے دامن کو جس کیچڑ نے سقیفہ کے پہلے ہی دن آلودہ کردیا تھا اسے وضاحت کے ذریعہ صاف کرنا شروع کردیا کہ خلیفہ کی نظر میں اسلامی قانون کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور انھوں نے معینہ طور پر خیانت کی ہے اور جس انتخاب (الیکشن) میں ابوبکر کو خلیفہ منتخب کیا گیا ہے وہ کتاب خدا اور راہ صواب کے سراسر خلاف تھا[۳] ۔

جناب فاطمہؑ کی اس مخالفت میں مندرجہ ذیل ایسے دو رخ پائے جاتے ہیں کہ اگر آپ کی جگہ پر حضرت علیؑ ہوتے تو ان رخوں کا کوئی امکان نہیں تھا : ۱۔ کیونکہ آپ اپنے بابا کی رحلت کی وجہ سے سوگوار تھیں لہٰذا اس سے لوگوں کی ہمدردی حاصل کرنا اور اس مغموم

---

[۱] بلاغات النساء:۲۳پر آپ کے خطبہ کے یہ جملے ملاحظہ فرمائیے:
”و اطلع الشیطا ن راسہ من مفرزہ...“اور شیطان نے اپنے ٹھکانہ سے سر ابھارا تو اس نے تمہیں اپنی دعوت پر لبیک کہنے والا پایا...

[۲] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید :۶،۱۲پر درج ہے کہ مولائے کائنات نے لوگوں سے گفتگو کے دوران یہ فرمایا تھا : ” اے گروہ مہاجرین اللہ سے ڈرو ، پیغمبر اکرمؐ کی سلطنت کو ان کے گھر سے نکال کر اپنے گھروں میں نہ لے جاؤ اور جو اس کا اہل ہے ، لوگوں کے درمیان اس کا مقام نہ گھٹاؤ اللہ کی قسم ، اے گروہ مہاجرین ، ہم اہل بیتؑ اس سلسلہ میں تم سے زیادہ حقدار ہیں ....

[۳] ملاحظہ ہو ” الصواعق المحرقہ “ ۳۶ مطبوعہ قاہرہ ، قال الخلیفۃ الثانی ” کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃً وقی اللّٰہ شرّھا فمن عادّ لمثلھا فاقتلوہ...“نیز تاریخ الخلفاء ،ص۶۷ ملاحظہ ہو۔

فضا کا سہارا لے کر لوگوں کے نفسیات کو کرنٹ جیسے جھٹکے دینا اور اہل بیت۲۲۲ کے حق کی وصول یابی کے لئے ان کے شعور کو جھنجھوڑنا آپ کے لئے نہایت آسان تھا ۔

۲۔آپ خلافت کے مقابلہ کے لئے جو صورت بھی اختیار کرلیتیں اسے مسلحانہ کاروائی قرار دینا ممکن نہیں تھا کیونکہ اس کی باگ ڈور آپ جیسی خاتون کے ہاتھوں میں تھی اور دوسری طرف مولائے کائناتؑ اس وقت تک صلح و آشتی کے ساتھ گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جب تک لوگ ان کے اوپر چڑھائی نہ کردیں ۔ اور وہیں سے آپ پوری صورتحال پر دقیق نظر رکھے ہوئے تھے تاکہ اگر ضرورت پڑے تو اس میں مداخلت بھی کرسکیں اور جب یہ تحریک اپنی آخری منزل تک پہنچ جائے تو اس کی قیادت سنبھال لیں اور اگر حالات آپ کا ساتھ نہ دے سکیں تو اس فتنہ کو ہی دبا دیا جائے ۔ مختصر یہ کہ شہزادی کائناتؑ اپنی مقاومت کے ذریعہ یا تو غاصبین خلافت کے خلاف اجتماعی انقلاب قائم کرنے میں کامیاب ہوجائیں اور اگر ایسا نہ ہوسکے تو پھر آپ زبانی اختلاف اور لفظی کشمکش کو فتنہ و فساد کا رنگ اختیار نہ کرنے دیں ۔

اس طرح حضرت علیؑ کی یہ بھرپور کوشش تھی کہ اپنی آواز کو شہزادی کائناتؑ کی زبان سے لوگوں کے کانوں تک پہنچادیں اور خود کو اصل معرکہ سے دور رکھیں اور کسی خاص ردعمل کے لئے مناسب موقع کے انتظار میں رہیں اور دوسرے یہ کہ پوری امت قرآن کے سامنے اس فاطمی مخالفت کو غاصبی خلافت کے ناجائز ہونے کی مضبوط اور مستحکم سند میں تبدیل کردیں اور بالآخر آپ نے جو ارادہ کیا تھا اسے منزل تکمیل تک پہنچا دیا کیونکہ شہزادی کائنات نے علوی حق کے اثبات کے لئے ایسی واضح تعبیرات استعمال کیں کہ جن میں سر فروشی اور جہد مسلسل کے مختلف راگ بھرے ہوئے تھے ۔ مختصر یہ کہ اس فاطمی جہاد کو مندرجہ ذیل شکلوں میں پیش کیا جاسکتا ہے: ۱۔اپنی میراث اور دوسرے حقوق کا مطالبہ کرنے کے لئے ابوبکر کے پاس کسی دوسرے کو بھیجنا[1] در حقیقت خود براہ

---

[1] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید :۲۱۸،۱۶و۲۱۹پر ابی طفیل سے منقول ہے : جناب فاطمہؑ نے ابوبکر کے پاس اپنا نمائندہ بھیج کر پوچھا کہ رسول اللہ کے وارث تم ہو یا ان کے گھر والے ؟ تو انھوں نے کہا (میں نہیں ہوں)بلکہ ان کے گھر والے ہیں ۔

راست میدان عمل میں اترنے کے لئے شہزادی کا یہ پہلا قدم تھا ۔ ۲۔خصوصی نشست میں[1] جاکر براہ راست اپنے حقوق کا مطالبہ کرنا تاکہ اس سے خمس اور فدک وغیرہ کے معاملہ میں شدت پیدا کی جا سکے اور اس سے خلیفہ کی قوت استقامت کا اندازہ لگا لیا جائے ۔

۳۔وفات پیغمبر کے دس دن بعد مسجد نبوی میں خطبہ دینا جس کا تذکرہ شرح نہج البلاغہ میں موجود ہے[2] ۔

۴۔جب ابوبکر اور عمر آپ کی عیادت کے لئے آئے تو پہلے توآپ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور جب ان سے گفتگو کی تو اس میں بھی ان سے اپنی ناراضگی کا واضح لفظوں میں یہ اعلان کردیا کہ ان دونوں نے اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کیا ہے[3]۔

۵۔مہاجرین و انصار کی عورتوں کے درمیان آپ کا خطبہ جب وہ اکٹھا ہوکر آپ کے پاس آئی تھیں[4]

۶۔یہ وصیت کہ آپ کو تکلیف پہنچانے والے آپ کی تشییع جنازہ میں شریک نہ ہونے پائیں چنانچہ یہ وصیت ارباب خلافت سے آپ کی ناراضگی کا آخری پیغام تھا[5]۔اس طرح اس فاطمی تحریک کو ایک اعتبار سے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور دوسرے لحاظ سے اسے کامیابی مل گئی،ناکامی اس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ وفات پیغمبر کے دس دن کے بعد اپنی آخری دوڑ دھوپ میں یہ تحریک خلیفہ کی حکومت پر روک نہیں لگا سکی ۔ ہمارے لئے یہ بیان کرنا تو ممکن نہیں ہے کہ شہزادی کو اس معرکہ میں کون سے نقصانات برداشت کرنا پڑے ،البتہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان تمام مواقع پر خلیفہ کا ہی سب سے اہم اور کلیدی رول رہا ہے کیونکہ وہ ایک سیاسی آدمی تھے جس کا ثبوت ہمیں اسی بات سے مل جاتا ہے کہ جب مسجد نبوی میں شہزادی نے اپنے خطبہ کا رخ انصار کی طرف موڑ دیا

---

[1] گذشتہ حوالہ :۲۳۰۔

[2] گذشتہ حوالہ :۲۱۱ایک جماعت سے نقل کیا ہے : جب جناب فاطمہؑ کویہ اطلاع ملی کہ ابوبکر نے یہ طے کر لیا ہے کہ آپ کو فدک واپس نہیں کریں گے تو آپ نے چادر اوڑھی اور بنی ہاشم کی خواتین کے حلقہ میں گھر سے روانہ ہوئیں ...یہاں تک کہ ابوبکر کے پاس پہنچ گئیں جو اس وقت انصار و مہاجرین کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے ...۔

[3] ملاحظہ فرمائیے الامامہ و السیاسہ ، ابن قتیبہ :۳۱؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید :۱۲،۲۸۱و ۲۶۴ ؛رسول اکرم نے فرمایا" فاطمۃ بضعۃ منی من اغضبھا اغضبنی " فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا ، اعلام النساء :۴،۱۲۳؛ کنز العمال: ج۱۲ح۳۴۲۲۲۔

[4] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید :۱۲،۲۳۳۔

[5] گذشتہ حوالہ ۶،۲۹۱۔

تو خلیفہ نے نہایت زیرکی سے نرم لہجہ میں اس کا جواب دیا: مگر ! ابھی وہ اپنے اس نرم اور پھسلانے والے جواب میں ہی غرق تھے کہ جناب فاطمہؑ کے مسجد سے باہر نکلتے ہی جو پلٹا کھایا تو اسی منھ سے ان کے خلاف آگ اگلنا شروع کردی اور یہاں تک کہہ دیا '' : ہر توہین کرنے والی کی طرف یہ تمہارا غلط جھکاؤ کیسا ہے ؟ (معاذ اللہ) یہ تو وہ لومڑی ہے جو اپنی دم کو اپنے ساتھ لئے ہے ''(جیسا کہ یہ پوری تقریر پہلے گذر چکی ہے[1]) اس نرمی اور دباؤ کے بعد اچانک آگ لگنے لگنا، یہ انقلاب اس بات کی دلیل ہے کہ خلیفہ میاں کو اپنے اعصاب اور نفسیات نیز ہر طرح کے حالات کے ساتھ چلنے پر کتنا کنٹرول تھا ۔

اور جناب فاطمہؑ کی تحریک اس اعتبار سے کامیاب رہی کہ اس کے ذریعہ حق کو اچھی طرح تقویت مل گئی اور مذہبی اختلاف کے میدان میں اترنے کے لئے اسے نئی طاقت مل گئی اور آپ نے اپنے پورے جہاد اور تحریک کے دوران اور خاص طور سے اس وقت کہ جب شیخین آپ کی عیادت کے لئے آئے تو آپ نے اپنی اس کامیابی کو یہ کہہ کر دامن تاریخ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قلمبند کردیا '' :آپ دونوں صرف اتنا بتادیں کہ اگرمیں رسول اللہ کی کوئی حدیث بیان کروں تو کیا آپ اس حدیث سے واقف ہیں یا نہیں ؟ تو دونوں نے کہا ؛ضرور، تو آپ نے یہ فرمایا: ''نشد تکما اللہ ،ألم تسمعا من رسول اللہ (ص) یقول : '' رضا فاطمۃ من رضای، و سخط فاطمۃ من سخطی، فمن أحب فاطمۃ فقد أحبنی، و من أرضی فاطمۃ فقد أرضانی، و من أسخط فاطمۃ فقد أسخطنی '' میں تمہیں خدا کی قسم دیتی ہوں کیا تم نے رسول اللہ کی یہ حدیث نہیں سنی ہے ؟ فاطمہؑ کی خوشی میری خوشی ہے اور فاطمہؑ کی ناراضگی میں میری ناراضگی ہے لہٰذا جس نے فاطمہؑ کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے فاطمہؑ کو خوش کیا اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے فاطمہؑ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا ہے[2] ۔ دونوں نے کہا ! جی ہاں ! ہم نے رسول اللہ سے یہ حدیث سنی ہے تب آپ نے فرمایا '' . :فإنّی اشہد

[1] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید :۱۶،۲۱۴و۲۱۵۔

[2] اس سلسلہ میں رسول اکرمؐ کے احادیث کی مختلف عبارتوں کی صحت ثابت ہے جیسا کہ صحیح روایت میں ہے کہ آپ نے جناب فاطمہؑ (رضی اللہ عنہا)سے فرمایا: ''ان اللہ یغضب لغضبک و یرضی لرضاک ...''اللہ تمہارے ناراض ہوجانے سے ناراض اور تمہارے خوش ہوجانے سے خوش ہوتا ہے ، نیز فرمایا:'' فاطمۃ بضعۃ منی یریبنی ما رابھا و یؤذینی ما آذاھا'' فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے مجھے بھی وہی خوشحال کرتا ہے جس سے اسے خوشی ہوتی ہے اور مجھے بھی اسی سے اذیت ہوتی ہے جس سے اسے اذیت پہنچتی ہے ۔ ملاحظہ فرمائیے : صحیح مسلم :۴،ح،۱۹۰۲:ج،۹۳ح،۲۴۴۹۔مطبوعہ دار احیاء تراث ، مستدرک حاکم ۳،۱۵۸؛ذخائر العقبیٰ ۴۷مسند امام حنبل ؛ ۴،۳۲۳و ۳۲۲؛ جامع ترمذی :۵،۶۹۹، مطبوعہ دار احیاء التراث عربی بیروپ ، صواعق محرقہ ، ابن حجر:۱۹۰۔

الله و ملائکتہ أنکما أسخطتمانی و ما أرضیتمانی ولئن لقیت النبیّ (ص) لأ شکونکما عندہ"میں اللہ اور اس کے ملائکہ کو گواہ بناتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے ناراض کیا ہے اور مجھے راضی نہیں کیا اور اگر رسول اللہ سے میری ملاقات ہوئی تو میں ان سے تم دونوں کی شکایت کروں گی[1]۔اس حدیث سے ہمارے سامنے یہ پوری تصویر ابھر کر سامنے آجاتی ہے کہ آپ نے کس حسین انداز سے اپنے دونوں مخالفوں کو اپنے اعتراضات کی گرفت میں لے لیا اور ان کے بارے میں اپنی ناراضگی اور غم و غصہ کو بالکل آشکار کردیا ۔ تاکہ دین و عقیدہ کے میدان میں آپ اس تنازع کے وقت ہر لحاظ سے کامیاب و کامران نظر آئیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ نے یہ بھی واضح کردیا کہ خلیفہ نے آپ کو ناراض کرکے خدا اور اس کے رسولؐ کی ناراضگی مول لے لی ہے اور ان دونوں نے آپ کو تکلیف دے کر اللہ اور رسول کو اذیت پہنچائی ہے کیونکہ وہ دونوں آپ کے غضب کی وجہ سے غضبناک اور آپ کی ناراضگی کی وجہ سے ناراض ہوتے ہیں ۔ اور اس کے لئے پیغمبر اکرمؐ کی صحیح حدیث کی صراحت موجود ہے لہٰذا یہ اللہ اور اس کے رسول کے خلیفہ نہیں ہوسکتے ہیں[2]کیونکہ خداوند تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔ "(...و ما کان لکم أن تؤذوا رسول اللہ و لا أن تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا ان ذلکم کان عند اللہ عظیما) اور تمہیں حق نہیں ہے کہ رسول اللہ کو اذیت دو یا ان کے بعد کبھی بھی ان کی ازواج سے نکاح کرو کہ یہ خدا کی نگاہ میں بہت بڑی بات ہے[3]۔(ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الآخرۃ و اعد لھم عذابا مھینا) یقیناً جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کو ستاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں خدا کی لعنت ہے اور خدا نے ان کے لئے رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے[4]۔ (و الذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب أليم)اور جو لوگ پیغمبر کو اذیت دیتے ہیں ان کے واسطے دردناک

---

[1] "ابوبکر سے جناب فاطمہؑ کی ناراضگی کے لئے ملاحظہ فرمائیں ، صحیح بخاری ۵،۵؛ صحیح مسلم ۷۲،۲؛مسند امام احمد حنبل ۶،۱؛ تاریخ طبری، ۲۷،۴؛ کفایۃ الطالب :۲۶۶؛سنن بیہقی :۳۰۰،۶"۔
[2] ملاحظہ ہو فدک فی التاریخ ،ص۱۱۹،۱۱۲۔
[3] سورۂ احزاب ،۵۳۔
[4] سورۂ احزاب ،۵۷۔

عذاب ہے[1] ۔ (یا ایھا الذین آمنوا لا تتولوا قوما غضب اللہ علیھم) ایمان والو خبردار اس قوم سے ہرگز دوستی نہ کرنا جس پر خدا نے غضب نازل کیا ہے[2] ۔ (و من یحلل علیہ غضبی فقد ھویٰ)اور جس پر میرا غضب نازل ہوگیا وہ یقیناً برباد ہوگیا[3] ۔

جناب فاطمہؑ کے گھر پر چڑھائی

حضرت علیؑ نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی اور حکومت سے اپنی ناراضگی کا اعلان بھی کردیا تاکہ دنیا کے اوپر یہ واضح ہوجائے کہ رسول اللہ کے بعد اسلام کی سب سے اہم شخصیت نے چونکہ خلافت کی مخالفت کی ہے لہذا یہ رسول اللہ کی واقعی خلافت نہیں ہوسکتی اور بالکل یہی رویہ شہزادی کائنات نے بھی اپنایا تاکہ مسلمانوں کو اچھی طرح پتہ چل جائے کہ ان کے نبی کی بیٹی ان لوگوں سے ناراض تھیں اور وہ اپنے بابا کے دین کی پابند تھیں لہذا اس حکومت کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے ۔ دوسری طرف مولائے کائنات نے اپنے شرعی حق کے غاصبین کے خلاف منفی (سلبی) جہاد چھیڑ دیا اور آپ کے ساتھ ایسے بعض جلیل القدر مہاجرین و انصار بھی اٹھ کھڑے ہوئے کہ جن کی تعریف پیغمبرؐ نے فرمائی تھی اور یہ حضرات تمام معاملات سے بخوبی واقف تھے جیسے عباس بن عبد المطلب، عمار یاسر ،ابوذر غفاری، سلمان فارسی، مقداد، خزیمہ ذوالشہادتین، عبادہ بن صامت، حذیفۂ یمانی، سہل بن حنیف، عثمان بن حنیف ، ابو ایوب انصاری وغیرہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر اس شور شرابہ کا کوئی اثر نہیں ہوا اور خلافت پر قابض جماعت جن میں عمر بن خطاب سب سے پیش پیش نظر آتے ہیں کی دھمکیاں ان کے اوپر ذرہ برابر کارگر ثابت نہ ہوئیں ۔

کچھ اصحاب نے باقاعدہ خلیفۂ اول کی بیعت پر اعتراض بھی کیا اور اس بارے میں مسجد نبوی کے علاوہ دوسرے مقامات پر متعدد بحثیں بھی ہوئیں اور وہ لوگ حکومت کی دھمکیوں کے سامنے بالکل نہیں جھکے جن سے کچھ لوگوں کے توہوش اڑ گئے اور وہ اسی دھارے کے ساتھ بہہ گئے ۔ جن میں سے کچھ لوگ تو راہ راست پر واپس آگئے اور انہوں نے جلد بازی میں ہڑبڑا کر ابوبکر کی جو بیعت

[1] سورہ توبہ آیت۶۱
[2] سورۂ ممتحنہ ,۱۳۔
[3] سورہ طٰہٰ ,۸۱۔

کرلی تھی یا ان کی طرف سے اہل بیت کی کھلی دشمنی کا اظہار ہوگیا تھا وہ ان سب باتوں پر نادم ہوگئے ۔اسی طرح مدینہ کے اطراف میں بعض مومن قبیلے بھی تھے جیسے اسد، فزارہ اور بنی حنیفہ، وغیرہ جو ''غدیر خم'' کے دن اُس بیعت کے چشم دید گواہ تھے جو پیغمبر اسلامؐ نے لوگوں سے حضرت علیؑ کے ہاتھوں پر لی تھی اور اپنے بعد آپؑ کو ان کا امیر بنایا تھا اور ابھی کچھ عرصہ بھی نہیں گذرا تھا کہ انھیں یہ اطلاع ملی کہ پیغمبر اکرمؐ کی وفات ہوگئی اور ابوبکر کی بیعت کرلی گئی ہے اور وہ منصب خلافت پر بیٹھ گئے ہیں چنانچہ اس حادثہ کی بنا پر وہ بالکل حیران رہ گئے اور انھوں نے ابوبکر کی بیعت کرنے سے بالکل انکار کردیا [1] اور نئی حکومت کو اس لئے زکات نہیں دی کہ یہ غیر شرعی ہے ۔ یہاں تک کہ (ڈھول چھٹ گئی)اور صورتحال بالکل واضح ہوگئی اور وہ اپنے اسلام کے مطابق نماز پڑھتے تھے اور اسی طرح تمام مذہبی اعمال انجام دیتے رہے ۔ لیکن بر سر اقتدار طبقہ نے یہ پالیسی اختیار کی کہ جب تک حضرت علیؑ اور آپ کے اصحاب کی مخالفت حکومت کے لئے اندرونی خطرہ کی شکل میں باقی ہے اس قسم کے جتنے لوگ بھی اس حکومت کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں ان پر کسی طرح روک لگا دی جائے ورنہ اگر اس بڑھتی ہوئی مخالفت کی آگ کو فوراً کنٹرول نہ کیا گیا اور اس پر روک نہ لگائی گئی تو ان کی حکومت کو خطرہ لاحق ہوجائے گا چنانچہ اس کا یہ طریقۂ کار اپنایا گیا کہ اس مخالفت کے سربراہ حضرت علیؑ کو ابوبکر کی بیعت کے لئے مجبور کیا جائے۔

بعض مورخین نے نقل کیا ہے کہ [2] عمر بن خطاب خلیفہ اول کے پاس آئے اور ان سے کہا: کیا تم اس خلاف ورزی کرنے والے سے بیعت نہیں لوگے ؟اے بھائی تم اس وقت تک کچھ نہیں کر سکتے جب تک علی بن ابی طالب تمہاری بیعت نہ کرلیں، لہٰذا ان کے پاس کسی کو بھیجو تاکہ وہ بیعت کرلیں، تو ابوبکر نے قنفذ کو بھیجا، چنانچہ قنفذ نے امیر المومنینؑ سے آکر کہا، آپ کو خلیفۂ رسول اللہ نے بلایا ہے، تو حضرت علیؑ نے فرمایا: کتنی جلدی تم نے رسول اللہؐ کی طرف جھوٹی نسبت دیدی'' یہ سن کر وہ واپس چلا گیا اور اس نے یہ پیغام پہونچا دیا، تو ابوبکر بہت دیر تک روئے عمر نے ان سے پھر کہا اس خلاف ورزی کرنے والے کو بیعت نہ کرنے کی

---

[1] تاریخ امم و الملوک ؛طبری:۴،۶۱،ط ، دار الفکر۔
[2] الامامۃ و السیاسۃ ، ابن قتیبہ :۲۹،۳۰۔

چھوٹ نہ دو توابوبکر نے قنفذ سے پھر کہا : کہ ان کے پاس واپس جاؤ اور کہو کہ خلیفۂ رسول اللہ نے تمہیں اپنی بیعت کرنے کے لئے بلایا ہے تو قنفذ نے دوبارہ آکر آپ تک ان کا یہ پیغام پہنچا دیا تو حضرت علیؑ نے بلند آواز سے فرمایا سبحان اللہ وہ اس چیز کا مدعی ہوگیا ہے جو اس کا حق نہیں ہے ، اس طرح قنفذ پھر پلٹ کر واپس آگیا اور اس نے ابوبکر کو آپ کا جواب سنا دیا ، جس سے ابوبکر تا دیر روتے رہے ، تو عمر نے کہا اٹھو اور ان کے پاس چلو چنانچہ ابوبکر ، عمر، عثمان، خالد بن ولید ، مغیرہ بن شعبہ ،ابو عبیدہ جراح اور ابو حذیفہ کا غلام سالم اٹھ کر چل دئے ۔ جناب فاطمہ زہرؑا کو یہ یقین تھا کہ آپ کے گھر میں کوئی بھی آپ کی اجازت کے بغیر گھسنے کی ہمت نہیں کرے گا چنانچہ جب یہ سب آپ کے دروازے پر پہنچ گئے اور انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا اور آپ نے ان کی آوازیں سنیں تو بلند آواز سے یہ فریاد کی :یا أبت یا رسول اللہ (ص) ما ذا لقینا بعدک من ابن الخطاب و ابن أبی قحافۃ، لا عھد لی بقوم حضروا أسوأ محضر منکم ،ترکتم رسول اللہ (ص) جنازۃ بأیدینا و قطعتم أمرکم بینکم ،لم تستأمرونا ،ولم تردّوا لنا حقاً ’’اے بابا!اے اللہ کے رسول ہمیں آپ کے بعد ابن خطاب اور ابوقحافہ کے بیٹے کے ہاتھوں کیسے کیسے دن دیکھنا پڑے ،ان لوگوں سے مجھے کوئی سروکار نہیں جو بدترین شکل میں یہاں حاضر ہوئے ہیں تم لوگوں نے رسول اللہ کا جنازہ ہمارے ہاتھوں پر چھوڑ دیا اور اپنے امور کو اپنے درمیان تقسیم کرلیا ،نہ ہم سے کوئی اجازت مانگی اور نہ ہی ہمیں ہمارا حق واپس پلٹایا‘‘

جب لوگوں نے حضرت فاطمہ زہرأ کی آواز کے ساتھ آپ کے بین بھی سنے تو وہ روتے ہوئے واپس چلے گئے اور ایسا لگتا تھا جیسے ان کے دل پھٹ جائیں گے اور ان کے کلیجے پارہ پارہ ہوجائیں گے البتہ عمر اور ان کے ساتھ کچھ لوگ وہیں رکے رہے اور عمر نے لکڑیاں منگائیں اور چیخ کر کہا : اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے ۔ یا تو باہر نکلو ورنہ سب کو جلاکر راکھ کردوں گا تو کسی نے ان سے کہا اے ابوحفص : اس میں فاطمہؑ ہیں، کہا چاہے کوئی بھی ہو۔

چنانچہ جناب فاطمہ زہرأ نے دروازہ کے پیچھے کھڑے ہوکر لوگوں سے کہا : ’’و یحک یا عمر ما ھذہ الجرأۃ علی اللہ و علی رسولہ ؟ترید أن تقطع نسلہ من الدنیا و تفنیہ و تطفئ نور اللہ ؟و اللہ متم نورہ ‘‘ ’’اے عمر!تمہارے اوپر تف ہو، اللہ اور اس کے رسولؐ کے اوپر تیری

یہ جرأت؟ کیا تم ان کی نسل کو منقطع کرکے انھیں دنیا سے مٹانا چاہتے ہو اور خدا کے نور کو بجھانا چاہتے ہو اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے ''اتنے میں عمر نے دروازہ پر لات ماری، تو شہزادی کائناتؑ پردے کی وجہ سے دروازے اور دیوار کے درمیان درپردہ پس گئیں، اس کے بعد وہ سب گھر میں گھس آئے جس کی وجہ سے شہزادیؑ کی چیخ نکل گئی اور اسی وجہ سے آپ کے شکم میں موجود بچہ کی شہادت واقع ہوگئی۔ پھر وہ سب حضرت علیؑ کے اوپر ٹوٹ پڑے اس وقت آپ اپنے بستر پر بیٹھے ہوئے تھے، ان سب نے مل کر آپ کے کپڑوں کو گھسیٹتے ہوئے آپ کو باہر نکالا اور سقیفہ کی طرف لے کر چلے تو جناب فاطمہؑ ان کے اور اپنے شوہر کے درمیان حائل ہوگئیں اور آپ نے یہ فریاد کی: ''و اللہ لا أدعکم تجرّون ابن عمّی ظلماً، ویلکم ما أسرع ما خنتم اللہ و رسولہ، فینا أہل البیت، و قد أوصاکم رسول اللہ (ص) باتباعنا و مودّتنا و التمسّک بنا'' اللہ کی قسم! میں نہیں چھوڑوں گی کہ تم میرے ابن عم کو ظلم کے ساتھ کھینچتے ہوئے لے جاؤ تمہارے اوپر تف ہو، تم کتنی جلدی ہم اہل بیتؑ کے بارے میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے خیانت کر بیٹھے جب کہ رسول اللہ نے تم کو ہماری پیروی، اور مودت اور ہم سے متمسک رہنے کا حکم دیا تھا۔''

تو عمر نے قنفذ کو آپ کے اوپر ہاتھ اٹھانے کا حکم دیا چنانچہ قنفذ نے آپ کے بازو پر ایسا کوڑا مارا کہ جس سے بازو پر نیلا نشان بن گیا۔[1] وہ سب مولائے کائنات کو کھینچتے ہوئے سقیفہ میں لے گئے جہاں اس وقت ابوبکر بیٹھے ہوئے تھے آپ دائیں بائیں دیکھ کر یہ کہتے جارہے تھے: واحمزتاہ و لا حمزۃ لی الیوم، واجعفراہ و لا جعفر لی الیوم''!!''آہ اے حمزہ! آج میرے لئے کوئی حمزہ نہیں ہے، آہ اے جعفر! آج میرے لئے کوئی جعفر نہیں ہے'' اور جب وہ آپ کو رسول اللہ کی قبر کے پاس سے لے کر گذرے تو آپ نے کہا: ''یا ابن امّ إن القوم استضعفونی و کادوا یقتلوننی'''' اے میرے ماںجائے اس قوم نے مجھے کمزور بنا ڈالا ہے اور یہ مجھے قتل کرنے کے درپے ہیں'' عدی بن حاتم کہتے ہیں: خدا کی قسم! مجھے کسی کے اوپر اتنا رحم نہیں آیا جتنا رحم علی بن ابی طالبؑ کے اوپر اس وقت آیا جب انھیں ان کے کپڑوں سے گھسیٹتے ہوئے لایا گیا تھا، اور انھیں ابوبکر کے سامنے پیش کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ

[1] مرأة العقول:۵،۳۲۰۔

بیعت کرو تو انھوں نے کہا: ''فان لم افعل فمہ''اگر میں نہ کروں تو کیا ہوگا ؟ تو عمر نے کہا: خدا کی قسم، میں تمہاری گردن اڑادوں گا، تو حضرت علیؑ نے کہا: ''إذن و اللہ تقتلون عبداللہ و أخا رسولہ''اللہ کی قسم تو تم اللہ کے بندہ اور رسول اللہ کے بھائی کو قتل کروگے ،تو عمر نے کہا خدا کا بندہ یہ تو ٹھیک ہے لیکن رسول اللہ کا بھائی یہ درست نہیں تو آپ نے فرمایا: ''أ تجحدون أن رسول اللہ (ص) آخی بيني و بينہ؟!''کیا تم اس کے منکر ہو کہ رسول اللہ نے مجھے اپنا بھائی بنایا تھا ،اس کے بعد امامؑ اور برسر اقتدار طبقہ کے درمیان اس طرح گرما گرم بحث ہوتی رہی۔ اس وقت تک جناب فاطمہؑ امام حسنؑ اور حسینؑ کے ہاتھ پکڑے ہوئے وہاں پہنچ گئیں کوئی ہاشمی خاتون ایسی نہیں تھی جو آپ کے ساتھ وہاں نہ پہنچی ہو اور وہ سب فریاد و بکاء اور آہ و واویلا کر رہی تھیں پھر جناب فاطمہؑ نے فرمایا: ''خلوا عن ابن عمي !! خلوا عن بعلي !! و اللہ لأكشفن رأسي و لأضعن قميص أبي على رأسي و لأدعون عليكم، فما ناقۃ صالح بأكرم على اللہ منّي، و لا فصيلها بأكرم على اللہ من ولدي''۔ میرے ابن عم کو چھوڑ دو، میرے شوہر کو چھوڑ دو، اللہ کی قسم! میں اپنا سر کھول دوں گی اور اپنے بابا کی قمیص اپنے سر کے اوپر رکھ کر تمہارے لئے بد دعا کروں گی خدا کے نزدیک ناقۂ صالح مجھ سے زیادہ محترم نہیں اور نہ ہی اس کا بچہ میرے ان دونوں بچوں سے زیادہ خدا کے نزدیک محترم ہے[1]۔

عیاشی کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ فرمایا تھا: ''یا أبابكر، أ تريد أن ترملني عن زوجي و تيتّم أولادي؟ و اللہ لئن لم تكف عنہ لأنشرن شعري و لأشقن جيبي و لآتين قبر أبي و لأصرخن إلى ربّي''اے ابوبکر، کیا تو میرا سہاگ اجاڑنا چاہتا ہے ؟ اور میرے بچوں کو یتیم کرنا چاہتا ہے؟ اللہ کی قسم! اگر تم اپنے عمل سے باز نہیں آؤگے، تو میں اپنے سر کے بال پریشان اور اپنا گریبان چاک کردوں گی، اور اپنے بابا کی قبر پر جاکر خدا سے فریاد کروں گی، پھر آپ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے بابا کی قبر کی طرف بڑھیں یہ منظر دیکھ کر لوگ چاروں طرف سے ابوبکر کی طرف اشارہ کرکے چلانے لگے: تم ان سے کیا چاہتے ہو؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اس امت پر عذاب نازل ہوجائے ؟ ادھر شہزادی اپنے بابا کی قبر مبارک کی طرف جاتے ہوئے ان سے یوں مدد طلب کررہی تھیں: ''یا أبت

[1] احتجاج طبرسی :١، ٢٢٢۔

یا رسول اللہ (ص) ماذا لقینا بعدک من ابن الخطاب و ابن أبی قحافۃ؟اے بابا ،یا رسول اللہ آپ کے بعد ہمیں خطاب کے بیٹے،پسر ابو قحافہ کے ہاتھوں کیا کیا دن دیکھنا پڑے چنانچہ بی بی کی آہیں سننے کے بعد کوئی دل ایسا نہیں تھا جو غمزدہ نہ ہو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری نہ ہوئے ہوں[1]۔

آمنے سامنے کا مقابلہ

جناب فاطمہؑ کو ہرگز یہ توقع نہیں تھی کہ انھیں اتنے برے دن دیکھنا پڑیں گے ،اگرچہ آپ کے والد ماجد نے پہلے سے آپ کو اس کی اطلاع دے رکھی تھی مگر سننے اور دیکھنے میں بڑا فرق ہے خاص طور سے مصیبت سہنے کا اثر تو دیکھنے اور سننے دونوں سے مختلف ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے اپنے والد گرامی سے یہ ضرور سن رکھا تھا کہ زمانہ ان کا مخالف ہوجائے گا اور چھپے ہوئے کینے آپ کی وفات کے بعد کھل کر سامنے آجائیں گے چنانچہ آپ نے اپنی آنکھوں سے ان تمام باتوں کا مشاہدہ کرلیا اور لوگ آپ کے شوہر نامدار کے اوپر ٹوٹ پڑے اور اس گھر میں درانہ گھس آئے جس میں پیغمبر اکرم بھی جناب فاطمہؑ سے اجازت مل جانے کے بعد ہی داخل ہوتے تھے ۔

جناب فاطمہؑ کو بخوبی یاد تھا کہ ربیبۂ پیغمبرؐ جناب زینب ،اپنے بابا کے پاس جانے کے لئے تیار ہوئیں اور اونٹ پر ہودج میں بیٹھ کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں تو اس وقت ہبار بن اسود انھیں پکڑنے کے لئے آیا اور اس نے انھیں ڈرانے کے لئے ہودج پر اپنا نیزہ مارا ،تو چونکہ اس وقت زینب حاملہ تھیں اس کے خوف سے ان کا حمل ساقط ہوگیا تھا اس لئے پیغمبر اکرمؐ نے فتح مکہ کے دن ہبار بن اسود کا خون مباح کردیا تھا ۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر پیغمبر اسلامؐ اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ لیتے تو کیا کہتے ؟ان کے امتیوں نے آپ کی چہیتی اور اکلوتی بیٹی کے گھر کی حرمت کا بھی کوئی خیال نہیں کیا؟ حتی کہ آپ کے اس جگر کے ٹکڑے کا بھی کوئی لحاظ نہ رکھا اور ان کی جرأتیں اتنی بڑھ گئیں کہ وہ درانہ گھر میں گھس آئے اور آپ کو درو دیوار کے درمیان پیس دیا جس کی بنا پر آپ کے شکم

[1] الغدیر :۳،۱۰۴؛ الامامۃ والسیاسۃ :۱،۱۳؛ تاریخ طبری:۳،۱۹۸؛ العقد الفرید :۲،۲۵۷؛ تاریخ ابو الفداء :۲،۱۶۵؛ تاریخ ابن شحنہ :۱؛شرح ابن ابی الحدید :۳،۱۹۔

میں آپ کے بچہ کی شہادت ہوگئی اور آپ اس کی وجہ سے مسلسل مریض رہنے لگیں اور اسی کی وجہ سے آپ کی شہادت بھی ہوئی ؟ جناب فاطمہؑ کے گھر پر جو آمنے سامنے کا مقابلہ ہوا اگرچہ وہ ایک مختصر سی مدت اور بظاہر ایک گھر کی حدوں تک محدود تھا مگر اس کے باوجود اس کی صدائے بازگشت نسل در نسل آج تک سنائی دیتی چلی آرہی ہے اور آل محمدؐ کے چاہنے والوں کو ان پر ہونے والے مظالم کی تلخیوں کا ایسا احساس ہوتا جیسے پیغمبرؐ کی وفات کو ابھی چند دنوں سے زیادہ نہ گذرے ہوں ۔ اس آمنے سامنے کی صورتحال میں شہزادی کی شخصیت کے بعض اہم پہلوؤں کو بآسانی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے ۔

١۔ شہزادی کائنات وصی پیغمبرؐ کے دفاع کے لئے پیش پیش رہیں۔اور انتہائی صلابت کے ساتھ دروازے کے پیچھے جم کر کھڑی ہوگئیں اور ایسے دلائل سے لوگوں کو للکارا کہ ظالم لرزہ براندام ہوگئے اور ان کی دھکیوں کے باوجود بھی آپ خاموش نہیں رہیں کیونکہ آپ حق بجانب تھیں اور آپ کے گھر پر دھاوا بولنے والے خلافت شرعیہ کے غاصب تھے ۔

٢۔ جب وہ لوگ حضرت علیؑ کو گھسیٹ کر لے گئے تو آپ دوبارہ ان کی سینہ سپر ہوگئیں اور اس سے پہلے اپنے گھر میں تمام مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنے کے باوجود آپ دربار خلافت میں پہنچ گئیں تاکہ کسی طرح مولائے کائناتؑ کو ان کے چنگل سے چھڑا سکیں ، کیونکہ آپ دوہرے حق کی مالک تھیں ، ایک تو وصی پیغمبرؐ کے حق کا دفاع اور ان کی خلافت کا مطالبہ اور دوسرے آپ کا حق مظلومیت یعنی جو کچھ دیر پہلے لوگوں نے آپ کے گھر پر دھاوا بول کر آپ کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا تھا جب کہ آپ ان کے رسول کی بیٹی تھیں [1]۔ اور جب آپ کو ہر چارۂ کار مسدود نظر آیا اور آپ کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوسکی تو سب کے سامنے رسول اللہ کی قبر کی طرف فریاد و بکا کرنے کے لئے روانہ ہوگئیں تاکہ ہر حق کے متلاشی کے لئے یہ واضح ہوجائے کہ خلافت اپنے اصل راستہ اور شرعی حقداروں سے بھٹک چکی ہے ۔ اور اس طرح آپ نے خلافت کے شرعی حقدار یعنی مولائے کائناتؑ کو ان کا حق دلانے کی کوششوں میں اہم کردار ادا کیا اور کم سے کم اسلامی تجربہ کو اس کے صحیح راستہ پر لگا دیا ہے اور قوم کے شعور کو بلند

[1] فاطمۃ الزہرا؛ ابراہیم امینی :١٢٣۔

کر کے غاصبین خلافت کو رسوا کر کے رکھ دیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ واضح کر دیا کہ ان کے اندر قوم کی قیادت و رہبری کی بالکل لیاقت نہیں ہے ۔ امامت کی حقانیت اور اہلبیت۲۲۲ کی مظلومت کے بارے میں آپ کا ارشاد : محمود بن لبید کا بیان ہے کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد جناب فاطمہؑ شہدائے احد اور جناب حمزہ کی قبر پر تشریف لاتی تھیں، ایک دن آپ کو میں نے جناب حمزہ کی قبر پر گریہ کرتے ہوئے دیکھا ، میں انتظار کرتا رہا اور جب آپ خاموش ہوگئیں تو میں نے آگے بڑھ کر آپ کو سلام کیا اور آپ سے دریافت کیا ،اے تمام عورتوں کی سردار آپ نے تو اپنے انداز گریہ سے میرے دل کو پارہ پارہ کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا ''یا أبا عمر! یحقّ لی البکاء فلقد أصبت بخیر الآباء رسول اللہ (ص) و اشوقاہ إلی رسول اللہ (ص) ''۔اے ابو عمر! میرا یہ گریہ و بکا بالکل بجا ہے میں نے رسول اللہ جیسے بہترین باپ کی آغوش میں آنکھ کھولی ہائے مجھے رسول خدا کا کتنا اشتیاق ہے پھر آپ نے یہ شعر پڑھا :إذا مات میّت قلّ ذکرہ و ذکر أبی مذ مات و اللہ أکثر ''جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کا ذکر کم ہوجاتا ہے لیکن میرے بابا جب سے دنیا سے گئے ان کے ذکر میں اضافہ ہوگیا ''۔

میں نے عرض کی، اے شہزادی میں آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں جو میرے ذہن میں رہ رہ کر ابھرتا ہے آپ نے فرمایا،دریافت کرو میں نے عرض کی : کیا رسول اللہ نے اپنی وفات سے پہلے حضرت علیؑ کی امامت کی کہیں صراحت کی ہے ؟ آپ نے فرمایا ، ہائے تعجب ہے !کیا تم غدیر خم کا واقعہ بھول گئے ؟ میں نے کہا یہ تو ٹھیک ہے مگر آپ مجھے اس بارے میں مطلع فرمائیں جو آنحضرتؐ نے آپ سے رازدارانہ انداز میں فرمایا ہے ۔آپ نے فرمایا : ''اشھد اللہ تعالی لقد سمعتہ یقول : علی خیر من اخلفہ فیکم، و ہو الإمام و الخلیفۃ بعدی و سبطای و تسعۃ من صلب الحسین أئمۃ أبرار ، لئن اتّبعتموہم و جدتموہم ہادین مھدیّین ، و لئن خالفتموہم لیکون الاختلاف فیکم إلی یوم القیامۃ''اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ میں نے آنحضرتؐ سے یہ سنا ہے کہ آپ نے فرمایا : میرے بعد باقی رہ جانے والوں میں علیؑ سب سے بہتر ہیں اور وہ میرے بعد امام اور خلیفہ ہیں ، اور میرے دونوں نواسے اور حسینؑ کی نسل سے نو (فرزند)ائمہ ابرار ہیں اگر تم ان کی پیروی کروگے تو ان کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ پاؤگے اور اگر تم ان کی مخالفت

کروگے تو قیامت تک تمہارے درمیان اختلاف باقی رہے گا ‘‘ میں نے عرض کی !اے شہزادی : پھر انھوں نے اپنا حق کیوں نہیں لیا؟آپ نے فرمایا : ’’یا أبا عمر ،لقد قال رسول اللّٰہ (ص) : مثل الأمام مثل الکعبۃ إذ توتی و لا تأتی أو قالت مثل علی ثم قالت : أما و اللّٰہ لو ترکوا الحقّ علی أہلہ و اتّبعوا عترۃ نبیّہ لما اختلفا فی اللّٰہ اثنان، و لورثہا سلف عن سلف و خلف عن خلف حتی یقوم قائمنا التاسع من ولد الحسین، ولکن قدموا من أخّرہ اللّٰہ و أخّروا من قدمہ اللّٰہ، حتی إذا أحدوا المبعوث و أودعوہ الجدث المجدوث اختاروا بشہوتہم، و عملوا بآرائہم ،تبّاً لہم ،أولم یسمعوا اللّٰہ یقول : (و ربک یخلق ما یشاء و یختار ما کان لہم الخیرۃ) بل سمعوا و لکنّہم کما قال اللّٰہ سبحانہ : (فإنہا لاتعمی الأبصار و لکن تعمی القلوب التی فی الصدور) ہیہات بسطوا فی الدنیا آمالہم ، و نسوا آجالہم ‘‘رسول اللّٰہ کا یہ ارشاد ہے کہ امام کی مثال کعبہ جیسی ہے کہ لوگ اس کے پاس جاتے ہیں اور کعبہ کسی کے پاس نہیں جاتا (یا شہزادی نے یہ فرمایا : علیؑ کی مثال)پھر آپ نے فرمایا : اللّٰہ کی قسم اگر لوگ حق کو اس کے اہل کے اوپر چھوڑ دیتے اور اس کے نبی کی عترت کی پیروی کرتے تو خدا کے بارے میں دو لوگ بھی اختلاف نہ کرتے اور اسلاف کے اور اخلاف ،اسلاف ،اخلاف کے وارث ہوتے رہتے یہاں تک کہ ہمارے قائم، حسینؑ کی نسل کے نویں فرزند کا قیام ہوتا ، لیکن ان لوگوں نے اسے آگے بڑھا دیا جسے اللّٰہ نے موخر کیا تھا اوراسے پیچھے ڈھکیل دیا ،جسے اللّٰہ نے مقدم فرمایا تھا یہاں تک کہ وہ پیغمبر کا انکار کربیٹھے ۔

کیا انھوں نے خدا کا یہ قول نہیں سنا (و ربک یخلق ما یشاء و یختار ما کان لھم الخیرۃ[۱]) اور آپ کا پروردگار جسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور پسند کرتا ہے اور لوگوں کو کسی کا انتخاب کرنے کا حق نہیں ہے ۔ انھوں نے اسے سنا تو ہے مگر وہ ایسے ہوگئے جیسا کہ اللّٰہ تعالی نے ارشاد فرمایاہے: (فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[۲]) ’’در حقیقت آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں کے اندر پائے جاتے ہیں‘‘ ۔افسوس انہوں نے اپنی دنیاوی آرزوں کا دامن کتنا وسیع کردیا اور

---
[۱] سورۂ قصص ،۶۸۔
[۲] سورہ حج ،۴۶۔

اپنی موت کو بھول گئے اور ان کے اعمال بے راہ روی کا شکار ہوگئے بار الٰہا ! میں تجھ سے تیری پناہ چاہتی ہوں۔[1]

اور عائشہ بنت طلحہ کے جواب میں آپؑ نے فرمایا ''أتسألینی عن ھنة حلّق بھا الطائر، و حفي بھا السائر، رفعت إلى السماء أثراً، و رزئت فی الأرض خبراً ؟إن قحیف تیم، و احیول عدی جاریا أبا الحسن فی السباق، حتی إذا تفرّیا فی الخناق فأسرّا له الشنآن، و طویاه الإعلان، فلما خبأ نور الدین و قبض النبیّ الأمین نطقا بفورھما ، ونفثا بسورھما، و أدالا فدکاً ، فیالھا کم من ملک ملک، إنھا عطیة الرب الأعلى للنجيّ الأوفی، و لقد نحلنیھا للصبیة السواغب من نجله و نسلی، و إنھا لبعلم الله و شھادة أمینه، فإن انتزعا منی البلغة و منعانی اللمظة فأحتسبھا یوم الحشر، و لیجدن آکلھا ساعرة حمیم فی لظی جحیم[2]''۔ ''اے طلحہ کی بیٹی اس مصیبت اور ہولناک واقعہ کے بارے میں پوچھتی ہو کہ جو ہر جگہ پھیل چکا ہے جس طرح سے کہ پرندوں کے پروں پر تحریر ہو کے پوری دنیا میں بکھر جائے اور ایک چابک سوار ایلچی تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر پوری دنیا میں پہونچا دے ،ایسی مصیبتیں کہ جس کے غبار آسمان تک پہونچ گئے ہوں اور جس کی تیرگی نے زمین و زمان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہو۔ عرب کے پست ترین قبیلہ،قبیلہ تیم (ابو بکر) اور عرب کے پُر فریب ترین قبیلہ،قبیلہ ''عدی'' (عمر بن خطاب) نے ابو الحسن امیر المومنینؑ پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے اور ان پر سبقت کرنے کے لئے دوڑ لگائی، لیکن جب وہ کامیاب نہیں ہوئے (اور ان کو کوئی فضیلتیں حاصل نہیں ہوئیں) تو انہوں نے کینہ و حسد کو اپنے دلوں میں چھپا لیا جب نور دین و ہدایت خاموش ہو گیا یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کہ وفات ہوگئی،تو وہ چھپا ہوا کینہ ان کے منھ تک آگیا اور وہ اپنی ہوا و ہوس کی سواری پر سوار ہوگئےاور ظلم و ستم کا بازار گرم کر دیا اور ''فدک'' کو غصب کر لیا،بہت سے بادشاہ و سلاطین کہ جو سر زمین ''فدک'' کے مالک ہوئے لیکن آج ان کا کوئی اثر باقی نہیں ہے، ''فدک'' خدا کی طرف سے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے ایک ہدیہ تھا۔اور پیغمبر اکرمؐ نے اسے میری اولاد کی مخارج زندگی کے لئے مجھے سپرد کیا تھا، فدک کا پیغمبر کو مجھے ہبہ کرنا حکم خدا اور جبرئیل امین کی گواہی کے تحت ہے ،لہذا اگر (ابو بکر و عمر) نے ظلم کر کے اسے غصب کر لیا ہے اور وسائل زندگی کو میری اولاد سے قطع کر دیا ہے تو روز

---

[1] عوالم المعارف :۱۱،۴۴۴۔
[2] ریاحین الشریعہ :۲،۴۱؛ امالی طوسی : ۲۰۴مجلس ۷ح۲۵۰۔

قیامت تک میں اس مصیبت پر صبر کرتی ہوں،اور عنقریب فدک کو غصب کر کے کھانے والے جہنم میں عذاب الٰہی کا مزہ چکھیں گے‘‘۔

زندگی کے آخری دن

شہزادی کائنات اپنے بابا کی وفات کے بعد کچھ مہینوں سے زیادہ زندہ نہیں رہیں اور یہ دن بھی اکثر آہ و بکا اور گریہ و زاری میں گذرے ہیں اور اس دوران آپ کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا اسی لئے آپ کا شمار دنیا کے سب سے زیادہ گریہ کرنے والوں میں ہونے لگا[۱]۔ آپ کے اس گریہ و بکاء کے مختلف اسباب تھے جن میں سب سے اہم وجہ مسلمانوں کا صراط مستقیم سے بھٹکنا اور ایسی پستیوں میں گرنا تھا جس کے نتیجہ میں ان کے درمیان ہر روز اختلافات کی خلیج کا وسیع سے وسیع تر ہونا لازمی تھا ۔

اور چونکہ شہزادی کائنات نے پیغمبرؐ اسلام اور دین کی نشر و اشاعت نیز اس کی ترقی کے دور میں نہ صرف یہ کہ زندگی بسر کی تھی بلکہ اس کے لئے بیحد قربانیاں بھی پیش کی تھیں لہٰذا آپ کی خواہش یہی تھی کہ اسلام کو ہر لحاظ سے کامیاب و کامران اور سربلند دیکھیں اور اس کے ذریعہ دنیا کے چپے چپے میں عدل و انصاف کا مستحکم تسلط قائم ہوجائے ۔ لیکن خلافت کے غصب ہوتے ہی آپ کی آرزوؤں کا یہ محل چور ہوگیا اور اپنے بابا کے فراق جیسی عظیم مصیبت کے فورا بعد آپ کو اپنے دل پر یہ سنگین بوجھ بھی برداشت کرنا پڑا ۔

ایک دن جناب ام سلمہ نے آپ سے دریافت کیا :آج تمہاری صبح کیسی ہوئی، تو آپؑ نے فرمایا : ’’أصبحت بین کمد و کرب، فقد النبیّ (ص) و ظلم الوصیّ (ع) ، ہتک و اللہ حجاب من أصبحت إمامتہ مقبضۃ علی غیرما شرع اللہ فی التنزیل أو سنّہا النبیّ (ص) فی التأویل، و لکنّہا أحقاد بدریۃ و ترات احدیۃ‘‘اس حال میں صبح ہوئی کہ کرب و بے چینی ہے،نبی کا فراق ہے ان کے وصی کے اوپر مظالم ڈھائے گئے ہیں،اس کی حرمت کے پردے چاک کردئے گئے جس کی امامت پر خدا کی نازل کردہ شریعت اور پیغمبرؐ کی بیان

---

[۱] طبقات ابن سعد :۲،قسم ۲:۸۴؛حلیۃ الاولیاء :۲،۴۳۔

کردہ سنت کے برخلاف قبضہ کر لیا گیا، لیکن (کیا کیا جائے)یہ سب بدر کے کینے اور احد کی میراث ہے''۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ''غسلت النبیّ (ص) فی قمیصہ، فکانت فاطمۃ تقول: أرنی القمیص فإذا شمتہ غشی علیہا، فلما رأیت ذلک غیبتہ'' میں نے پیغمبر اسلامؐ کو ان کی قمیص میں غسل دیا: تو فاطمہؑ مجھ سے یہ کہتی تھیں کہ مجھے وہ قمیص دکھا دیجئے اور جب ان کی نگاہ اس پر پڑتی تھی تو وہ غش کھا جاتی تھیں جب میں نے ان کی یہ حالت دیکھی تو اس قمیص کو چھپا دیا[1]۔

روایت میں ہے کہ جب پیغمبر اسلامؐ کی وفات ہوگئی تو جناب بلال نے اذان دینا بند کر دی اور کہا کہ میں رسول اسلامؐ کے بعد کسی کے لئے اذان نہیں کہوں گا، مگر جب ایک دن شہزادی نے یہ خواہش ظاہر کی: ''إنّی أشتہی أن أسمع صوت مؤذّن أبی (ص) بلال'' ''مجھے اپنے بابا کے موذن بلال کی آواز سننے کا اشتیاق ہورہا ہے''چنانچہ جناب بلال کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے گلدستہ اذان پر جاکر اذان شروع کر دی جب انھوں نے اللہ اکبر کہا تو شہزادی کو اپنے بابا اور ان کا دور یاد آگیا اور آپ اپنے گریہ پر قابو نہ پاسکیں، جب جناب بلال نے یہ جملہ کہا: ''اشھد ان محمداً رسول اللہ'' تو آپ نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہوکر منھ کے بل گر پڑیں۔ تو لوگوں نے کہا: اے بلال رک جاؤ کہ پیغمبر اسلام کی بیٹی اس دنیا سے گذر گئی ہیں، کیونکہ وہ لوگ یہ سمجھے کہ آپ کا انتقال ہوگیا ہے''،تو بلال نے درمیان سے ہی اپنی اذان ختم کر دی، جب شہزادیؑ کی طبیعت بحال ہوگئی تو آپ نے ان سے اذان مکمل کرنے کو کہا تو انھوں نے اذان مکمل نہیں کی بلکہ آپ کی خدمت میں یہ عرض کی: مجھے آپ کے بارے میں خطرہ ہے کیونکہ میری اذان کی آواز سن کر آپ اپنے اوپر قابو نہیں رکھ پاتی ہیں لہٰذا آپ مجھے اس سے معاف رکھیں[2]۔ شہزادیؑ کے گریہ و بکا کا سلسلہ دن اور رات میں کسی وقت نہیں رکتا تھا، جس کی بنا پر آپ کے پڑوسی بھی بیتاب ہوگئے اور مدینہ کے سر کردہ افراد کو لے کر امیر المومنینؑ سے یہ شکایت کی: اے ابوالحسن، فاطمہؑ دن رات گریہ کرتی رہتی ہیں جس کی بناپر ہمیں بھی راتوں کو نیند نہیں آتی اور نہ ہی دن میں ہم اپنے کام کاج کرپاتے ہیں لہٰذا آپ ہماری طرف سے ان سے یہ گذارش کردیں کہ یا صرف دن میں رولیا کریں یاپھر رات

---

[1] گذشتہ حوالہ ص ١٥٧۔
[2] بحار الانوار ٤٣,١٥٧۔

میں ۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے شہزادی تک ان کی یہ گذارش پہنچادی : ''یا بنت رسول اللہ (ص) إن شیوخ المدینۃ یسألوننی أن أسألک إما أن تبکی أباکِ لیلاً أو نہاراً ''مدینہ کے بڑے بڑے حضرات نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ میں تم سے ان کی یہ گذارش کردوں کہ اپنے بابا پر یا دن میں رو لیا کرو یا رات میں، تو آپ نے فرمایا : ''یا أبا الحسن، ما أقلّ مکثی بینہم، و ما أقرب مغیبی من بین أظہرہم '' اے ابو الحسن ان کے درمیان میرا قیام کتنا کم رہ گیا ہے اور میں بہت جلد ہی ان کے درمیان سے رخصت ہوجاؤں گی ۔

چنانچہ امیرالمومنین کو مجبورا مدینہ سے باہر اور بقیع کے پیچھے ایک حجرہ بنوانا پڑا جسے ''بیت الاحزان '' کہا جاتا ہے چنانچہ ہر روز صبح کو آپ امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کا ہاتھ پکڑ کر روتی ہوئی بقیع سے گذر کر وہاں چلی جاتی تھیں اور شام کو جاکر امیر المومنین آپ کو وہاں سے اپنے گھر واپس لے آتے تھے[1]۔ انس کہتے ہیں : جب ہم رسول اللہ کی تدفین سے فارغ ہوگئے تو میں شہزادی کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا : ''کیف طاوعتکم أنفسکم علی أن تہیلوا التراب علی وجہ رسول اللہ (ص) ؟'' تم نے یہ کیسے گوارا کرلیا کہ رسول اللہ کے چہرہ کے اوپر مٹی ڈال سکو؟ اور یہ کہہ کر آپ رونے لگیں[2]۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں : ''وحزنت فاطمۃ (ع) حزناً شدیداً أثّر علی صحتہا، والمرۃ الوحیدۃ التی ابتسمت فیہا بعد وفاۃ أبیہا (ص) عندما نظرت إلی أسماء بنت عمیس و ہی علی فراش الموت و بعد أن لبست ملابس الموت، فابتسمت و نظرت إلی نعشہا الذی عمل لہا قبل وفاتہا و قالت : سترتمونی سترکم اللہ '' شہزادی کائناتؑ اتنی زیادہ مغموم رہتی تھیں کہ اس سے آپ کی صحت خراب ہوگئی تھی اور آپ اپنے بابا کے بعد صرف ایک بار اس وقت مسکرائی تھیں کہ جب آپ رحلت کے کپڑے پہنے ہوئے اپنے بستر شہادت پر لیٹی ہوئی تھیں اور اس وقت آپ اسماء بنت عمیس کو دیکھ کر مسکرائی تھیں جنہوں نے آپ کے لئے تابوت بنایا تھا، اور آپ نے ان سے فرمایا تھا: تم نے میرے پردہ کا انتظام کیا ہے، اللہ تمہارا پردہ قائم رکھے[3]۔

---

[1] بحار الانوار :۴۳،۱۷۷۔
[2] اسد الغابہ،ابن اثیر :۵۰،۵۲۴؛ طبقات ابن سعد :۲،قسم ۲ ،ص۸۳۔
[3] اہل البیتؑ ،مولفہ توفیق ابو علم: ۱۶۵۔

دوسری فصل

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی بیماری اور شہادت

۱۔ بستر بیماری پر پورے مدینہ میں شہزادی کائناتؑ کی بیماری کی خبر عام ہوگئی لیکن آپ نے کبھی بھی اپنے لا علاج مرض کی شکایت نہیں کی بلکہ صرف دیوار اور دروازہ کے درمیان پسنے اوراس سے آپ کی پسلی کی ہڈی ٹوٹنے اور آپ کے بیٹے جناب محسن کی شہادت واقع ہونے اور رخسار پر طمانچہ لگائے جانے کی تکلیف کا ذکر کرتی تھیں ۔ ان تمام باتوں کی وجہ سے آپ کی صحت روز بروز گرتی چلی گئی اور آپ اپنے گھریلو کام کاج انجام دینے سے بھی معذور ہوگئیں، حضرت علیؑ آپ کی تیمارداری میں مصروف رہتے تھے اور جناب اسماء بنت عمیس ان کا ہاتھ بٹاتی تھیں[1]۔

ایک روز مدینہ کی کچھ خواتین آپ کی عیادت کرنے کے لئے آئیں تو آپ نے ان کے درمیان ایک خطبہ دیا : جسے آئندہ ذکر کیا جائے گا ۔ ان عورتوں نے واپس جاکر اپنے مردوں کو اس سے باخبر کیا ، تو ان کے شوہر جمع ہوکر آپ کی خدمت میں معذرت طلب کرنے کے آئے مگر آپ نے ان کی معذرت قبول نہیں فرمائی بلکہ ان سے فرمایا : ’’إلیکم عنّی لا عذر بعد تعذیر و لا أمر بعد تقصیر ‘‘، تم لوگوں کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی بلاوجہ عذرآوری کے بعد کوئی عذر قبول ہے ۔ اور نہ تقصیر (نافرمانی) کے بعد کسی حکم کا امکان ہے ۔اسی طرح جب یہ خبر عام ہوئی کہ شہزادی کائناتؑ، ارباب خلافت اور اپنی خاموشی وغیرہ سے ان کا تعاون کرنے والوں اور آل رسولؐ کے حق میں نازل ہونے والی تمام نصوص کو بھلا دینے والوں اور جناب فاطمہؑ آپ کے شوہر اور دونوں بیٹوں کے فضائل کے بارے میں رسول اکرمؐ کے مبارک ہونٹوں سے بکثرت حدیثیں سن کر انھیں بالکل کالعدم قرار دینے والے تمام

---

[1] بحار الانوار :۴۳،۱۸۵۔

لوگوں سے ناراض ہیں تو کچھ لوگوں کو کچھ غیرت آئی اور انھیں یہ احساس ہوا کہ انھوں نے غاصبین خلافت کی تائید کرکے بہت بڑی غلطی کی ہے جنھوں نے آل رسولؐ کی شرعی امامت و قیادت کی کوئی حیثیت نہیں سمجھی اور ان کے یہاں ڈنڈے اور بد دہنی کی زبان کے علاوہ، حق و حقیقت اور عقل و منطق کا کوئی خانہ موجود نہیں ۔

شہزادیؑ کی عیادت کے لئے آنے والی خواتین

ہمیں اس بات کا واقعی اور اصل سبب معلوم نہیں ہے کہ مدینہ کی عورتیں آپ کی عیادت کرنے کے لئے کیوں آئی تھیں اس کام کے لئے انھیں ان کے شوہروں نے بھیجا تھا ؟اور اگر ان کے شوہروں نے بھیجا تھا تو انھیں یہ توفیق کہاں سے ہوگئی ؟کہ انھوں نے اپنی اپنی بیویوں کو آپ کے گھر بھیج دیا ،یا ان خواتین کو خود ہی اپنی اس غلطی کا احساس ہوگیا کہ انھوں نے پیغمبر اکرمؐ کی پیاری بیٹی کو اکیلا چھوڑ دیا ہے، لہٰذا وہ آپ کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوگئیں ،یا شہزادی کو جن ناگوار حادثات کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ سب بھی ان سے رنجیدہ خاطر تھیں لہٰذا وہ بھی اپنی تسلی کے لئے آئی تھیں اور یا ایسا کچھ نہیں تھا بلکہ یہ ایک قسم کا سیاسی دباؤ تھا اور وہ در حقیقت شہزادی کائنات اور غاصبین خلافت کے درمیان قائم کشیدگی کو کم کرنے کے لئے بھیجی گئیں تھیں، خاص طور سے شہزادی کا یہ طرز عمل بے تاثیر نہیں تھا کہ آپ نے گوشہ نشینی اختیار کرکے اپنے کو پوری قوم سے الگ کرلیا تھا ،بلکہ یہ لوگوں کو تنبیہ کرنے کا بہترین راستہ تھا ،خاص طور سے جب کہ مولائے کائناتؑ آپ کو رات میں سوار کرکے اپنے ساتھ لے جاتے تھے اور آپ انصار کے گھروں میں جاکر ان سے تعاون اور قیام کرنے کی درخواست کرتی تھیں مگر آپ کو ان سے کسی ہمدردی کے بجائے بے رخی کا ہی سامنا کرنا پڑا[1]۔ اس روایات میں یہ بھی تذکرہ نہیں ملتا ہے کہ ان خواتین کی تعداد کتنی تھی لیکن اتنا بہر حال واضح ہے کہ ان کی تعداد کچھ کم بھی نہیں تھی۔

---

[1] الامامۃ و السیاسۃ،ابن قتیبہ :۲۹۔

آپ کا دوسرا خطبہ

:سوید بن غفلہ کا بیان ہے کہ جناب فاطمہؑ کے مرض الموت میں انصار ومہاجرین کی عورتوں کی ایک جماعت آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئی۔ اور آپ سے دریافت کر لیا کہ بنت رسولؐ آپ کا مزاج کیسا ہے۔ تو آپ نے حمد پروردگار کے بعد صلوات پڑھی اور پھر صورت حال کی یوں وضاحت شروع کی۔ ''اصبحت واللہ عائفۃً لدنیاکم، قالیۃً لرجالکم، لفظتھم بعد ان عجمتھم و شنأتھم بعد ان سبرتھم، فقبحاً لفلول الحدّ [و اللّعب بعد الجد، و قرع الصّفاۃ] و خور القناۃ، و خطل الرّای [و زلل الاھواء [و بئس ما قدمت لھم أنفسھم أن سخط اللہ علیھم و فی العذاب ھم خالدون.لا جرم [و اللہ] لقد قلّدتھم ربقتھا [و حمّلتھم أوقھا] و شننت علیھم غارتھا ، فجدعاً و عقراً و سحقاً للقوم الظالمین . و یحھم أنّی زحزحوھا عن رواسی الرّسالۃ، و قواعد النبوّۃ و الدلالۃ و مھبط الوحی الأمین ، و الطّبین بأمر الدنیا و الدین ، ألا ذلک ھو الخسران المبین ،وما نقموا من أبی الحسن ؟ ! نقموا و اللہ منہ نکیر سیفہ [و قلّۃ مبالاتہ بحتفہ] و شدۃ و طأتہ و نکال وقعتہ و تنمّرہ فی ذات اللہ ، عزّوجلّ.و اللہ لو تکافوا عن زمامِ نبذہ رسول اللہ (ص) لأعتلقہ و لسار بھم سیراً سجحاً ،لا یکلم خشاشہ [و لا یکلّ سائرہ]و لا یتعتع راکبہ ، ولأوردھم منھلاً نمیراً فضفاضاً تطفح ضفّتاہ [و لا یترنّق جانباہ] و لا صدرھم بطاناً [و نصح لھم سرّاً و إعلاناً]قد تحرّ ی بھم الرّی غیر متحلّ منہ بطائل .[و لا یحظی من الدنیا بنائل]إلّا بغمر الماء وردعہ شرر الساغب [و لبان لھم الزّاھد من الرّاغب و الصّادق من الکاذب]و لفتحت علیھم برکات من السماء و الأرض ،و سیأخذھم اللہ بما کانوا یکسبون .ألا ھلمّ فاسمع، و ما عشت أراک الدھر العجب، وإن تعجب فقد أعجبک الحادث [لیت شعری]إلی أیّ سنادٍ استندوا [و علی أیّ عماد اعتمدوا]و بأیّۃ عروۃ تمسّکوا [و علی أیّۃ ذرّیۃ اقدموا و احتنکوا] ؟ لبئس المولی و لبئس العشیر ، و بئس للظالمین بدلاً)استبدلوا الذنابی و اللہ بالقوادم و العجز بالکاھل ، فرغماً لمعاطس قوم یحسبون أنّھم یحسنون صنعاً ،ألا إنّھم ھم المفسدون و لکن لا یشعرون .

(و یحھم]أفمن یھدی إلی الحق أحق أن یتّبع أمّن لا یھدی إلّا أن یھدی فالکم کیف تحکمون .أما لعمری لقد لقحت فنظرۃ ریثما تنتج ثمّ احتلبوا طلاع القعب دماً عبیطاً و ذعافاً ممقراً ، ھنالک یخسر المبطلون ، و یعرف التالون غبّ ماسنّ الأوّلون.ثم طیبوا [بعد ذلک]عن أنفسکم أنفساً ،

و طأمنوا للفتنۃ جأشاً و ابشروا بسیف صارم [و سطوۃ معتد غاشم]و ہرج شامل، و استبداد من الظالمین ،یدع فیئکم زہیداً ، و زرعکم حصیداً ، فیا حسرتی لکم و أنّی بکم و قد عمیت علیکم أنلزمکموہا و أنتم لہا کارہون)خدا کی قسم میں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ میں تمھاری دنیا سے بیزار اور تمھارے مردوں سے ناراض ہوں۔ میں نے لوگوں کو جھیلنے کے بعد دور کر دیا ہے اور انہیں پرکھنے کے بعدان سے ناراض ہوگئی ہوں۔ حیف ہے کہ شمشیریوں کند ہو جائے اور سنجیدگی کے بعد یہ تماشے شروع ہو جائیں۔ سر پتھر سے ٹکرائیں جائیں نیز شگافتہ ہوجائیں۔ فکریں بہک جائیں اور خیالات میں لغزش پیدا ہو جأے۔ان لوگوں نے بہت برا انتظام آخرت کے لیے کیا ہے کہ خدا کو ناراض کیا ہے اور یہ ہمیشہ عذاب میں رہنے والے ہیں یقیناً یہ ذمہ داری ان کی گردن پر ہے اور یہ بوجھ ان کے کاندھے پر ہے۔اس کا عار انھیں کے سر پر ہے۔اب تو اونٹ کی ناک کٹ چکی ہے اور وہ زخمی ہو چکا ہے اور اب ظالمین کے لیے صرف ہلاکت ہے۔

حیف!کس طرح انھوں نے خلافت کو مرکز رسالت،قواعد نبوت ورہنمایی، محلِ نزولِ روح الامین اور منزلِ واقفین امور دنیا وآخرت سے دور کر دیا ہے۔ آمادہ ہو جاؤ کہ یہی کھلا ہوا خسارہ ہے۔ آخر ان لوگوں کو ابو الحسنؑ کی کونسی بات غلط محسوس ہوئی۔ یقیناً یہ لوگ ان کی تلوار کی کاٹ اور موت کے مقابلہ میں ان کی بے خوفی اور میدانوں میں ان کے شدید حملوں اور ان کی سخت سزاؤں اور راہ خدا میں ان کے غیظ وغضب سے ناراض ہیں۔ خدا کی قسم اگر یہ لوگ روشن راستہ سے ہٹ جاتے اور واضح دلیل کو قبول کرنے سے کنارہ کش ہوجاتے تو وہ یقیناً انھیں واپس لے آتے اور بات منوا لیتے اور نرمی کے ساتھ راستہ پر چلاتے کہ نہ اونٹ زخمی ہوتے۔نہ مسافر کو زحمت ہوتی نہ سوار خستہ حال ہوتا بلکہ انھیں صاف شفاف چشمہ پر وارد کردیتے۔ جس کے کنارے چھلک رہے ہوں اور اطراف میں کوئی کثافت نہ ہو۔ وہاں یہ سب کو سیراب کرکے باہر لاتے اور خفیہ و علانیہ نصیحت کرتے۔

وہ خلافت حاصل کر لیتے تو نہ دنیا کا کوئی فایدہ حاصل کرتے اور نہ کسی عطیہ کو اپنے لیے مخصوص کرتے علاوہ اس کے کہ صرف پیاس بجھانے اور شکم سیر کرنے بھر کا سامان لے لیتے۔ ان کا زہد دنیا پرستوں سے نمایاں ہوتا اور لوگ سچے اور جھوٹے کو محسوس کر

لیتے۔ اگر اہل قریہ ایمان اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان کے لیے آسمان و زمین کی برکتوں کے راستے کھول دیتے۔ لیکن انھوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی گرفت کر لی۔ اور جو ان میں ظالم ہیں عنقریب ان تک ان کے اعمال کی برائیاں پہنچ جائیں گی اور وہ خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔ آگاہ ہو جاؤ! آؤ اور سنو اور جب تک زندہ رہو گے دنیا کے عجائبات دیکھتے رہو گے اور سب سے زیادہ عجیب تو ان کے اقوال ہیں۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ ان لوگوں نے کس مدرک کا سہارا لیا ہے اور کس ستون پر بھروسہ کیا ہے۔ یہ کس دستہ سے وابستہ ہیں اور کس ذریت پر ظلم کر کے تسلط پیدا کیا ہے۔ یقیناً یہ بدترین رہبر اور بدترین قوم ہے اور ظالمین کو اسی طرح بدترین بدل نصیب ہوتا ہے۔ خدا کی قسم ان لوگوں نے سر برآوردہ افراد کے بدلے پست اقوام کو لیا ہے اور پشت کے بجائے دم پر ہاتھ رکھا ہے۔ ذلت اس قوم کا حصہ ہے جس کا خیال یہ ہے کہ وہ بہترین اعمال انجام دے رہی ہے۔

آگاہ ہو جاؤ کہ یہ لوگ مفسد ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ انھیں اپنے فساد کا شعور نہیں ہے۔ وائے بر حال قوم۔ کیا حق کی ہدایت کرنے والا پیروی کا زیادہ حقدار ہوتا ہے یا وہ جو خود دوسرے کی ہدایت کا محتاج ہے۔ آخر تمھیں کیا ہو گیا ہے اور تم کیسا فیصلہ کر رہے ہو۔ میری جان کی قسم۔ فساد کا بیج بو دیا گیا ہے اب نتیجہ کے وقت کا انتظار کرو اور اس کے بعد پیالہ بھر بھر کر گاڑھا خون اور مہلک زہر حاصل کرو گے۔ اس وقت اہل باطل کو خسارہ کا احساس ہوگا اور بعد والوں کو معلوم ہوگا کہ پہلے والوں نے کیا کج بنیادیں قائم کی ہیں۔ جاؤ اپنی دنیا میں عیش کرو اور اپنے دل کو فتنوں سے مطمئن کرو اور بشارت حاصل کرو کہ عنقریب کاٹنے والی تلوار اور بدترین ظالم کے حملے، ہمہ گیر ہرج و مرج اور ستمگروں کا ستم سامنے آنے والا ہے جو تمہارے حصہ کو مختصر کر دیگا اور تمہاری جماعت کو کاٹ کر پھینک دے گا۔ اس وقت تمہارے واسطہ حسرت کا موقع ہوگا کہ تمہارا انجام کتنا برا ہوگا اور تمھیں اس کی خبر بھی نہیں ہے۔ کیا ہم تمھیں زبردستی اُس بات پر آمادہ کر سکتے ہیں جسے تم پسند نہیں کرتے ہو۔

سوید بن غفلہ کا بیان ہے کہ عورتوں نے اس پیغام کو مردوں تک پہنچایا تو مہاجرین و انصار کی ایک جماعت معذرت کے لیے حاضر ہوئی اور کہنے لگی، سیدۃ النسأ! اگر ابوالحسنؑ نے بیعت تمام ہونے اور عہد کے پختہ ہونے سے پہلے ان باتوں کا ذکر کر دیا ہوتا تو ہم

انھیں چھوڑ کر کسی طرف نہ جاتے ۔ مگر!، تو آپ نے فرمایا: ''الیکم عنی فلا عذر بعد تعذیرکم و لا امر بعد تقصیرکم''[1]، تم لوگ دور ہوجاؤ ،اب اتمام حجت کے بعد کوئی عذر قابل قبول نہیں ہے اور تقصیر کے بعد کوئی مسئلہ باقی نہیں رہ گیا ہے۔

ابوبکر و عمر اور شہزادی کی عیادت

مدینہ کے مسلمان اور صحابۂ پیغمبر (مرد و عورت) سبھی مختلف مواقع پر شہزادیؑ کی عیادت کے لئے آتے رہتے تھے، لیکن ابوبکر و عمر آپ کی عیادت کرنے نہیں گئے کیونکہ آپ نے ان دونوں سے بالکل قطع تعلق کر رکھا تھا حتی کہ آپ انھیں اپنی عیادت کے لئے اپنے گھر آنے کی اجازت بھی نہیں دیتی تھیں، لیکن جب آپ کی بیماری میں کافی اضافہ ہوگیا اور آپ کی وفات کا وقت قریب دکھائی دینے لگا تو ان دونوں کے پاس آپ کی عیادت کرنے کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار موجود نہیں تھا، جس کے ذریعہ اس خطرہ کو ٹالا جا سکے کہ پیغمبرؐ کی پارۂ جگر ان دونوں سے ناراض ہی دنیا سے چلی گئیں اور خلیفہ اور دوسرے ارباب خلافت کی گردن میں ذلت و رسوائی کا یہ طوق قیامت تک پڑا رہ جائے لہٰذا انھوں نے یہ کوشش کی کہ جناب فاطمہؑ کو راضی کرکے اپنے کرتوت پر کچھ پردے ڈال دیں تاکہ بات وہیں تمام ہوجائے اور بعد میں تو آہستہ آہستہ لوگ ان کی ایذا رسانیوں کو خود ہی بھول جائیں گے ۔

روایت میں ہے کہ عمر نے ابوبکر سے کہا: ہمیں فاطمہؑ کے گھر لے چلو کہ ہم نے ان کو ناراض کر رکھا ہے، چنانچہ وہ دونوں شہزادی کے دروازہ پر آئے اور آپ سے اجازت طلب کی، تو آپ نے انھیں اجازت نہیں دی پھر وہ دونوں حضرت علیؑ کے پاس گئے اور ان سے خواہش ظاہر کی تو آپ ان کو شہزادیؑ کے پاس لے گئے، جب وہ دونوں آپ کے سامنے آکر بیٹھے تو آپ نے اپنا رخ پھیر کر دیوار کی طرف کرلیا، پھر ان دونوں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا، تو ابوبکر خود ہی بولے، اے رسول خداؐ کی چہیتی بیٹی، اللہ کی قسم میری نظر میں رسول اللہ کا رشتہ اپنے رشتہ سے زیادہ اہم ہے، اور آپ میرے نزدیک میری بیٹی عائشہ سے زیادہ محبوب ہیں، میری تمنا تو یہ تھی کہ آپ کے بابا سے پہلے ہی اس دنیا سے چلا جاتا تاکہ ان کے بعد زندہ نہ رہتا

[1] خطبہ کا ماخذمعانی الاخبار ابن بابویہ ؛ احتجاج طبرسی ؛امالی شیخ طوسی دلائل الامامۃ،طبری ؛ بلاغات النساء،ابو الفضل بن ابو طاہر؛ کشف الغمہ اربلی ؛شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید۔

،کیا آپ یہ سمجھتی ہیں کہ میں آپ کو پہچانتے ہوئے اور آپ کے فضل و شرف کی معرفت رکھتے ہوئے رسول اللہ کی میراث اور آپ کا حق آپ سے چھین لوں گا ؟ اس کی وجہ تو صرف یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ سے یہ حدیث سنی ہے : '' لا نورّث ، ما ترکناہ صدقۃ،'' ہم کسی کو وارث نہیں بناتے بلکہ جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے تو آپ نے فرمایا : ''أرأیتکما إن حدّثتکما حدیثاً عن رسول اللہ (ص) تعرفانہ و تفعلان بہ؟'' آپ دونوں صرف اتنا بتا دیں کہ اگر میں رسول اللہ کی کوئی حدیث بیان کروں تو کیا آپ اس حدیث سے واقف ہیں یا نہیں ؟ تو دونوں نے کہا ضرور ؛ تب آپ نے فرمایا '' :نشد تکما اللہ ، ألم تسمعا رسول اللہ (ص) یقول: رضا فاطمۃ من رضای، و سخط فاطمۃ من سخطی، فمن أحبّ فاطمۃ إبنتی فقد أحبّنی و من أرضی فاطمۃ فقد أرضانی، و من أسخط فاطمۃ فقد أسخطنی؟'' ''میں تمہیں خدا کی قسم دیتی ہوں کیا تم نے رسول اللہؐ کی یہ حدیث نہیں سنی ہے کہ '' فاطمہؑ کی خوشی میری خوشی کا حصہ ہے اور فاطمہؑ کی ناراضگی میں میری ناراضگی کا جزء ہے لہٰذا جس نے فاطمہؑ کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے فاطمہؑ کو خوش کیا اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے فاطمہؑ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا ہے ''۔

دونوں نے کہا ! جی ہاں ! ہم نے رسول اللہ سے یہ حدیث سنی ہے۔ تو آپ نے فرمایا : ''فإنّی اشھد اللہ وملائکتہ أنکما أسخطتمانی و ما أرضیتمانی ولئن لقیت النبی (ص) لأشکو نکما إلیہ'' ''میں اللہ اور اس کے ملائکہ کو گواہ بناتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے ناراض کیا ہے اور مجھے راضی نہیں کیا ہے اور اگر رسول اللہ سے میری ملاقات ہوئی تو میں ان سے تم دونوں کی شکایت کروں گی ''۔

تو ابوبکر بولے اے فاطمہؑ میں اللہ تعالیٰ سے اس کی ناراضگی اور آپ کی ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں ، پھر ابوبکر اس طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے جیسے وہ اپنی جان دے دیں گے ، اور شہزادی ان سے یہ کہہ رہی تھیں : ''واللہ لأدعون علیکما فی کل صلاۃ أصلیھا'' '' اللہ کی قسم میں جو نماز بھی پڑھوں گی اس کے بعد تمہارے اوپر بددعا کروں گی '' پھر ابوبکر روتے ہوئے باہر نکل گئے اور ان کے گرد لوگوں کی بھیڑ جمع ہوگئی تو ابوبکر نے لوگوں سے کہا : ہر شخص تو اپنی بیوی کے ہمراہ رات میں مزے کے ساتھ آرام سے سوجاتا ہے اور تم لوگوں نے میرا یہ حال کردیا ہے (جو تم دیکھ رہے ہو) مجھے تمہاری بیعت کی کوئی ضرورت نہیں ہے، مجھے اپنی

بیعت سے معاف کردو ۔ (اس سے میرا پیچھا چھڑادو[1]) شہادت سے چند ساعت قبل جب شہزادی کائنات کی شہادت ہوئی ہے تو اس وقت آپ بالکل صاحب فراش تھیں اور اس قدر نحیف و لاغر ہوگئی تھیں کہ آپ کے جسم مبارک پر کھال اور ہڈیوں کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہ گیا تھا ۔ایک روزآپ نے اپنے بابا کو خواب میں دیکھا جو آپ سے یہ فرما رہے تھے : ''ھلمّی إلیّ یا بنیۃ فإنّی إلیک مشتاق'' ''اے میری بیٹی، میرے پاس آنے میں جلدی کرو کہ میں تمہارا مشتاق ہوں '' پھر آنحضرتؐ نے آپؑ سے فرمایا : '' أنتِ اللیلۃ عندی'' ''آج رات تم میرے پاس پہنچ جاؤگی'' ۔

آپ چونک کر اٹھیں اور سفر آخرت کی تیاری شروع کردی کیونکہ اپنے صادق و مصدق (تصدیق کرنے والے) بابا کی زبان سے یہ سنا تھا کہ آپ نے یہ فرمایا ہے : ''من رآنی فقد رآنی''جس نے مجھے دیکھ لیا تو اس نے مجھے یقیناً دیکھا ہے '' انھیں کی زبان مبارک سے آپ نے اپنی رحلت کی خبر سنی جس کے بعد کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی۔ آپ نے اپنی آنکھیں کھولیں اور آپ کے چہرہ پر اس طرح ترو تازگی کے آثار پیدا ہوگئے جیسے آپ موت کی منتظر رہی ہوں چنانچہ آپ اٹھ کر باقاعدہ اس کی تیاری میں مشغول ہوگئیں، اپنی زندگی کے آخری لمحات کو آپ نے غنیمت سمجھا اور آپ زمین پربیٹھے بیٹھے یا دیوار کا سہارا لے کر گھر کے اس گوشہ میں پہنچیں کہ جہاں پانی رکھا ہوا تھا آپ نے پہلے تو کپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے اپنے بچوں کے کپڑے دھوئے اور اس کے بعد اپنے بچوں کو اپنے پاس بلاکر انھیں نہلایا اسی درمیان حضرت علیؑ گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ شہزادیؑ بستر بیماری سے اٹھ کر گھر کے کاموں میں مشغول ہیں ۔ یہ منظر دیکھ کر امام کو شہزادی کے اوپر بیحد ترس آیا کہ وہ اس بیماری کی حالت میں گھر کے وہ تمام کام انجام دے رہی ہیں جو صحت مندی کے وقت کیا کرتی تھیں اور عجب نہیں کہ ان سے آپ نے یہ سوال کیا ہو کہ اتنی صحت ڈھل جانے کے باوجود اس زحمت و مشقت کی کیا ضرورت ہے ؟اور آپ نے یہ جواب دیا ہو کہ یہ میری زندگی کا آخری دن ہے ۔ لہٰذا میں نے اپنے بچوں کے کپڑے دھوکر انھیں نہلادیا ہے کیونکہ اب ان کے سر سے ماں کا سایہ اٹھ جائے گا ۔ امام نے

[1] الامامۃ و السیاسۃ :۱،۳۱۔

شہزادی سے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے آپ ؑسے اپنا خواب بیان کردیا اور اس طرح آپ نے خود ہی اپنے بہت زیادہ ہمدرد اور چاہنے والے شوہر کو اپنی رحلت سے مطلع فرما دیا ۔

حضرت علیؑ سے شہزادیؑ کی وصیتیں

زندگی کے آخری لمحات میں آپ کے لئے وہ موقع آگیا جس میں آپ نے مولائے کائنات کے سامنے وہ سب دل کی باتیں اور وصیتیں بیان کردیں جنھیں آپ نے ایک مدت سے اپنے زخمی سینے میں چھپا رکھا تھا ۔ آپ نے حضرت علیؑ سے یہ فرمایا : ''یا بن عمّ إنّہ قد نعیت إلیّ نفسی و إنّنی لا أری ما بی إلاّ أنّنی لا حقۃ بأبی ساعۃ بعد ساعۃ ، أنا اوصیک بأشیاء فی قلبی'' اے میرے ابن عم ، میری رحلت کا وقت نزدیک آچکا ہے اور مجھے اس کے علاوہ کوئی صورتحال نہیں دکھائی دے رہی ہے کہ صرف چند ساعتوں کے بعد میں اپنے بابا سے ملحق ہوجاؤں گی لہٰذا میں آپ سے چند وصیتیں کررہی ہوں ۔ تو حضرت علیؑ نے آپ سے فرمایا : ''أوصنی بما أحببت یا بنت رسول اللہ'' اے بنت رسولؐ آپ کا جو دل چاہے وصیت کریں ، پھر آپ شہزادی کے سرہانے بیٹھ گئے اور بقیہ لوگوں کو گھر سے باہر بھیج دیا ۔ پھر شہزادی نے فرمایا : ''یا بن عمّ ما عہدتنی کاذبۃ و لا خائنۃ و لا خالفتک منذ عاشرتنی'' آپ نے مجھ سے نہ کبھی کوئی جھوٹا وعدہ کیا ہے اور نہ ہی کبھی خیانت کی ہے ، اور جب سے آپ کا اور میرا ساتھ ہوا ہے میں نے آپ کی کبھی مخالفت نہیں کی ہے ، تو مولائے کائناتؑ نے فرمایا : ''معاذ اللہ أنتِ أعلم باللہ، و أبرّ و أتقی و أکرم و أشدّ خوفاً من اللہ من أن أوبّخک بمخالفتی و قد عزّ علیّ مفارقتک و فقدکِ إلا أنہ أمر لابد منہ ، واللہ لقد جددت علیّ مصیبۃ رسول اللہ وقد عظمت وفاتک و فقدک فإنا للہ وإنا الیہ راجعون من مصیبۃ ما أفجعہا و آلمہا و أمضّہا و أحزنہا !! ہذہ مصیبۃ لا عزاء منہا، ورزیۃ لا خلف لہا'' معاذ اللہ ، اللہ کی قسم ، آپ تو خود ہی نہایت صاحب علم ، نیک ، باتقویٰ ، کریم النفس اور شدید خوف الٰہی کی مالک ہیںآپ کیوں میری مخالفت کرتیں اور میں کیوںآپ کی توبیخ کرتا ، آپ کی وفات میرے لئے نہایت شاق اور دشوار ہے ، بس ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں ۔ ایسی مصیبت کی وجہ سے جو کتنی غم انگیز ، درد و الم سے پر اور رنج و محن سے بھری ہوئی ہے یہ ایسی مصیبت ہے جس کی تسلی ممکن نہیں اور

ایسی سخت مصیبت کی گھڑی ہے جس کی تلافی ممکن نہیں ہے ۔ پھر دونوں مل کرتا دیر روتے رہے مولائے کائناتؑ نے شہزادیؑ کا سر اپنے سینہ سے لگا کر فرمایا: ''أوصینی بما شئت فإنک تجدینی وفیاً أمضی کلما أمرتنی بہ، وأختار أمرکِ علی أمری'' تمہارا جو دل چاہے مجھ سے وصیت کردو اور تم جو حکم بھی دوگی مجھے اس کا پابند (وفادار) اور اپنے کاموں پر تمہارے کاموں کو ترجیح دینے والا پاؤگی تو شہزادی نے کہا: ''جزاک اللہ عنّی خیرا الجزء، یابن عمّ اوصیک أولاً: أن تتزوّج بعدی ... فإن الرجال لابدّ لہم من النساء'' اللہ آپ کو میرے بارے میں جزائے خیر دے اے ابن عم آپ سے میری پہلی وصیت یہ ہے: میرے بعد شادی کیجئے گا ...کیونکہ مردوں کے ساتھ کوئی عورت ہونا ضروری ہے، پھر آپ نے فرمایا: ''اوصیک أن لا یشھد أحد جنازتی من ہٰولاء الذین ظلمونی فإنّھم عدوّی وعدوّ رسول اللہ، ولاتترک أن یصلّی علیّ أحد منھم ولا من أتباعھم، وادفنی فی اللیل إذا ہدأت العیون ونامت الأبصار'' آپ سے میری یہ وصیت ہے کہ جن لوگوں نے میرے اوپر ظلم کیا ہے ان میں سے کوئی بھی میرے جنازہ پر نہ آنے پائے کیونکہ یہ میرے اور رسول اللہؐ کے دشمن ہیں، اور اسی طرح ان کو اور ان کا اتباع کرنے والوں کو میری نماز جنازہ نہ پڑھنے دیجئے گا اور مجھے رات میں اس وقت دفن کیجئے گا جب اور آنکھیں سو جائیں اور بصارت پر نیند غالب ہو جائے۔

پھر آپ نے فرمایا: ''یابن العمّ إذا قضیت نحبی فاغسلنی ولا تکشف عنّی، فانّی طاہرۃ مطہرۃ، وحنّطنی بفاضل حنوط أبی رسول اللہ (ص) وصلّ علیّ، ولیصلّ معک الأدنی فالأدنی من أہل بیتی، وادفنی لیلاً لا نہاراً، وسرّاً لاجہاراً، وعفّ موضع قبری، ولا تشہد جنازتی أحداً ممن ظلمنی، یابن العمّ أنا أعلم أنک لاتقدر علی عدم التزویج من بعدی فإن أنت تزوّجت امرأۃ اجعل لہا یوما ولیلۃ، واجعل لأولادی یوما ولیلۃ، یا أبا الحسن! ولا تصح فی وجوہما فیصبحا یتیمین غریبین منکسرین، فإنّہما بالأمس فقدا جدّہما والیوم یفقدان امہا'' جب میری رحلت ہوجائے تو مجھے میرے کپڑوں میں غسل دیجئے گا کیونکہ میں طاہرہ و مطہرہ ہوں اور رسول اللہؐ کے بچے ہوئے حنوط سے مجھے حنوط دیجئے گا اور خود ہی میری نماز جنازہ پڑھائیے گا اور آپ کے ساتھ میرے تمام گھر والے (قریبی سے قریبی) سب نماز پڑھیں مجھے رات میں دفن کیجئے گا نہ کہ دن میں، اور خاموشی کے ساتھ نہ کہ علی الاعلان، اور میری قبر کا نشان مٹا دیجئے گا اور جن لوگوں نے میرے اوپر ظلم کیا

ہے ان میں سے کسی کو میرے جنازہ پر نہ آنے دیجئے گا اے ابن عم ،مجھے معلوم ہے کہ میرے بعد آپ کے لئے شریکِحیات کے بغیر رہنا مشکل ہوگا لہٰذا اگر آپ کسی سے شادی کریں تو ایک دن اس کے یہاں اور ایک دن میرے بچوں کے ساتھ رہئے گا ، اے ابو الحسن ،ان کو ڈانٹئے گا نہیں کہ وہ یتیموں ،اور مسافروں کی طرح شکستہ حال ہوجائیں کیونکہ کل انہوں نے اپنے نانا کا فراق دیکھا ہے اور آج اپنی ماں سے جدا ہو رہے ہیں ۔

ابن عباس نے آپ کی لکھی ہوئی ایک وصیت کی روایت بھی کی ہے جس میں یہ تحریر تھا : ''ہٰذا ماأوصت بہ فاطمۃ بنت رسول اللہ (ص)أوصت وہی تشہد أن لا إلہ إلااللہ وأن محمدا عبدہ ورسولہ ، وأن الجنۃ حق والنار حق ، وأن الساعۃ آتیۃ لاریب فیہا، وأن اللہیبعث من ا۔ روضۃ الواعظین : ج۱،ص۱۵۱ ،ایک روایت میں '' اذا ھدات الاصوات و نامت العیون '' وارد ہوا ہے۔ فی القبور ،یا علیّ أنا فاطمۃبنت محمد ،زوّجنی اللہ منک لأکون لک فی الدنیا و الآخرۃ ،أنت أولی بی من غیری، حنّطنی و غسّلنی و کفّنی باللیل ،و صلّ علیّ وادفنی باللیل ،و لا تعلم أحداً ،و أستودعک اللہ ، و أقرا علیٰ ولدیّ السلام إلی یوم القیامۃ'' یہ رسول اللہ کی بیٹی فاطمہؑ کی وصیت ہے ،یہ وصیت اس حال میں کر رہی ہیں کہ وہ گواہی دیتی ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور حضرت محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں اور جنت حق ہے، جہنم حق ہے ،قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک و شبہہ نہیں ہے اور جو بھی قبروں میں ہیں اللہ ان سب کو محشور کرے گا ،اے علی !میں فاطمہؑ ،بنت محمدؐ ہوں اللہ تعالی نے آپ سے میری شادی کی تھی تاکہ دنیا و آخرت میں آپ کے ساتھ رہوں آپ میرے بارے میں دوسروں سے اولیٰ ہیں ،مجھے رات میں حنوط دیجئے گا ، غسل دیجئے گا اور کفن پہنائیے گا اور میرے اوپر نماز پڑھ کر رات ہی میں دفن کردیجئے گا اور کسی کو، خبر نہ کیجئے گا ،اور میں آپ کو اللہ کے سپرد کرتی ہوں اور قیامت تک اپنی اولاد کو سلام کہتی ہوں[1] ۔

---

[1] بحار الانوار :۴۳،۲۱۴۔

تاریخ اسلام میں پہلا تابوت

روایت میں ہے کہ شہزادی کائنات نے جناب اسماء سے یہ تذکرہ فرمایا کہ مجھے یہ انداز بہت ناگوار لگتا ہے کہ عورت کی میت پر ایک چادر ڈال دی جاتی ہے جس سے اس کا بدن دیکھنے والے کو صاف محسوس ہوتا ہے تو جناب اسماء نے کہا :اے دختر رسولؐ میں آپ کو ایسا تابوت بنا کر دکھاتی ہوں جو میں نے حبشہ میں دیکھا تھا چنانچہ انہوں نے ایک تازہ ٹہنی منگوائی اور اسے لگا کر اس کے اوپر ایک چادر ڈال دی تو شہزادیٔ کائنات نے فرمایا : ''ما أحسن ہذا و أجلہ، لا تعرف بہ المرأۃ من الرجل '' ''یہ کتنی حسین اور خوبصورت چیز ہے کہ اس میں مرد اور عورت کی شناخت نہیں ہوپاتی ہے[1] ''۔ اسی طرح امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''أول نعش احدث فی الإسلام نعش فاطمۃ،إنہا اشتکت شکاتہا التی قبضت فیہا، و قالت لأسماء : إنّی نحلت فذہب لحمی، ألا تجعلین لی شیئاً یسترنی فقالت أسماء: إنّی إذ کنت بأرض الحبشۃ رأیتہم یصنعون شیئاً أفلا أصنع لک مثلہ ؟ فإن أعجبک صنعت لک، قالت (ع) : نعم ،فدعت بسریر ، فأکبتہ لوجہہ، ثم دعت بجرائد نخل فشدّدتہ علی قوائمہ، ثم جللتہ ثوباً فقالت أسماء : ہکذا رأیتہم یصنعون، فقالت (س) : اصنعی لی مثلہ، استرینی سترکِ اللہ من النار'' تاریخ اسلام میں سب سے پہلے جناب فاطمہؑ کا تابوت بنایا گیا تھا، کیونکہ جس بیماری میں آپ کی رحلت ہوئی تھی اس میں آپ نے جناب اسماء سے یہ شکایت کی تھی کہ میں اتنی لاغر ہوگئی ہوں کہ میرا گوشت گھل گیا ہے، کیا تم کوئی ایسی چیز نہیں تیار کرسکتیں جو میرا پردہ کر سکے تو اسماء نے جواب دیا : جب میں حبشہ میں تھی تو میں نے ان لوگوں کو ایک چیز بناتے ہوئے دیکھا تھا کیا آپ کے لئے بھی اس طرح کی چیز تیار کردوں؟ اگر آپ چاہیں تو میں بنا سکتی ہوں ؟ تو شہزادی نے فرمایا : ہاں چنانچہ اسماء نے ایک چارپائی منگائی، پھر اسے لٹادیا ، پھر کھجور کی کچھ شاخیں لے کر انھیں اس کے پایوں کےاوپر باندھ دیا اور اس کے اوپر کپڑا ڈال کر کہا : میں نے ان کو ایسا (تابوت) بناتے ہوئے دیکھا ہے تو شہزادی نے فرمایا : میرے لئے بھی ایسا ہی تابوت بنا دو ، تم نے میرا پردہ رکھا ہے اللہ تمہیں جہنم سے بچائے رکھے ۔

[1] کشف الغمہ :۱؍۵۰۳؛ بحار الانوار:۴۳؍۲۱۳؛ تہذیب الاحکام :۱؍۴۶۹۔

زندگی کے آخری لمحات

شہزادی کائناتؑ اپنے اس بستر کے اوپر قبلہ رخ ہوکر لیٹ گئیں جو گھر کے درمیان میں بچھا ہوا تھا ۔ بیان کیا جاتا ہے : کہ آپ نے اپنی دونوں بیٹیوں یعنی جناب زینبؑ اور جناب ام کلثومؑ کو اپنے کسی عزیز کے گھر بھیج دیا تھا تاکہ وہ آپ کی رحلت کے وقت آپ کو نہ دیکھنے پائیں ۔ یہ سب انتظام آپ کی شفقت و محبت کے علاوہ اس وجہ سے بھی تھا تاکہ وہ دونوں اس شدید صدمہ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھنے پائیں ۔اس وقت مولائے کائناتؑ اور امام حسنؑ، امام حسینؑ بھی کسی کام کے لئے گھر سے باہر گئے ہوئے تھے ۔جناب اسماء سے مروی ہے کہ جب شہزادی کائناتؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؑ نے اسماء سے کہا : ''إن جبرئیل أتی النبیّ لما حضرتہ الوفاۃ بکافور من الجنۃ فقسمہ أثلاثا ،ثلثا لنفسہ، وثلثاً لعلی وثلثاً لی وکان أربعین درہماً فقالت : یا أسماء ائتنی ببقیۃ حنوط والدی من موضع کذا وکذا ، وضعیہ عند رأسی، فوضعتہ ثم قالت لأسماء حین توضأت وضوءہا للصلاۃ : ہاتی طیبی الذی أتطیّب بہ ، وہاتی ثیابی التی اصلی فیہا فتوضأت'' جب پیغمبر اکرمؐ کی وفات کا وقت قریب آیا تو جناب جبرئیل آنحضرتؐ کے پاس کافور لے کر آئے تھے تو آپ نے اسے تین حصوں میں تقسیم کردیا تھا ، ایک تہائی اپنے لئے ، ایک تہائی حضرت علیؑ کے لئے اور ایک تہائی میرے لئے ، اس کی مقدار چالیس درہم تھی ، پھر آپ نے فرمایا : اے اسماء فلاں فلاں جگہ سے میرے بابا کا بچا ہوا حنوط لے آئیے اور اسے میرے سرہانے رکھ دیجئے جب انھوں نے وہ حنوط لاکر رکھ دیا تو شہزادی نے نماز کے لئے وضو کرنے سے پہلے اسماء سے کہا مجھے وہ خوشبو بھی لا دیجئے جو میں استعمال کرتی ہوں پھر کہا میرا وہ لباس بھی لا دیجئے جسے پہن کر میں نماز پڑھتی ہوں پھر آپ نے وضو کرکے ان سے کہا : ''انتظرینی ہنیءۃ و ادعینی فإن أجبتک و إلاّ فاعلمی إنّی قدمت علیٰ أبی فأرسلی إلیٰ علی'' ''کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد مجھے آواز دیجئے گا اگر میں نے جواب دے دیا تو بہتر ، ورنہ سمجھ لیجئے گا کہ میں اپنے بابا کی خدمت میں پہنچ چکی ہوں لہٰذا کسی کو علیؑ کے پاس بھیج دیجئے گا ''۔ جب شہزادیؑ کے احتضار کا وقت آپہنچا اور پردے ہٹا دئے گئے تو آپ نے ایک سمت نگاہیں جماکر فرمایا : ''السلام علی جبرئیل، السلام علی رسول اللہ ، اللّھمّ مع رسولک، اللّھمّ فی رضوانک و جوارک ودارک دار السلام، ثم قالت : ہذہ مواکب

أہل السماوات و ہذا جبرئیل و ہذا رسول اللہ یقول : یا بنیۃ أقدمی فا أمامک خیر لک'' سلام ہو جبرئیل پر ، سلام ہو رسول اللہ پر بار الہا تیرے رسول کے ہمراہ ، بارالہا تیری مرضی (کے حصار میں)اور تیرے جوار، تیرے گھر اور دار السلام میں، پھر آپ نے کہا ، یہ اہل آسمان کی محفلیں ہیں ، یہ جبرئیل ہیں یہ رسول اللہ ہیں جو یہ فرما رہے ہیں : اے میری بیٹی آگے بڑھو جو تمہاری نظروں کے سامنے ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے '' پھر آپ نے اپنی آنکھیں کھول کر کہا : ''و علیک السلام یا قابض الأرواح عجّل بی و لا تعذّبنی'' اے قابض ارواح تمہارے اوپر بھی میرا سلام ہو میری روح جلدی قبض کرلو اور مجھے اذیت نہ دینا پھر آپ نے کہا : ''إلیک ربّی لا إلی النار'' بار الہا! تیری جانب نہ کہ جہنم کی جانب، پھر آپ نے اپنی آنکھیں بند کرکے اپنے ہاتھ اور پیر بالکل سیدھے کرلئے ۔

جب جناب اسماء نے آپ کو آواز دی تو آپ نے کوئی جواب نہیں دیا تب انہوں نے آپ کے چہرۂ مبارک سے چادر ہٹا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ اس دنیا سے رحلت فرما چکی ہیں یہ دیکھ کر وہ آپ کے اوپر گر پڑیں اور آپ کے بوسہ دیتے ہوئے یہ کہا : اے فاطمہؑ جب آپ اپنے بابا رسول اللہؐ کے پاس پہنچئے گا تو اسماء بنت عمیس کی طرف سے ان کی خدمت میں سلام کہہ دیجئے گا ،اور جب امام حسنؑ اور امام حسینؑ آئے اور انھوں نے دیکھا کہ والدۂ گرامی آرام فرما رہی ہیں تو انھوں نے کہا : اے اسماء ہماری والدہ تو اس وقت نہیں سوتی تھیں ؟ تو انہوں نے جواب دیا ، اے فرزندان رسولؐ، آپ کی والدہ سو نہیں رہی ہیں بلکہ وہ دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں ۔ امام حسنؑ نے اپنے کو شہزادی کے اوپر گرادیا انہیں چومتے تھے یہ کہتے جاتے تھے : ''یا اماہ کلّمینی قبل أن تفارق روحی بدنی'' اے والدۂ گرامی اس سے پہلے کہ میرے بدن سے میری روح پرواز کر جائے آپ مجھ سے گفتگو فرمائیں ،امام حسینؑ آپ کے پیروں کا بوسہ دیکر یہ کہہ رہے تھے: ''أنا ابنک الحسین کلّمینی قبل أن یتصدّع قلبی فأموت'' ''میں آپ کا بیٹا حسینؑ ہوں آپ مجھ سے کچھ بولئے اس سے پہلے کہ میرا دل پھٹ جائے اور میری موت واقع ہوجائے '' تو ان سے اسماء نے کہا : اے فرزندان رسول جائیے اپنے بابا کو اپنی والدہ کی رحلت کی خبر دے دیجئے وہ دونوں شہزادے باہر نکلے اور مسجد کے نزدیک پہنچ کر ،اُن کے رونے کی آوازیں بلند ہوگئیں جس سے صحابہ نے ان دونوں کو اپنے حلقہ میں لے کر رونے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے جواب

دیا : ''قد ماتت امّنا فاطمۃ'' ہماری والدہ گرامی فاطمہؑ کا انتقال ہوگیا ہے ۔ یہ سن کر حضرت علیؑ منہ کے بل گر پڑے اور آپ نے کہا : ''بمن العزاء یا بنت محمد'' ''اے بنت محمدؐ کسے تعزیت دوں؟[1]''۔

تشیع جنازہ اور دفن

حضرت علیؑ کے گھر سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں عورتوں اور مردوں کے گریہ کی آوازوں سے پورا مدینہ ہل گیا اور لوگ اسی طرح دہشت زدہ ہوگئے جس طرح رسول اللہؐ کی وفات کے وقت سراسیمگی کا ماحول تھا ،بنی ہاشم کی خواتین روتی پیٹتی ہوئی جناب فاطمہؑ کے گھر پہنچنے لگیں، مرد حضرت علیؑ کے پاس جمع ہونے لگے اور آپ کے پاس ہی امام حسنؑ اور امام حسینؑ بیٹھے ہوئے رو رہے تھے، جناب ام کلثوم کی زبان پر یہ بین تھے : ہائے بابا،اے رسول اللہؐ در حقیقت آج آپ ہم سے ایسے جدا ہوئے کہ جس کے بعد ملاقات کا کوئی امکان نہیں ہے[2]''۔آہستہ آہستہ کافی لوگ جمع ہوگئے ہر طرف گریہ و بکا کا سماں تھا ،اور سب لوگ جنازہ اٹھنے کا انتظار کر رہے تھے تاکہ نماز جنازہ میں شرکت کر سکیں تو جناب ابوذرؓ نے باہر نکل کر یہ اعلان کیا : آپ حضرات واپس تشریف لے جائیں کیونکہ دختر پیغمبر کی تشییع جنازہ اس عشا کے وقت نہیں ہوگی ،ابوبکر و عمر بھی حضرت علیؑ کو یہ کہہ کر تعزیت پیش کر رہے تھے کہ اے ابو الحسن ہم سے پہلے آپ بنت رسول کی نماز جنازہ نہ پڑھا دیجئے گا[3]۔

اس طرح لوگ آہستہ آہستہ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے اور اکثر کا یہی خیال تھا کہ تشییع جنازہ کل صبح میں ہوگی (روایت میں ہے کہ شہزادی کی وفات نماز عصر کے بعد یا رات کے ابتدائی حصہ میں ہوئی تھی) لیکن حضرت علیؑ اور جناب اسماء نے آپ کو اسی رات غسل و کفن دیا اور اس کے بعد جناب امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور جناب زینبؑ و ام کلثومؑ کو آواز دی کہ اپنی والدہ سے رخصت ہو لو کہ یہ جدائی کا وقت ہے اور اب ملاقات جنت میں ہوگی، تھوڑی دیر کے بعد امیر المومنینؑ نے ان لوگوں کو شہزادی کے جنازہ

---

[1] بحار الانوار :۴۳،۱۸۶۔
[2] بحار الانوار :۴۳،۱۹۲۔
[3] گذشتہ حوالے ،۱۹۹۔

سے جدا کر دیا[۱]۔ پھر حضرت علیؑ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے بعد آسمان کی طرف دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر یہ آواز دی: ''اللّھم ہذہ بنت نبیک فاطمۃ أخرجتہا من الظلمات إلی النور، فأضاءت میلاً فی میل'' ''بارالٰہا یہ تیرے پیغمبر کی بیٹی فاطمہؑ ہیں جن کو تونے (عدم کی) تاریکیوں سے نکال کر (وجود کے) نور تک پہنچا دیا تو انہوں نے میلوں دور کے فاصلوں کو منور کردیا۔ جب ہر طرف سناٹا چھا گیا اور سب لوگ نیند کی آغوش میں چلے گئے اور رات کا کافی حصہ گذر گیا تو امیر المومنینؑ، عباس اور فضل بن عباس نے اس نحیف و لاغر جنازہ کے تابوت کو اپنے کاندھوں پر اٹھایا، امام حسنؑ و امام حسینؑ اور عقیل، سلمان، ابوذر، مقداد اور بریدہ و عمار بھی جنازہ کے ساتھ ساتھ تھے[۲]۔

حضرت علیؑ قبر کے پاس بیٹھے اور رسول اللہ کی بیٹی کو سپرد لحد کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا: ''یا أرض أستودعک ودیعتی، ہذہ بنت رسول اللہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم، بسم اللہ و باللہ و علی ملّۃ رسول اللہ محمد بن عبداللہ (ص) سلمتک أیتہا الصدیقۃ إلی من ہو أولی بک منّی، و رضیت لک بما رضی اللہ تعالی لک'' اے زمین میں اپنی امانت کو تیرے سپرد کر رہا ہوں، یہ رسول اللہ کی بیٹی ہے ''بسم اللہ الرّحمن الرّحیم'' اللہ کے نام سے، اللہ کے سہارے اور حضرت عبد اللہ کے بیٹے حضرت محمد رسول اللہؐ کے دین پر اے صدیقہ میں تمہیں اس کے سپرد کر رہا ہوں جو تمہارے لئے مجھ سے زیادہ اولیٰ ہے اور میں تمہارے لئے اس بات سے راضی ہوں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے'' پھر آپ نے فرمایا: منہا خلقناکم و فیہا نعیدکم و منہا نخرجکم تارۃ اخری'' اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی میں پلٹا کر لے جائیں گے اور پھر دوبارہ اسی سے نکالیں گے[۳]۔ پھر آپ قبر سے باہر نکل آئے اور اس کے بعد تمام حاضرین نے اس نبوی دریکتا کی قبر پر مٹی ڈال دی اور آخر میں حضرت علیؑ نے

[۱] گذشتہ حوالہ، ۱۷۹۔
[۲] گذشتہ حوالہ ۱۹۳۔
[۳] طہ، ۵۵۔

جناب فاطمہ کے لئے حضرت علی کے بین

نہایت تیزی کے ساتھ شہزادی کی تدفین کا مرحلہ مکمل ہوگیا کیونکہ ہر لمحہ یہ خوف لاحق تھا کہ کہیں لوگوں کو خبر نہ ہوجائے اور سب لوگ جمع نہ ہوجائیں اور جب حضرت علیؑ اپنے دونوں ہاتھ جھاڑ کر قبر سے اٹھنے لگے تو رسول کی پارۂ جگر اور آپ کی رحمدل شریکۂ حیات کے غم سے آپ کا دل بیٹھنے لگا اور آپ کو شہزادی کا اخلاص، طہارت نفس، ایثار و قربانی اور وہ مشکلات یاد آگئیں جو انہوں نے آپ کے لئے برداشت کی تھیں اور آپ اس فراق کو برداشت نہ کرسکے آپ کے رخساروں سے آنسو بہنے لگے اور آپ نے رسول اللہ کی قبر مبارک کی طرف رخ کرکے رازدارانہ انداز میں یہ بین شروع کردیا: السلام علیک یا رسول اللہ عنّی، و السلام علیک عن ابنتک و حبیبتک و قرۃ عینک و زائرتک و البائتۃ فی الثری ببقعتک، و المختار اللہ لھا سرعۃ اللحاق بک، قلّ یا رسول اللہ عن صفیتک صبری، و عفی عن سیدۃ نساء العالمین تجلّدی، إلّا أن فی التأسی لی بسنتک فی فرقتک موضع تعزی، فلقد و سدتک فی ملحودۃ قبرک بعد أن فاضت نفسک بین نحری و صدری، و غمضتک بیدی، و تولیت أمرک بنفسی بلی، وفی کتاب اللہ لی أنعم القبول، إنا للہ و إنا الیہ راجعون، قد استرجعت الودیعۃ، و أخذت الرہینۃ، و اختلست الزہراء فما أقبح الخضراء والغبراء یا رسول اللہ أما حزنی فسرمد، أما لیلی فمسھد، لایبرح الحزن من قلبی أو یختار اللہ دارک التی أنت فیھا مقیم، کمد مقیح، و ہم مہیّج، سرعان ما فرق اللہ بیننا و إلی اللہ أشکو، و ستنبئک ابنتک بتضافر امتک علیّ، و علی ہضمھا حقھا فأحفھا السؤال، و استخبرہا الحال، فکم من غلیل معتلج بصدرہا لم تجد إلی بثہ سبیلاً، و ستقول و یحکم اللہ و ہو خیر الحاکمین، و السلام علیکما یا رسول اللہ سلام مودّع لاسئم و لا قالٍ فإن أنصرف فلا عن ملالۃ، و إن أقم فلا عن سوء ظن بما وعد اللہ الصابرین، و الصبر أیمن و أجمل .و لو لا غلبۃ المستولین علینا لجعلت المقام عند قبرک لزاماً، و التلبّث عندہ عکوفاً، و لأعولت إعوال الثکلی علی جلیل الرزیۃ، فبعین اللہ تدفن ابنتک سرّاً، و یہتضم حقھا قہراً، و یمنع إرثھا جہراً و لم یطل منک العہد، و لم یخلق منک الذکر، فإلی اللہ یا رسول اللہ المشتکی، و فیک یا رسول اللہ أجمل العزاء فصلوات اللہ علیھا و علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہ ''سلام ہو آپ پر اے خدا کے رسولؐ ۔ میری طرف سے اور آپ کی اس دختر کی طرف سے جو آپ کے جوار میں پہنچ رہی ہے اور بہت جلدی آپ سے ملحق ہو

رہی ہے۔یا رسول اللہ ! میری قوت صبر آپ کی منتخب روزگار دختر کے بارے میں ختم ہوئی جا رہی ہے اور میری ہمت ساتھ چھوڑے دے رہی ہے صرف سہارا یہ ہے کہ میں نے آپ کے فراق کے عظیم صدمہ اور جانکاہ حادثہ پر صبر کر لیا ہے تو اب بھی صبر کروں گا کہ میں نے ہی آپ کو قبر میں اتارا تھا اور میرے ہی سینہ پر سر رکھ کر آپ نے انتقال فرمایا تھا۔بہر حال میں اللہ ہی کے لئے ہوں اور مجھے بھی اسی کی بارگاہ میں واپس جانا ہے۔آج امانت واپس چلی گئی اور جو چیز میری تحویل میں تھی مجھ سے جدا ہو گئی۔اب میرا رنج وغم دائمی ہے اور میری راتیں نذر بیداری ہیں جب تک مجھے بھی پروردگار اس گھر تک نہ پہونچا دے جہاں آپ کا قیام ہے عنقریب آپ کی دختر نیک اختر ان حالات کی اطلاع دے گی کہ کس طرح آپ کی امت نے اس پر ظلم ڈھانے کے لئے اتفاق کر لیا تھاآپ اس سے مفصل سوال فرمائیں اور جملہ حالات دریافت کریں۔

افسوس کہ یہ سب اس وقت ہوا ہے جب آپ کا زمانہ گذرے دیر نہیں ہوئی ہے اور ابھی آپ کا تذکرہ باقی ہے۔میرا سلام ہو آپ دونوں پر۔اس شخص کا سلام جو رخصت کرنے والا ہے اور دل تنگ و ملول نہیں ہے۔میں اگر اس قبر سے واپس چلا جاؤں تو یہ کسی دل تنگی کا نتیجہ نہیں ہے اور اگر یہیں ٹھہر جاؤں تو یہ اس وعدہ کی بے اعتباری نہیں ہے جو پروردگار نے صبر کرنے والوں سے کیا ہے اور صبر کا راستہ زیادہ پر امن اور خوبصورت ہے۔اگر ہمارے اوپر قابو پانے والوں کا غلبہ نہ ہوتا تو میں آپ کی قبر کے پاس ہی سکونت اور اس کی مجاوری اختیار کر لیتا۔

خدا کی نظروں کے سامنے آپ کی بیٹی کو خاموشی سے دفن کر دیا گیا ،اور اس کا حق زبردستی ہضم کر لیا گیا کھلے عام اسے اس کی میراث لینے سے روک دیا گیا ،ابھی تو آپ کا زمانہ کچھ بھی نہیں گذرا ہے ،آپ کا ذکر بھی پرانا نہیں ہوا ،اب تو یا رسول اللہ ؛اللہ کی بارگاہ میں ہی شکوہ ہے ،اور (یارسول اللہ)آپ کی سیرت میں بہترین تسلی خاطر ہے لہذا آپ کے اوپر اور ان کے اوپر اللہ کی صلوات اور اس کی رحمت و برکت ہو۔

قبر کھودنے کی کوشش

اس رات کی صبح سویرے ہی لوگ جناب فاطمہ زہراؑ کی تشیع جنازہ کے لئے اکٹھا ہونا شروع ہوئے تو انھیں یہ خبر ملی کہ بنت رسولؐ کو رات ہی میں خاموشی کے ساتھ دفن کردیا گیا ہے نیز حضرت علیؑ نے بقیع میں ایک جیسی سات یا اس سے زیادہ قبریں بنادیں ہیں وہاں قبر تلاش کرنے کے لئے پہنچے تو اتنی قبریں دیکھ کر مبہوت رہ گئے چونکہ بقیع جیسے اس دور میں تھا ویسے ہی آج بھی اہل مدینہ کا قبرستان ہے اور جناب فاطمہؑ کی اصل قبر نہیں پہچان پائے، اور لوگ چیخنے لگے ہر ایک یہ کہہ کر دوسرے کی مذمت کرنے لگا، نبی اکرمؐ نے صرف یہی ایک بیٹی چھوڑی تھی، اور اس کی بھی وفات ہوگئی نہ تم وفات کے وقت آئے نہ ان کے دفن میں شریک ہوئے اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی اور اب تمہیں ان کی قبر بھی معلوم نہیں ہے، تو بعض لوگوں نے یہ کہا کہ مسلمانوں کی عورتوں کو بلا کر لایا جائے اور ہم ان قبروں کو کھود کر ان کا جنازہ نکالنے کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے ۔

روایت میں ہے کہ ابوبکر و عمر اس وقت وہاں پہنچے کہ جب لوگ نماز کا ارادہ کر رہے تھے ۔ تو جناب مقداد نے کہا: فاطمہؑ کو صبح سویرے دفن کردیا گیا ہے ۔ تو عمر نے ابوبکر سے کہا: کیا میں نے پہلے ہی تم سے یہ نہیں کہہ دیا تھا کہ یہ لوگ ایسا ہی کریں گے؟ تو جناب عباس نے کہا، انھوں نے یہ وصیت کی تھی کہ تم دونوں ان کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہونے پاؤ تو عمر بولے: (اے بنی ہاشم) تم لوگ اپنے اس پرانے حسد سے کبھی باز نہیں آؤگے، تمہارے دلوں میں جو یہ کینے بھرے ہوئے ہیں یہ کبھی ختم نہیں ہوسکتے، اللہ کی قسم میں ان کی قبر کھود کر ان کی نماز جنازہ پڑھوں گا[1] ۔ شہزادی کائناتؑ کی قبر کھودنے کی کوشش کی یہ خبر جب مولائے کائناتؑ کو ملی تو آپ نے اپنی وہ زرد قبا پہنی جو آپ جنگوں میں پہنتے تھے، پھر آپ نے ذوالفقار اٹھائی غصہ کی وجہ سے آپ کی آنکھیں بالکل سرخ ہوچکی تھیں اور رگیں پھول گئی تھیں، پھر آپ بقیع کی طرف روانہ ہوئے حضرت علیؑ سے پہلے ہی بقیع میں آپ کے آنے کی خبر پہونچ گئی، اور کسی نے چیخ کر کہا تم لوگ خود دیکھ رہے ہو کہ اُدھر سے علی بن ابی طالبؑ چلے آرہے ہیں، انھوں

---

[1] بحار الانوار :۴۳،۱۹۹۔

نے یہ قسم کھائی ہے کہ اگر ان قبروں کا ایک ڈھیلا بھی ادھر سے ادھر ہوگیا تو یہ اس کا حکم دینے والوں کی گردن اڑا دیں گے، تو کسی شخص نے کہا : اے ابو الحسنؑ تم سے کیا مطلب، خدا کی قسم ہم قبر کو کھود کر ان کی نماز جنازہ ضرور پڑھیں گے ؟ تو حضرت علیؑ نے اس کا گریبان پکڑ کر ایک بار جھٹکا دیا اور اسے زمین پر پٹخ دیا اور اس سے کہا : ''یابن السوداء أنا حقی فقد ترکتہ مخافۃ أن یرتد الناس عن دینھم ، وأنا قبر فاطمۃ فوالذی نفس علیّ بیدہ لئن رُمت وأصحابک شیئاً من ذلک لأسقین الأرض من دمائکم '' اے سوداء کے بچے اپنا حق تو میں نے صرف اس خوف سے چھوڑ دیا کہ کہیں لوگ اپنے دین سے نہ پلٹ جائیں لیکن جہاں تک فاطمہؑ کی قبر کا سوال ہے تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں علیؑ کی جان ہے اگر تونے اور تیرے ساتھیوں نے اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا بھی تو زمین کو تمہارے خون سے سیراب کردوں گا ۔

تو ابوبکر بولے : اے ابو الحسن تمہیں رسول اللہ اور فاطمہؑ کے حق کا واسطہ ہے اسے چھوڑ دو اور ہم آپ کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کریں گے، تو آپ نے اسے چھوڑ دیا اور پھر تمام لوگ متفرق ہوگئے[1] ۔

تاریخ شہادت

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپؑ کی شہادت ۱۱ھ میں ہی ہوئی ہے کیونکہ نبی اکرم نے ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کیا تھا ۔ اور ۱۱ھ کے اوائل میں ہی آنحضرت کی وفات ہوگئی اور مورخین کا یہ اتفاق ہے کہ شہزادی اپنے بابا کے بعد ایک سال سے کم ہی زندہ رہیں، اور یہ بھی معلوم ہے کہ آپ ابھی عنفوان شباب کے دور میں تھیں اور اپنے بابا کی زندگی تک بالکل صحت مند اور تندرست تھیں، البتہ آپ کی شہادت کس دن اور کس مہینہ میں ہوئی اس کے بارے میں مورخین کے درمیان چند اقوال پائے جاتے ہیں ۔ ایک روایت کے مطابق آپ اپنے بابا کے بعد چھ مہینہ تک زندہ رہیں، اور یہ بھی ملتا ہے کہ ۹۵ روز تک یا کل ۷۵ دن تک یا اس سے بھی کم زندہ رہیں ۔ امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے : ''أنھا قبضت فی جمادی الآخرۃ یوم الثلاثاء لثلاث خلون منہ ، ستۃ إحدی عشرۃ من الھجرۃ

[1] دلائل الامامۃ طبری :۴۶، ۴۷۔

'''آپ کی وفات ۳جمادی الاخریٰ بروز منگل ۱۱ھ میں ہوئی تھی[۱]۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے: ''و توفّیت ولها ثمانی عشرة ستة و خمسة و سبعون یوماً ''کہ آپ کی وفات کے وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال پچھتر دن تھی۔ جناب جابر عبد اللہ انصاری کی روایت کے مطابق: پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے وقت شہزادی کائناتؑ کی عمر اٹھارہ سال سات مہینے تھی[۲]۔ ابو الفرج اصفہانی کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرم کی وفات کے کتنے دن بعد جناب فاطمۂ زہرا کی وفات ہوئی اس بارے میں مختلف اقوال ہیں: البتہ زیادہ سے زیادہ چھ مہینے اور کم سے کم چالیس دن بیان کیے گئے ہیں، البتہ ہمارے نزدیک معتبر قول وہی ہے جو امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ آپ کی شہادت پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے تین مہینے بعد ہوئی تھی[۳]۔

اس طرح فضائل و مناقب اور برکتوں سے بھری ہوئی آپ کی یہ زندگی اپنے آخری مرحلے تک پہنچ گئی، لہذا سلام ہو آپ کے اوپر جس دن آپ دنیا میں تشریف لائیں، جس دن شہادت پائی اور جس دن آپ کو زندہ اٹھایا جائے گا، اور آپ کے اوپر اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت ہو۔

---

[۱] دلائل الامامة طبری: ص۴۵؛ کشف الغمہ :۱٫۵۳۔
[۲] مناقب آل ابی طالب :۲٫۳۵۷۔
[۳] کشف الغمہ ۱۲۸٫۔

تیسری فصل

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی علمی میراث

مسلمانوں نے شروع سے ہی رسول اکرمؐ کے اقوال اور سیرت و کردار کو محفوظ کرنا شروع کر دیا تھا اور اس طرح آپ کی یہ سنت راویوں کے پہلے طبقہ سے دوسرے طبقہ اور اس سے بقیہ طبقات تک منتقل ہوئی ہے[۱]۔ اس میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ ''پہلے طبقہ میں بھی آپ کی سیرت اور اقوال کے بارے میں سب سے زیادہ وہی حضرات واقف ہیں جو اکثر اوقات اور تقریباً تمام مواقع پر آپؐ کے ہمراہ رہتے تھے۔[۲] لہٰذا یہ ایک فطری بات ہے کہ آنحضرتؐ کے وہ صحابہ جو روزِ اول سے آپؐ کے ساتھ تھے، نقل سنت کے سلسلہ میں ان کا کردار ان لوگوں سے کہیں زیادہ فعال ہونا چاہئے جو آنحضرتؐ کی زندگی کے آخری دور میں مسلمان ہوئے تھے جیسے ابوہریرہ وغیرہ جن کی نقل کردہ روایات سے احادیث کے مجموعے بھرے پڑے ہیں اور ان مجموعوں کا ایک بڑا حصہ انھیں کی روایات پر مشتمل ہے جب کہ ایسے لوگ پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ بہت ہی کم رہے ہیں ....یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگوں کی روایات کے بارے میں تحقیق کرنے والے گھبراہٹ کا شکار ہوجاتے ہیں جب کہ اس وقت انھیں یہ بالکل عجیب نہیں دکھائی دیتا کہ اگر ان لوگوں سے ہزاروں روایتیں نقل کر دی جاتیں کہ جو لوگ پیغمبر اکرم کی بعثت سے لے کر آپ کی وفات تک ہمیشہ سایہ کی طرح آپ کے ساتھ رہے ہیں اور خاص طور سے جب کہ وہ آپ کے قرابت داروں میں بھی شامل ہوں جیسے حضرت علیؑ یا دوسرے صحابہ کرام، مگر افسوس کہ اہل سنت کے یہاں موجود احادیث کے مجموعوں میں ان لوگوں سے منقول روایات ان لوگوں کی روایتوں کے مقابلہ میں بیحد کم ہیں کہ جو پیغمبر اکرم کی وفات سے صرف تین سال پہلے مسلمان ہوئے تھے[۳]۔ لہٰذا شیعہ کتب میں مصحف جناب فاطمہؑ کے بارے میں جو روایات موجود ہیں انھیں بھی بعید نہیں سمجھا جاسکتا، کیونکہ ائمہ معصومین علیہم السلام کی زبانوں پر

---

[۱] سیر�ۂ ائمہ اثنی عشر: ۱٫۹۶۔
[۲] سیر�ۂ ائمہ اثنی عشر: ۱٫۹۶۔
[۳] سیرۂ ائمہ اثنی عشر: ۱٫۹۶۔

اس مقدس کتاب کا تذکرہ ہمیشہ رہتا تھا ۔ جس کی اہم وجہ یہ ہے کہ شہزادی دو عالم پوری زندگی اپنے بابا سے کبھی جدا نہیں ہوئیں بلکہ آپ مسلسل آنحضرتؐ کی خدمت کے ساتھ ساتھ آنحضرتؐ کی احادیث،ان کے اقوال اور خطبے وغیرہ سنتی رہتی تھیں جس کا امکان علی علیہ السلام کے علاوہ اور کسی کے لئے نہیں تھا [1]۔ اس کے بعد آپ کو یہ عجیب نہیں لگنا چاہئے کہ جب آپ حافظ سیوطی کا یہ قول سنیں کہ جناب فاطمہؑ نے جو روایات نقل کی ہیں ان کی تعداد دس تک نہیں پہنچتی یا جو حافظ بدخشانی نے کہا ہے : کہ آپ سے صرف اٹھارہ حدیثیں نقل کی گئی ہیں [2]۔ دوسری طرف ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ام المومنین عائشہ سے منقول روایات کی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہے جب کہ انھوں نے رسول اکرمؐ کے ساتھ ہجرت کے بعد رہنا شروع کیا تھا جس کی کل مدت دس سال سے بھی کم ہوتی ہے جب کہ روایات کے مطابق جناب فاطمہؑ زہرا نے اپنے بابا کے ساتھ کم از کم اٹھارہ سال اور زیادہ سے زیادہ اٹھائیس سال زندگی بسر کی ہے ۔

اس بارے میں استاد توفیق ابو علم کہتے ہیں : ''جناب فاطمہؑ زہرا نے اپنے بابا سے بکثرت احادیث اخذ کی ہیں جنھیں آپ خود ان سے سنتی تھیں یا وہ آپ کے لئے لکھوا دیتے تھے اور آپ سے آپ کے دونوں بیٹوں یعنی امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور ان کے بابا حضرت علیؑ نے اور آپ کی پوتی فاطمہؑ بنت الحسین نے (مرسل طریقہ سے) نیز عائشہ ،ام سلمہ ،انس بن مالک ،اور سلمی ام رافع رضی اللہ عنہم نے روایات نقل کی ہیں اور اس سلسلہ میں جب حالات نے آپ کا ساتھ دیا تو آپ نے بکثرت علوم قرآن اور ان کے علاوہ گذشتہ شریعتوں کی معلومات حاصل کرلی تھیں آپ قرآن مجید کی قرائت (تفسیر)اور کتابت کی عالمہ تھیں اور آپ کو تواللہ نے گھٹی میں علم عطا فرمایا تھااور آپ کے والد بزرگوار رسول اکرمؐ آپ کو وہ صحیفے لکھوایا کرتے تھے جن سے آپ دینی مسائل میں کمک حاصل کرتی تھیں نیز دنیاوی معاملات میں بھی وہ آپ کے لئے بصیرت افروز تھے، مختصر یہ کہ جناب فاطمہؑ ان اہل بیت میں سے ہیں

[1] سیرۂ ائمہ اثنی عشر: ۱،۹۶۔
[2] ثغور الباسمہ فی حیاۃ سیدتنا فاطمۃؑ مولفہ سیوطی ص۵۲۔

کہ ''جنھوں نے تقوائے الٰہی اختیار کیا تو اللہ نے انھیں دولت علم سے نواز دیا'' ۔ (اس آیت کریمہ (اتقوا اللہ و یعلمکم اللہ) سے اقتباس ہے ملاحظہ فرمائیے[۱] ۔

مصحف فاطمہ سلام اللہ علیہا

جناب فاطمہؑ زہرا علم و تقویٰ کی آغوش کی پروردہ تھیں اسی لئے ان کے بارے میں آپ کا حصہ بہت زیادہ ہے، جس کی دلیل کے طور پر ہمارے پاس آپ سے منقول وہ احادیث ہیں جو آپ نے احکام، آداب، اخلاق اور فضائل اہل بیتؑ کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ سے براہ راست نقل کی تھیں اور انھیں ''مسند فاطمہ زہراء'' نامی مجموعہ میں جمع کیا گیا ہے، جس کے متعدد مولفین ہیں ان میں سب سے پہلے سیوطی متوفیٰ ۹۱۱ھ دوسرے سید حسین شیخ اسلامی تویسرکانی کا مجموعہ ہے جس میں انھوں نے ایسی ۲۶۰ حدیثیں جمع کی ہیں جو جناب فاطمہؑ کے ذریعہ پیغمبر اکرمؐ سے نقل کی گئی ہیں یا ان کا تعلق شہزادی عالم اور پیغمبر اکرم دونوں سے ہے ۔ ''مسند فاطمہ زہراؑ'' کا تیسرا نسخہ شیخ عزیز اللہ عطاردی اور چوتھا نسخہ شیخ احمد رحمانی ہمدانی کا ترتیب دیا ہوا ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب ''فاطمۃ الزہرا بہجۃ قلب المصطفیٰ'' میں شیعہ اور سنی کتب سے جناب فاطمہؑ کی تقریباً ۸۴ حدیثیں جمع کی ہیں ۔

اس مقام پر ہم مصحف فاطمہؑ کے بارے میں سید ہاشم معروف حسنی کے وہ جملے بھی نقل کر رہے ہیں جن کی طرف روایات میں اشارہ موجود ہے اور ان سے شہزادیؑ دو عالم کی علمی وسعت اور اللہ و رسولؐ اور ان کے اہل بیتؑ کے نزدیک آپ کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے چنانچہ مرحوم کہتے ہیں : ''اور یہ عجیب نہیں ہے (بلکہ حقیقت یہی ہے) کہ جناب فاطمہؑ نے مسائل شریعت، اخلاق و آداب اور آئندہ زمانہ میں رونما ہونے والے جن حادثات و واقعات کے بارے میں آنحضرتؐ اور اپنے شوہر نامدار سے جو کچھ سنا تھا اس کا کچھ حصہ ضرور جمع کیا ہوگا اور ائمہ طاہرین کو آپ سے میراث میں جو کتاب ملی تھی انھوں نے یکے بعد دیگرے اسے

---

[۱] توفیق ابو علم کی کتاب اہل البیت ص۱۲۸و ۱۲۹۔

اپنی اولاد تک پہنچایا ہے‘‘ [1]۔ مسند جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا سے ماخوذ کچھ منتخب جواہر پارے۔ ا۔ علم اور تدوین سنت کے لئے آپؑ کا اہتمام: اقال أبو محمّد العسكريّ (ع) : حضرت امرأة عند الصدّيقة فاطمة الزهراء (ع) فقالت : إن لي والدة ضعيفة و قد لبس عليها في أمر صلاتها شيء، وقد بعثتني إليك أسألك، فأجابتها فاطمة (ع) عن ذلك فثنّت فأجابت، ثمّ ثلّثت إلى أن عشّرت، فأجابت ،ثمّ خجلت من الكثرة فقالت لا أشقّ عليك يا ابنة رسول الله ،قالت فاطمة : هاتي و سلي عمّا بدالك، أرأيت من اكترى يوماً يصعد إلى سطح بحمل ثقيل و كراه ماءة ألف دينار، يثقل عليه؟ فقالت : لا ، فقالت : اكتريت أنا لكلّ مسألة بأكثر من ملء ما بين الثرى إلى العرش لؤلؤاً ، فأحرى أن لايثقل عليّ، سمعت أبي (ص) يقول : ان علماء شيعتنا يحشرون فيخلع عليهم من خلع الكرامات على قدر كثرة علومهم و جدّهم في إرشاد عبادالله حتّى يخلع على الواحد منهم ألف ألف حلّة من نور، ثمّ ينادي منادي ربّنا عزّوجلّ : أيّها الكافلون لأيتام آل محمد (ص) الناعشون لهم عند انقطاعهم عن آبائهم الّذين هم أئمتهم ، هؤلاء تلامذتكم و الأيتام الّذين كفلتموهم و نعشتموهم ، فاخلعوا عليهم خلع العلوم في الدنيا، فيخلعون على كلّ واحد من اولئك الأيتام على قدر ما أخذوا عنهم من العلوم حتّى إن فيهم يعني في الأيتام من يخلع عليه ماءة ألف خلعة ، و كذلك يخلع هؤلاء الأيتام على من تعلّم منهم ، ثمّ إن الله تعالى يقول: أعيدوا على هؤلاء العلماء الكافلين لأيتام حتّى تتمّوا لهم خلعهم و تضعّفوها لهم ، فيتمّ لهم ما كان لهم قبل أن يخلعوا عليهم ، و يضاعف لهم ، و كذلك يخلع هؤلاء الأيتام على من تعلّم منهم ، ثمّ أن الله تعالى يقول: أعيدوا على هؤلاء العلماء الكافلين للأيتام حتّى تتمّوا لهم خلعهم و تضعّفوها لهم ، فيتمّ لهم ما كان لهم قبل أن يخلعوا عليهم ، و يضاعف لهم ، و كذلك من يليهم ممّن خلع على من يليهم.امام حسن عسکریؑ فرماتے ہیں : ایک عورت صدیقۂ عالم جناب فاطمہؑ کی خدمت میں آئی اور اس نے عرض کی میری والدہ بوڑھی ہیں اور انھیں نماز کے سلسلہ میں کچھ مشکل پیدا ہوگئی ہے لہٰذا انھوں نے مجھے آپ کے پاس اس کا حکم دریافت کرنے کے لئے بھیجا ہے تو جناب فاطمہؑ نے اسے اس مسئلہ کا جواب بتا دیا وہ دوبارہ آئی تو آپ نے پھر جواب بتا دیا ،پھر تیسری بار آئی یہاں تک کہ وہ دس بار آئی ،اور آپ نے ہر بار اسے جواب دیا، آخر میں وہ شرمندہ ہوگئی اور اس نے کہا : اے بنت رسولؐ میں

---

[1] سیرۂ ائمہ اثنی عشر :۱،۹۶و۹۷۔واضح رہے کہ شہزادی دو عالم کے اقوال و احادیث و ادعیہ پر مشتمل ایک مجموعہ " صحیفۃ الزہراؑ '' کے نام سے بھی شائع ہوا ہے اور اسے علامہ جواد قیومی نے ترتیب دیا ہے نیز علامہ سید ذیشان حیدر جوادی طاب ثراہ کے اردو ترجمہ کے ساتھ ۲۰۰۲. ؁ھ میں جناب قمر عباس کی پیش کش اور حقیر کی طباعتی کاوشوں کے نتیجہ میں (تنظیم المکاتب ہندوستان کی طرف سے) ایران میں شائع ہوچکا ہے ؛مترجم.

آپ کو مزید زحمت نہیں دینا چاہتی تو جناب فاطمہؑ نے فرمایا : تمہارے سامنے جو مسئلہ آئے تم مجھ سے آکر پوچھ لیا کرو، تم ہی بتاؤ کہ اگر کوئی شخص ایک دن میں ایک بھاری وزن اونچائی (چھت) کے اوپر چڑھانے کے لئے کرایہ طے کرے اور اسے ایک لاکھ دینار کرایہ ملے تو کیا یہ وزن اسے بھاری محسوس ہوگا؟ تو اس نے کہا ہرگز نہیں، تب آپ نے فرمایا: مجھے ہر مسئلہ کے بدلے زمین سے لے کر عرش تک موتیوں سے بھرے ہوئے خزانہ سے زیادہ اجرت ملی ہے تو پھر میں اسے اپنے اوپر کیسے بوجھ سمجھ سکتی ہوں؟ میں نے اپنے بابا کو متعدد بار یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت کے دن جب ہمارے شیعوں کے علماء محشور کئے جائیں گے تو اس دن ان کے علم اور بندگان خدا کی ہدایت کے راستہ میں ان کی کوششوں کی تعداد کے برابر کرامت و بزرگی کے حلے ان کے زیب تن ہوں گے حتی کہ ان میں سے ایک ایک کے اوپر نور کے دس لاکھ حلے ہوں گے ۔ پھر ہمارے پروردگار کا منادی یہ آواز دے گا : اے آل محمد کے ان یتیموں کی کفالت کرنے والو، اور ان کے آباء کرام یعنی ان کے ائمہ سے ان کا رابطہ کٹ جانے کے بعد ان کا ہاتھ پکڑ کر انھیں اوپر اٹھانے والو! یہ تمہارے شاگرد اور وہ یتیم ہیں جن کی تم نے کفالت کی ہے اور انھیں سرور عطا کیا ہے جس سے وہ دنیا میں علوم کی خلعتوں کے مالک بن گئے ۔ تو پھر ان یتیموں میں سے ہر ایک ان کی خدمت میں اتنی ہی مقدار میں ہدئے اور تحفے پیش کرے گا جتنا انھوں نے ان سے علم حاصل کیا ہوگا ۔

حتی کہ ان (یتیموں) میں ایسے (عالم) بھی ہوں گے جن کے پاس ایک لاکھ خلعتیں ہوں گی، اور اس طرح یہ یتیم اپنے اساتید کو خلعتیں (تحفے) پیش کریں گے ۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا : یتیموں کی کفالت کرنے والے ان علماء کو مزید خلعتوں سے نوازو اور پہلے سے دوگنا زیادہ ان کو دو ۔ چنانچہ ان کا حصہ انہیں مکمل اور پھر اس کا دوگنا دیا جائے گا ۔ پھر یہ علماء اپنے شاگردوں کو خلعتیں عطا کریں گے ۔ پھر رب کریم کا حکم آئے گا کہ انہیں مزید دو برابر خلعتوں سے نوازو ۔ چنانچہ ان کو نوازا جائے گا تو وہ اپنے بعد والوں کو اور بعد والے اپنے بعد والوں کو دیں گے ۔ پھر جناب فاطمہؑ نے فرمایا : ''یا أمة الله إن سلكة من تلك الخلع لأفضل مما طلعت عليه الشمس ألف ألف مرّة و ما فضل فأنّه مشوب بالتنغيص و الكدر''اے کنیز خدا! ان خلعتوں کا ایک دھاگہ (تار) بھی ان چیزوں

سے دس لاکھ گنا بہتر ہے جن پر سورج طلوع کرتا ہے اور ان میں بھی کوئی فضیلت نہیں ہے کیونکہ ان سب میں بھی گند ھلا پن ہے[1]۔

۲۔ابن مسعود کی روایت ہے کہ ایک شخص جناب فاطمہؑ کے پاس آیا اور اس نے کہا اے دختر پیغمبرؐ کیا رسول اللہ نے آپ کے پاس کوئی ایسی چیز چھوڑی ہے جو پہلی بار آپ مجھ سے بیان فرمائیں؟ تو آپ نے فرمایا : ''یا جاریۃ ہات تلک الحریرۃ '' اے جاریہ وہ ریشمی کپڑا مجھے لاکر دے دو ، چنانچہ جب اسنے وہ تلاش کیا تو اسے نہیں مل سکا ،آپ نے فرمایا : '' و یحک اطلبیھا فإنھا تعدل عندی حسناً و حسینا '' خدا تمھارا بھلا کرے ،اسے تلاش کرو ، کہ وہ میرے نزدیک حسن و حسینؑ کے برابر اہمیت رکھتا ہے '' چنانچہ جب اس نے تلاش کیا تو وہ اسے کوڑے میں پڑا ہوا مل گیا ، جس میں یہ تحریر تھا : خدا کے نبی حضرت محمدؐ نے فرمایا ہے : ''لیس من المؤمنین من لم یأمن جارہ بوائقہ، و من کان یؤمن باللہ و الیوم الآخر فلا یوذی جارہ، و من کان یؤمن اللہ و الیوم الآخر فلیقل خیراً أو یسکت ،إن اللہ یحب الخیّر الحلیم المتعفف ، و یبغض الفاحش الضنین الس عال الملحف ،إن الحیاء من الإیمان ، و الإیمان فی الجنۃ ،و إن الفحش من البذاء و البذاء فی النار '' وہ شخص مومنین میں شامل نہیں ہے جس کا پڑوسی اس کی ایذا رسانیوں سے امان میں نہ ہو اور جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو اذیت نہ پہنچائے اور جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ صرف خیر ہی بولے ورنہ خاموش رہے ،بیشک اللہ تعالیٰ زیادہ نیکی کرنے والے پاکدامن بردبار سے محبت رکھتا ہے ۔ اور بیشک حیاء ایمان کا جزء ہے اور ایمان جنت میں ہے اور فحشیات برائی کا جزء ہے اور برائی کا ٹھکانہ جہنم ہے ۔

۲۔اہل بیتؑ کی تعریف

ا۔آپ سے مروی ہے کہ رسول اکرمؐ نے آپ سے یہ فرمایا تھا : '' أما ترضین أنّی زوّجتک أوّل المسلمین إسلاماً ، و أعظمھم علماً ؟ فإنک سیّدۃ نساء العالمین کما سادت مریم نساء قومھا '' کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ میں نے اس سے تمھاری شادی کی ہے جو مسلمانوں کے درمیان سب سے پہلا مسلمان اور ان میں سب سے بڑا عالم ہے ؟ بیشک تم اسی طرح عالمین کی عورتوں کی سردار ہو

---

[1] بحار الانوار :۳،۲۔

جس طرح مریم اپنی قوم کی عورتوں کی سردار تھیں[1]۔ ۲۔ یزید نے عبد الملک نفلی سے اور انھوں نے اپنے والد کے ذریعہ اپنے دادا سے یہ نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن دختر پیغمبر اکرم جناب فاطمہؑ کی خدمت میں گیا : وہ کہتے ہیں کہ آپ نے سلام میں پہل کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا میرے بابا نے مجھ سے فرمایا ہے جب کہ وہ صاحب حیات تھے: ''من سلّم علیّ وعلیک ثلاثة أیام فلہ الجنة '' جو شخص مجھے اور تمہیں تین دن تک سلام کرے تو اس کے لئے جنت ہے '' تو میں نے شہزادی سے عرض کی آنحضرتؐ اور آپ کی حیات میں یا آنحضرتؐ اور آپ کی وفات کے بعد بھی ؟ تو آپ نے فرمایا : '' فی حیاتنا وبعد وفاتنا '' ہماری زندگی میں بھی اور ہماری موت کے بعد بھی[2]۔

۳۔ جناب فاطمہ فرماتی ہیں : '' أتیت النبیّ (ص) فقلت : السلام علیک یا أبة، فقال: وعلیک السّلام یابنیة، فقلت : واللہ ماأصبح یا نبیّ اللہ فی بیت علیّ حبة طعام ، ولادخل بین شفتیہ طعام منذ خمس ، ولا أصبحت لہ ثاغیة ولا راغیة ، ولاأصبح بیتہ سفة ولاھفة'' میں رسول اللہ کی خدمت میں گئی اور میں نے کہا : اے بابا آپ پر سلام ہو ، تو آپ نے فرمایا اور اے بیٹی تم پر بھی سلام ہو پھر میں نے کہا اے اللہ کے نبی خدا کی قسم ، آج صبح سے علیؑ کے گھر میں کھانے کے لئے ایک دانہ بھی نہیں ہے اور پانچ دنوں سے ان کے ہونٹوں سے کوئی کھانا منھ تک نہیں پہنچا ہے ، نہ ہی ان کے پاس کوئی بکری ہے اور نہ کوئی اونٹنی (کہ اس کا دودھ پی سکیں)، اور نہ ہی ان کے گھر میں کوئی کھانے والی چیز ہے اور نہ ہی پینے والی ۔ تو نبی کریمؐ نے فرمایا : '' ادنی منّی ، فدنوت ، فقال : أدخلی یدک بین ظھری وثوبی ، فإذا حجر بین کتفی النبیّ (ص) مربوط إلی صدرہ ، فصاحت فاطمة صیحة شدیدة ، فقال لھا :ما او قدت فی بیوت آل محمدٌ نار منذ شہر '' ذرا میرے نزدیک آؤ جب میں قریب گئی تو آپ نے فرمایا ذرا میری کمر اور کپڑوں کے درمیان ہاتھ ڈال کر دیکھو تو میں نے کیا دیکھا کہ پیغمبر اکرمؐ کے دو نوں شانوں کے درمیان سینہ سے ایک پتھر بندھا ہوا ہے جس سے جناب فاطمہؑ کی بہت تیز چیخ نکل گئی پھر پیغمبر اکرمؐ نے آپ سے فرمایا : آل محمدؐ کے گھروں میں ایک مہینہ سے آگ نہیں جلی ہے ۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا : اور علیؑ

[1] اسنی المطالب ، مولفہ علامہ وصابی یمنی مخطوطہ۔
[2] مناقب ابن مغازی شافعی ص ۳۶۴، اس کے مثل روایت مناقب ابن شہر آشوب ۳،۳۶۵پر درج ہے ۔

نے تو اس وقت خیبر کا دروازہ اٹھاڑا تھا کہ جب وہ تقریبا ۲۹سال کے تھے جب کہ اسے ۵۰آدمی نہیں اٹھا پاتے تھے ۔ یہ سن کر شہزادی دو عالم کا چہرہ پر نور چمک اٹھا ، پھر آپ حضرت علیؑ کے پاس تشریف لائیں تو پورا گھر آپ کے نور سے منور ہوگیا ، تو حضرت علیؑ نے آپ سے کہا : ''یا ابنة محمد ! لقد خرجت من عندی ووجھک علی غیر ھذا الحال ؟ فقالت : إن النبیّ (ص) حدثنی بفضلک ، فما تمالکت حتی جئتک '' اے پیغمبرؐ کی بیٹی جب تم میرے پاس سے گئی تھیں تو تمہارے چہرہ کا کچھ اور حال تھا ۔ تو شہزادی دو عالم نے کہا نبی اکرمؐ نے مجھ سے آپ کی ایک فضیلت بیان کی ہے جس کی وجہ سے میں اپنے اوپر قابو نہیں پا سکی لہذا آپ کے پاس چلی آئی[1] ۔

۴ ۔ اسماء بنت عمیس جناب فاطمہؑ بنت رسول اللہ سے نقل کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا : ''إن رسول اللہ (ص) أتاہا یوما فقال : أین ابنای یعنی حسناً وحسیناً قالت:قلت : أصبحنا ولیس فی بیتنا شیءیذوقہ ذائق ، وإنا لنحمد اللہ تعالی ، فقال علیّ : أذھب بھما فإنّی أتخوّف أن یبکیا علیک ولیس عندک شیء ، فذھب بھما إلی الیھودیّ . فتوجہ إلیہ رسول اللہ (ص) فوجدھما یلعبان فی مشربۃبین أیدیھما فضل من تمر ، فقال : یا علیّ ألا تقلب ابنیّ أی ترجعھما قبل أن یشتد الحرّ علیھما ؟ قالت : فقال علیّ : قد أصبحنا فلیس فی بیتنا شیء ، فلو جلست یا رسول اللہ حتیّ أجمع لفاطمۃ تمرات ، فجلس رسول اللہ (ص) وھو ینزع للیھودیّ کلّ دلو بتمرۃ ، حتیّ اجتمع لہ شیء من تمر ، وحملہ رسول اللہ وعلیؑ '' رسول اللہ ایک روز میرے یہاں تشریف لائے تو آپ نے دریافت کیا : میرے دونوں بیٹے (یعنی حسن و حسینؑ) کہاں ہیں ؟ وہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا : آج صبح سے ہمارے گھر میں اتنی سی بھی کوئی چیز نہیں تھی کہ جسے کوئی چکھ سکے اور بیشک ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں تو علیؑ نے کہا میں انھیں لے کر جارہا ہوں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ یہ دونوں تمہارے پاس رونے لگیں اور تمہارے پاس کوئی چیز بھی نہیں ہے ۔ تو وہ ان دونوں کو اپنے ساتھ لے کر یہودی کے (باغ) میں چلے گئے ، چنانچہ پیغمبر اکرمؐ بھی ان کی تلاش میں روانہ ہوگئے تو وہ آپ کو کنویں کے پاس کھیلتے ہوئے دکھائی دئے جن کے سامنے کچھ سوکھی ہوئی کھجوریں رکھی تھیں ، تو آپ نے فرمایا اے علیؑ اس

[1] اہل البیت مولفہ توفیق ابو علم ۱۳۰۔

سے پہلے کہ ان کے لئے دھوپ تیز ہو انھیں واپس لے آنا ، وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے کہا : آج صبح سے ہمارے گھر میں کوئی چیز نہیں تھی لہذا یا رسول اللہ اگر آپ تھوڑی دیر بیٹھ جائیں تو میں فاطمہؑ کے لئے کچھ کھجوریں اکٹھی کر لوں تو رسول اللہ وہیں بیٹھ گئے اور حضرت علیؑ ہر کھجور کے بدلے یہودی کے لئے ایک ڈول کھینچ رہے تھے ، جب کچھ کھجوریں جمع ہوگئیں تو رسول اللہ اور حضرت علیؑ انھیں لے کر گھر آگئے[1]۔

شہزادیٔ عالم نے اپنے بابا کی وہ بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں جو آپ نے خود آنحضرتؐ کی زبان سے سنی تھیں یا آپ نے شہزادی کے لئے لکھوائی تھیں اور آپ سے آپ کے دونوں بیٹوں یعنی امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور ان کے والد گرامی حضرت علیؑ نیز آپ کی پوتی جناب فاطمہ بنت حسین (نے مرسل طریقہ سے) اور عائشہ ، ام سلمہ ، انس بن مالک اور سلمی ام رافع نے نقل کی ہیں[2]۔

۵۔ ایک طولانی حدیث میں آپ نے فرمایا ہے : ''یا رسول اللہ ! إن سلمان تعجب من لباسی ، فوالذی بعثک بالحقّ ما لی ولعلیّ منذ خمس سنین إلا مسک کبش نعلف علیها بالنهار بعیرنا ، فإذا کان اللّیل افترشناه ، وإن مرفقتنا لمن أدم حشوها لیف ، فقال النبیّ (ص) : یا سلمان إن ابنتیّ لفی الخیل السوابق'' یا رسول اللہ سلمان کو میرے لباس پر تعجب ہوتا ہے جبکہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق مبعوث کیا ہے میرے اور علیؑ کے لئے پانچ سال سے ایک گوسفند کی ایک کھال کے علاوہ کچھ موجود نہیں ہے جس پر دن میں ہمارا اونٹ چارا کھاتا ہے اور رات میں ہم اس کو بچھا کر سوجاتے ہیں اور ہمارا تکیہ بھی چمڑے کا ہے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے تو آنحضرتؐ نے فرمایا : اے سلمان بیشک میری بیٹی پیش قدم لوگوں میں سے ہے[3]۔

٦۔ جناب زینب بنت امیر المومنین جناب فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ سے نقل کرتی ہیں کہ رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا تھا : ''أما إنک یا علیّ وشیعتک فی الجنة'' ''لیکن اے علی تم اور تمہارے شیعہ جنتی ہیں''۔

---

[1] اہل بیت :١٣۵۔
[2] گذشتہ حوالہ ص١٢٨۔
[3] عوالم المعارف ج١١، ١٣٠۔

۷۔ جناب فاطمہؑ سے منقول ہے کہ آپ ایک روز رسول اللہ کی خدمت میں پہنچیں تو آنحضرتؐ نے آپ کے لئے کوئی کپڑا بچھا دیا اور فرمایا اس پر بیٹھو،پھر امام حسنؑ آئے تو ان سے کہا : ان کے ساتھ بیٹھ جاؤ ،پھر امام حسینؑ آگئے تو آپ نے فرمایا ان دونوں کے پاس بیٹھ جاؤ کچھ دیر بعد حضرت علیؑ آگئے تو آپ نے ان سے بھی کہا :ان لوگوں کے پاس بیٹھ جاؤ پھر آپ نے کپڑے کے گوشے پکڑ کر اسے ہمارے اوپر ڈالتے ہوئے فرمایا : بارالہا ! یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، بارالہا ان سے اسی طرح راضی رہنا جس طرح میں ان سے راضی ہوں[1]۔

۸۔ جناب فاطمہؑ بنت رسول اللہ سے فرماتی ہیں : مجھ سے میرے بابا نے فرمایا : کیا تمھیں ایک بشارت دوں[2]؟

۹۔ امام علی رضاؑ نے اپنے والد امام موسی کاظمؑ سے ،انھوں نے اپنے والد امام جعفر صادقؑ سے،انھوں نے اپنے والد امام محمد باقرؑ سے ، انھوں نے اپنے والد گرامی امام زین العابدینؑ سے ، انھوں نے اپنے والد گرامی امام حسینؑ سے اور آپ نے جناب فاطمہؑ زہرا سے روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا : ''أن النبیّ (ص) قال : من کنت ولیہ فعلیّ ولیہ، و من کنت إمامہ فعلیّ إمامہ''،جس کا میں ولی (سرپرست)ہوں اسکے علیؑ بھی سرپرست ہیں اور جس کا میں امام ہوں،علیؑ بھی اسکے امام ہیں[3]۔

۱۰۔ سید محمد غماری شافعی اپنی کتاب میں نقل کرتے ہیں : فاطمہ بنت حسین رضوی سے ، وہ فاطمہ بنت محمد رضوی سے ، وہ فاطمہ بنت ابراہیم رضوی سے ، وہ فاطمہ بنت حسن رضوی سے ، وہ فاطمہ بنت محمد موسوی سے ، وہ فاطمہ بنت عبد اللہ علوی سے ، وہ فاطمہ بنت حسن حسینی سے ، وہ فاطمہ بنت ابو ہاشم حسینی سے ، وہ فاطمہ بنت محمد بن احمد بن موسی مبرقع سے ، وہ فاطمہ بنت امام علی رضاؑ سے ، وہ فاطمہ بنت امام موسی کاظمؑ سے ، وہ فاطمہ بنت امام جعفر صادقؑ سے ، وہ فاطمہ بنت امام محمد باقرؑ سے ، وہ فاطمہ بنت امام زین العابدینؑ سے ، وہ فاطمہ بنت امام حسینؑ سے ، وہ جناب زینب بنت امیر المومنینؑ سے اور انھوں نے جناب فاطمہ زہراؑ سے یہ نقل کیا ہے کہ

[1] دلائل الامامہ ۲،۳ح۳۴یہی حدیث گذشتہ فصل میں نمبر ۱۶ پر اہلسنت کے والوں سے نقل کی گئی ہے ۔
[2] دلائل الامامہ ۲،۳ح۳۴یہی حدیث گذشتہ فصل میں نمبر ۱۶ پر اہلسنت کے والوں سے نقل کی گئی ہے ۔
[3] مسند امام رضا۱،۱۳۳۔

آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا : ''ألا من مات علی حب آل محمد مات شہیداً ''آگاہ ہوجاؤ جو شخص آل محمد کی محبت پر مرا ہے وہ شہید مرا ہے[1]۔

۱۱۔ حارثہ بن قدامہ کہتے ہیں کہ مجھ سے سلمان نے نقل کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عمار نے نقل کیا اور کہا کہ تمھیں ایک عجیب خبر نہ سناؤں ؟ تو میں نے کہا اے عمار بتاؤ، تو انھوں نے کہا ،ہاں سنو، میں نے علی ابن ابیطالبؑ کو دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں فاطمہؑ کے پاس گئے جب شہزادی کی نظر ان پر پڑی تو انھوں نے کہا ذرا میرے قریب آجائیے تاکہ آپ کو میں وہ سب بتا دوں جو گذر چکا ہے (پہلے تھا)اور جو ہونے والا ہے اور جو کچھ قیامت آنے سے پہلے تک اصلاً نہیں ہوسکتا ہے ۔ عمار کہتے ہیں : میں نے دیکھا کہ امیر المؤمنینؑ الٹے پاؤں فوراً واپس پلٹ گئے اور ان کے واپس ہوتے ہی میں بھی واپس ہوگیا پھر وہ پیغمبر اکرمؐ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا : اے ابو الحسن میرے نزدیک آؤ، تو وہ ان سے نزدیک ہوکر جب اطمینان سے بیٹھ گئے تو آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا : تم مجھ سے بیان کروگے یا میں تم سے کچھ کہوں ؟ تو امیر المؤمنینؑ نے کہا : یا رسول اللہ آپ ہی بیان فرمائیں یہی بہتر ہے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے تمہارے بارے میں ایسا محسوس ہورہاہے کہ فاطمہؑ نے تم سے یہ سب ذکر کیا ہے جس کی وجہ سے تم واپس پلٹ آئے ہو تو حضرت علیؑ نے کہا :فاطمہؑ کے نور کا تعلق ہم سے ہی ہے پھر حضرت علیؑ نے کہا کیا آپ کو نہیں معلوم ؟ پھر حضرت علیؑ نے شکر خدا کا سجدہ کیا ۔جناب عمار کہتے ہیں، پھر امیر المؤمنین باہر نکلے اور میں بھی ان کے ساتھ باہر نکل آیا اور وہ وہاں سے جناب فاطمہؑ کے گھر گئے، میں بھی آپ کے ساتھ ان کے گھر پہنچ گیا تو شہزادی نے کہا : ''کأنک رجعت إلی أبی (ص) فأخبرتہ بما قلتہ لک؟ قال : کان کذلک یا فاطمۃ، فقالت : اعلم یا أبا الحسن أن اللہ تعالی خلق نوری، و کان یسبّح اللہ جلّ جلالہ، ثمّ أودعہ شجرۃ من شجر الجنۃ فأضاءت فلما دخل أبی الجنۃ أوحی اللہ تعالی إلیہ إلہاماً أن اقتطف الثمرۃ من تلک الشجرۃ و أدرہا فی لہواتک ؛ ففعل، فأودعنی اللہ سبحانہ صلب أبی (ص) ،ثمّ أودعنی خدیجۃ بنت خویلد فوضعتنی، و أنا من ذلک النور، أعلم ما کان و ما یکون و ما لم یکن. یا أبا

[1] عوالم المعارف اور اس کے مستدرکات۱۲،۳۵۴ بحوالہ لؤلؤ مثنیۃ مولف شیخ محمد بن محمد بن احمد چشتی داغستانی ۲۱۷ مطبوعہ مصر ۱۳۰۶ ہ۔

الحسن المؤمن ینظر بنور اللہ تعالی.''ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے آپ میرے بابا کے پاس گئے تھے اور آپ نے ان کو وہ سب کچھ بتا دیا ہے جو میں نے آپ سے ذکر کیا تھا ؟تو انھوں نے کہا اے فاطمہؑ ایسا ہی ہے ۔ تو شہزادی نے کہا اے ابو الحسن آپ یہ جان لیجئے کہ اللہ تعالی نے میرے نور کو خلق کیا جب وہ نور اللہ جل جلالہ کی تسبیح میں مشغول تھا پھر پروردگار نے اسے جنت کے ایک درخت کے اندر ودیعت فرما دیا جس سے وہ جگمگا اٹھا اور جب میرے پدر بزرگوار جنت میں پہنچے تو اللہ تعالی نے ان کی طرف یہ وحی فرمائی کہ اس درخت کا پھل چن کر اسے اپنے دہن میں رکھ لیجیے چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا تو خداوند عالم نے مجھے میرے بابا کے صلب میں ودیعت کر دیا پھر آپ نے مجھے جناب خدیجہ بنت خویلد کے حوالہ کر دیا اور انھوں نے اپنی کوکھ سے مجھے دنیا کی طرف منتقل کیا ،تو میری خلقت اسی نور سے ہوئی ہے ،چنانچہ میں گذشتہ ،موجودہ اور آئندہ تمام حالات سے واقف ہوں، اے ابو الحسن مومن نور الہی کے ذریعہ دیکھتا ہے[1] ۔

۱۲۔ ابو طفیل نے جناب ابو ذرؓ سے یہ روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب فاطمہؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''سألت أبی (ص) عن قول اللہ تبارک و تعالی (و علی الأعراف رجال یعرفون کلاّ بسیماہم)قال : ہم الأئمۃ بعدی: علیّ و سبطای و تسعۃ من صلب الحسین، ہم رجال الأعراف، لا یدخل الجنۃ إلاّ من یعرفہم و یعرفونہ، و لا یدخل النار إلاّ من أنکرہم و ینکرونہ، لا یعرف اللہ إلاّ بسبیل عرفہم ''

''میں نے اپنے بابا سے اللہ تعالی کے اس قول ''اور ''اعراف کے اوپر کچھ لوگ ایسے ہوں گے جنھیں ان کی صورتوں سے پہچان لیا جائے گا[2] ''کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا :''وہ میرے بعد آنے والے ائمہؑ ہیں یعنی علیؑ، میرے دونوں نواسے اور امام حسینؑ کی صلب سے نو ائمہؑ، یہی مردان اعراف ہیں، کوئی شخص اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ ان کو نہ پہچانتا ہو اور یہ اسے نہ پہچانتے ہوں ،اور کوئی جہنم میں داخل نہیں ہوگا مگر یہ کہ وہ انہیں نہیں پہچانتا ہوگا اور یہ اسے نہیں پہچانتے ہوں گے اور ان کی معرفت کے بغیر خداوند عالم کی معرفت ممکن نہیں ہے ''۔

---

[1] عوالم المعارف ۱۱،۷۰۶۔
[2] اعراف،۴۶۔

۱۳۔ سعد ساعدی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں : میں نے فاطمہؑ سے ائمہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا : ''سمعت رسول اللہ (ص) یقول: (الأئمۃ بعدی عدد نقباء بنی إسرائیل) میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ آپ یہ فرمایا کرتے تھے : میرے بعد (آنے والے) ائمہ کی تعداد بنی اسرائیل کے نقیبوں کی تعداد کے برابر ہے[1]۔

۱۴۔ ابو بصیر کی روایت کے مطابق امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے جناب جابر بن عبد اللہ انصاری سے ایک دن یہ کہا : ''إن لی إلیک حاجۃ فمتی یخفّ علیک أن أخلوبک فاسألک عنہا؟ مجھے آپ سے کچھ کام ہے لہذا جب آپ کے لئے آسانی ہو تو میں آپ سے تنہائی میں ملاقات کرنا چاہتا ہوں! تو جابر نے ان سے کہا آپ جب مناسب سمجھیں، تو امام محمد باقرؑ نے ان سے تنہائی میں ملاقات کی اور ان سے کہا : ''یا جابر أخبرنی عن اللّوح الذی رأیتہ فی ید امّی فاطمۃ بنت رسول اللہ (ص) و ما أخبرتک بہ أنّہ فی ذلک اللّوح مکتوباً'' اے جابر آپ مجھے اس لوح کے بارے میں بتائیے جو آپ نے میری والدہ جناب فاطمہؑ بنت رسول اللہ کے ہاتھ میں دیکھی تھی اور اس لوح میں جو کچھ لکھا ہوا تھا انہوں نے اس کے مضمون سے آپ کو مطلع کیا تھا ؟ تو جابر نے کہا خدا کی قسم ایک روز میں رسول اللہ کی زندگی میں آپ کی والدہ (جدہ) جناب فاطمہؑ بنت رسول اللہ کو امام حسینؑ کی ولادت کی مبارک باد پیش کرنے کے لئے گیا تو میں نے ان کے ہاتھ میں ایک سبز تختی (لوح) دیکھی تو مجھے یہ خیال ہوا جیسے یہ زمرد کی ہو اور میں نے دیکھا اس پر سورج کی کرنوں جیسی سفید تحریر نقش ہے، میں نے ان کی خدمت میں عرض کی : میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوجائیں اے بنت رسول اللہ، یہ تختی کیسی ہے ؟ تو آپ نے فرمایا : ''ہذا اللّوح أہداہ اللہ عزّوجلّ إلی رسولہ (ص) فیہ اسم أبی و اسم بعلی و اسم ابنیّ و أسماء الأوصیاء من ولدی، فأعطانیہ أبی لیسرّنی بذلک'' یہ تختی اللہ تعالی نے اپنے رسولؐ کو تحفہ میں بھیجی ہے جس میں میرے بابا، میرے شوہر اور میرے دونوں بیٹوں اور میری اولاد میں (پیدا ہونے والے) اوصیاء کے نام درج ہیں چنانچہ میرے بابا نے مجھے خوش کرنے کے لئے یہ وہ تختی مجھے عطا فرمائی ہے۔

[1] كفاية الاثر ١٩٣۔٢٠٠۔

جناب جابر کہتے ہیں : پھر آپ کی والدہ نے وہ تختی میری طرف بڑھا دی تو میں نے اسے پڑھ کر اس کی ایک نقل اتارلی (امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں)تو میرے بابا نے فرمایا : '' فهل لک یا جابر أن تعرضه عليّ؟اے جابر کیا آپ اپنی وہ نقل مجھے دکھا سکتے ہیں ؟ تو انھوں نے کہا ضرور ، چنانچہ میرے پدر بزرگوار ان کے ساتھ ان کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے ، تو انھوں نے کاغذ جیسی ایک باریک کھال نکالی ، پھر امام نے ان سے کہا : '' یا جابر انظر أنت فی کتابک لأقرأه أنا علیک '' اے جابر آپ اپنی تحریر کو دیکھئے تاکہ میں آپ کو پڑھ کر سنادوں ، تو جابر اپنے تحریر کردہ نسخہ کو دیکھتے رہے: '' فقرأه علیه أبی (ص) فوالله ما خالف حرف حرفاً '' اور میرے والد انھیں پڑھ کر سناتے رہے ، خدا کی قسم ان کے درمیان ایک بھی حرف کا فرق نہیں تھا پھر جابر بولے : میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے اس تختی (لوح)میں اسی طرح لکھا ہوا دیکھا تھا : بسم الله الرحمٰن الرحیم ہذا کتاب من الله العزیز الحکیم لمحمّد نوره و سفیره و حجابه و دلیله ، نزل به الرّوح الأمین من عند ربّ العالمین ؛ عظّم یا محمد أسمائی و اشکر نعمائی ، ولا تجحد آلائی ، إنّی أنا الله لا إله إلاّ أنا ، قاصم الجبّارین[و مبیر المتکبّرین]و مذلّ الظالمین ودیّان یوم الدّین ، إنّی أنا الله لا إله إلاّ أنا ، فمن رجا غیر فضلی ، أو خاف غیر عدلی ؛ عذّبته عذاباً لا أعذّب به أحداً من العالمین ، فإیّای فاعبد و علیّ فتوکّل . إنّی لم أبعث نبیّاً فأکملت ایّامه و انقضت مدّته إلاّ جعلت له وصیّاً ، و إنّی فضّلتک علی الأنبیاء و فضّلت وصیّک علی الأوصیاء و أکرمتک بشبلیک بعده و بسبطیک الحسن و الحسین ، و جعلت حسناً معدن علمی بعد انقضاء مدّة أبیه ، و جعلت حسیناً خازن وحیی ، و أکرمته بالشهادة ، و ختمت له بالسعادة ، فهو أفضل من استشهد و أرفع الشهداء درجة ، جعلت کلمتی التامّة معه ، و الحجة البالغة عنده ، بعترته أثیب و اعاقب ، أوّلهم ، علیّ سیّد العابدین ، و زین أولیائی الماضین ؛ و ابنه سمیّ جدّه المحمود ، محمّد الباقر لعلمی و المعدن لحکمتی ؛ سیهلک المرتابون فی جعفر ، الرّاد علیه کالرّادّ علیّ ، حقّ القول منّی لاکرمن مثوی جعفر ، و لا سرّنّه فی أولیاءه و أشیاعه وأنصاره ؛ و انتجبت بعد موسی فتنة عمیاء حندس ، لأن خیط فرضی لا ینقطع ، و حجّتی لا تخفی ، و أن أولیائی لا یشقون أبداً ؛ ألا و من جحد واحداً منهم فقد جحد نعمتی ، و من غیّر آیة من کتابی فقد افتری علیّ . و ویل للمفترین الجاحدین عند انقضاء مدّة عبدی موسی و حبیبی و خیرتی ، [ألا] أن المکذّب بالثامن مکذّب بکلّ أولیائی ، و علیّ ولیّی و ناصری ، و من أضع علیه أعباء النبوّة و أمتحنه بالاضطلاع ، یقتله عفریت مستکبر ، یدفن بالمدینة

التی بناہا العبد الصالح ذوالقرنین إلی جنب شرّ خلقي، حق القول منّي لاقرن عینہ بمحمد ابنہ و خلیفتہ من بعدہ، فھو وارث علمي و معدن حکمتي و موضع سرّي و حجّتي علی خلقي جعلت الجنۃ مثواہ، شفعتہ في سبعین من أہل بیتہ کلّھم قد استوجبوا النار، و أختم بالسعادۃ لابنہ علي ولیي و ناصري و الشاہد في خلقي و أمیني علی وحیي أخرج منہ الداعي إلی سبیلي و الخازن لعلمي الحسن۔..بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ تحریر خدائے عزیز و حکیم کی طرف سے اس کے نور، سفیر، حجاب، دلیل، (راہنما) (حضرت) محمدؐ کے لئے ہے جسے روح امین، رب العالمین کی طرف سے لے کر نازل ہوئے ہیں: اے محمدؐ میرے اسماء کی تعظیم کیجئے، میری نعمتوں کا شکر ادا کیجئے، اور میرے انعامات کا انکار نہ کیجئے گا بیشک میں اللہ ہوں، میرے علاوہ کوئی پروردگار نہیں ہے، جابروں کی کمر توڑنے والا (متکبروں کو ہلاک کرنے والا) ظالمین کو ذلیل کرنے والا، روز قیامت کا حاکم ہوں بیشک میں اللہ ہوں، میرے علاوہ کوئی پروردگار نہیں ہے، لہذا جو شخص میرے فضل (و کرم) کے علاوہ کی امید رکھے گا اور میرے عدل کے علاوہ کسی سے خوفزدہ ہوگا، تو میں اس پر ایسا عذاب نازل کروں گا کہ ویسا میں عالمین میں کسی کے اوپر نازل نہیں کروں گا۔

لہذا صرف میری عبادت کرو اور میرے ہی اوپر بھروسہ رکھو۔ میں نے ایسا کوئی نبی نہیں بھیجا کہ جب اس کی مدت (رسالت) پوری ہوگئی تو اس کا کوئی وصی نہ بنایا ہو، اور بیشک میں نے آپ کو تمام انبیاء کے اوپر فضیلت عطا کی ہے اور آپ کے وصی کو تمام اوصیاء کے اوپر فضیلت بخشی ہے۔ اور ان کے بعد آپ کے دو شیروں اور آپ کے دونوں نواسوں حسنؑ و حسینؑ کے ذریعہ آپ کو شرف بخشا، اور حسنؑ کو اپنے علم کا معدن قرار دیا ان کے والد کی مدت (امامت) پوری ہو جانے کے بعد، اور حسینؑ کو اپنی وحی کا خزانہ دار بنایا اور انھیں شہادت کا شرف عطا کیا، اور ان کے لئے سعادت کو تمام کردیا چنانچہ وہ سب شہداء سے افضل اور تمام شہداء سے بلند درجہ پر فائز ہیں، میں نے ان کے ساتھ اپنے کلمۂ تامہ اور ان کے پاس اپنی حجت بالغہ کو رکھا ہے اور میں انھیں کی عترت کے ذریعہ ثواب یا عقاب دوں گا، ان میں سب سے پہلے علیؑ (سید العبادؑ)، عابدوں کے سردار اور میرے گذشتہ اولیاء کی زینت ہیں اور ان کے بیٹے جو اپنے جد محمود کی تصویر ہیں (یعنی) محمد (باقرؑ) جو میرے علم کو واضح و آشکار کرنے

والے ، میری حکمت کے معدن ہیں اور عنقریب جعفر (صادقؑ)کے بارے میں شک کرنے والے ہلاک ہوجائیں گے ان کا مخالف گویا میرا مخالف ہے ۔ میرے اوپر یہ حق ہے کہ میں جعفر کا مرتبہ بلند کروں گا اورانھیں ان کے اولیاء،شیعوں اور ناصروں کے درمیان خوشیاں عطا کروں گا،اور موسیٰ (کاظمؑ)کے بعد ایک نہایت تاریک فتنہ ٹوٹ پڑے گا ، کیونکہ میرے فرائض (دین و شریعت)کا سلسلہ ٹوٹنے والا نہیں ہے اور میری حجت کو چھپایا نہیں جاسکتا ، اور میرے اولیاء کبھی بھی شقی و بدبخت نہیں ہوسکتے ہیں یاد رکھو !جس نے ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کیا تو اس نے میری نعمت کا انکار کردیا اور جس نے میری کتاب کی ایک آیت میں بھی تبدیلی کی تو اس نے میرے اوپر افترا پردازی کی ہے ۔ اور ویل ہو افتراء پرداز منکرین کے اوپر، میرے بندہ حبیب اور منتخب کردہ موسیٰ کی مدت پوری ہوجانے کے بعد (یاد رکھو)آٹھویں (امام)کو جھٹلانے والا میرے تمام اوصیاء کا منکر ہے اور علیؑ (رضاؑ)میرے ولی و ناصر ہیں اور وہی وہ ہیں جن کے کاندھوں پر میں نبوت (تبلیغ)کا بوجھ رکھوں گا اور غربت وطن سے ان کا امتحان لوں گا انھیں مستکبر عفریت (غرور میں ڈوبا ہوا دیو)قتل کرے گا اور وہ اس شہر میں دفن کئے جائیں گے جسے عبد صالح ذوالقرنین نے میری شریر مخلوقات کے پاس آباد کیا تھا میرے اوپر یہ حق ہے کہ میں ان کی آنکھوں کو ان کے بیٹے محمدؑ (تقیؑ) اور ان کے بعد ان کے خلیفہ کے ذریعہ ٹھنکی عطا کروں کہ وہ میرے علم کے وارث، میری حکمت کے معدن، میرے راز کی منزل اور میری مخلوقات پر میری حجت ہیں اور میں نے جنت کو ان کا مقام قرار دیا ہے اور ان کو ان کے ستر گھر والوں کا شفیع قرار دیا ہے جو سب کے سب جہنم کے حقدار ہیں،اور سعادت کو ان کے بیٹے علیؑ (نقیؑ) پر تمام کردوں گا جو میرے ولی ،ناصر اور میری مخلوقات پر میری حجت ہیں اور میری وحی پر میرے امین ہیں، انھیں (کے صلب)سے میں اپنے راستہ کی طرف دعوت دینے والے اور اپنے علم کے خازن حسنؑ (عسکریؑ) کو پیدا کروں گا[1]۔

---

[1] كمال الدين و تمام النعمة ۳۰۸،۳۱۱، ط، تہران ۔

۱۵۔ شہزادی دوعالم نے فرمایا ہے : ''أبوا ہذہ الامۃ محمد و علی یقیمان أودہم وینقذانہم من العذاب الدائم إن أطاعوہما و یبیحانہم النعیم الدائم إن وافقوہما ''حضرت محمدؐ و حضرت علیؑ اس امت کے دو باپ ہیں اگر امت والے ان دونوں کی اطاعت کریں گے تو یہ دونوں حضرات ان کو ان کی من پسند جگہ پر پہنچا دیں گے اور انھیں دائمی عذاب سے بچا لیں گے اور اگر وہ لوگ ان دونوں سے وابستہ رہے تو وہ ان کے لئے دائمی نعمتوں کو مباح کردیں گے[1]۔

۱۶۔ جناب فاطمہؑ نے امیر المومنینؑ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے : ''ایّما رجل صنع إلی رجل من ولدی صنیعۃ فلم یکافۂ علیہا، فأنا المکافئ لہ علیہا '' جو شخص بھی میری اولاد میں کسی کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کرے گا کہ وہ اس کا بدلہ نہیں دے سکے گا تو میں اسے اس کا بدلہ دونگا[2]۔

۱۷۔ ہم سے احمد بن یحییٰ اودمی نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابو نعیم صرار بن صرد نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عبد الکریم ابو یعفور نے ان کا کہنا ہے کہ ہم سے جابر نے ابو الضحیٰ سے اور انہوں نے مسروق سے اور انہیں نے ام المومنین عائشہ سے حدیث بیان کی ہے کہ مجھ سے جناب فاطمہؑ نے یہ بیان کیا ہے کہ مجھ سے رسول اللہ نے یہ فرمایا تھا : ''زوجک أعلم الناس علماً و أوّلہم سلماً ، أفضلہم حلماً '' ''تمہارا شوہر سب سے بڑا عالم ، سب سے پہلا مسلمان اور سب سے بڑا بردبار انسان ہے ''۔

۱۸۔ شہزادی کائناتؑ نے فرمایا ہے : '' واحمدوا الذی لعظمتہ و نورہ یبتغی من فی السماوات و الأرض إلیہ الوسیلۃ، و نحن وسیلتہ فی خلقہ، و نحن خاصّتہ و محل قدسہ، و نحن حجتہ فی غیبہ ، و نحن ورثۃ أنبیاۂ ''اور اس (ذات) کی حمد وثنا کرو کہ جس کی عظمت اور نور کے لئے آسمانوں اور زمین کی ہر مخلوق وسیلہ تلاش کرتی ہے اور ہم اس کی مخلوقات کے درمیان اس کا وسیلہ ہیں ،اور ہم ہی اس کے خاصان (درگاہ)اور اس کی تقدیس کی منزل ہیں اور ہم ہی اس کی غیبت میں اس کی حجت اور اس کے انبیاء کے وارث ہیں[3]۔

---

[1] بحار الانوار :۹۶،۲۲۹۔
[2] گذشتہ حوالہ ۔
[3] شرح نہج البلاغہ :۱۶،۲۱۱۔

۱۹۔ جناب فاطمہ صغریٰ نے امام حسینؑ سے اور آپ نے شہزادی کائناتؑ سے یہ روایت نقل کی ہے: ''خرج علینا رسول اللہ (ص) فقال: إن اللہ عزّوجلّ باہی بکم، فغفر لکم عامّۃ، و غفر لعلیّ خاصّۃ، وإنّی رسول اللہ إلیکم غیر ہائب لقومی و محاب لقرابتی، ہذا جبرئیل (ع) یخبرنی: ان السّعید کلّ السعید حقّ السعید من أحبّ علیاً فی حیاتی و بعد وفاتی'' آپ فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ عزوجل تمہارے اوپر فخر و مباہات کرتا ہے اور اس نے تم سب کو بطور عموم اور علیؑ کو خاص طور پر بخش دیا ہے اور بیشک میں تمہارے لئے اللہ کا رسول ہوں اور میں نہ اپنی قوم سے ہیبت زدہ ہوتا ہوں اور نہ ہی قرابت داری کی محبتوں سے متاثر ہوتا ہوں، یہ جبرئیل (ہیں) انھوں نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ بیشک سعادت مند، مکمل سعادت مند اور در حقیقت سعادت مند صرف وہی ہے جو میری زندگی میں اور میری وفات کے بعد علیؑ سے محبت رکھے[1]۔

۲۰۔ زینب بنت ابو رافع نے نقل کیا ہے کہ جس بیماری میں رسول اللہ کی وفات ہوئی اسی کے دوران ایک دن جناب فاطمہ زہراؑ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ساتھ رسول اللہ کے پاس آئیں اور ان سے یہ کہا: ''یا رسول اللہ إن ہذین لم تورثھما شیئاً'' یا رسول اللہ آپ نے ان دونوں کو کوئی میراث نہیں دی ہے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: ''أما الحسن فلہ ہیبتی و سؤددي، و أما الحسین فلہ جرأتی وجودی'' حسنؑ کے لئے میری ہیبت اور سرداری اور حسینؑ کے لئے میری جرأت اور جود و سخا ہے[2]۔

۲۱۔ حضرت علیؑ نے جناب فاطمہؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ کہتی ہیں: مجھ سے رسول اللہؐ نے یہ فرمایا: ''یا فاطمۃ من صلّی علیک غفر اللہ لہ و ألحقہ بی حیث کنت من الجنّۃ'' اے فاطمہؑ جو شخص بھی تم پر صلوات بھیجے گا اللہ اسے معاف کردے گا اور میں جنت میں جہاں کہیں بھی رہوں گا اسے مجھ سے ملحق کردے گا[3]۔

---

[1] اسنی المطالب، مولفہ شمس الدین جزری، ۷۰۔
[2] اسد الغابہ: ۵,۴۶۷، مناقب ابن شہر آشوب: ۳,۳۹۶۔
[3] کشف الغمہ: ۱,۴۷۲۔

۲۲۔ جناب زینبؑ سے مروی ہے کہ شہزادی کائنات نے فرمایا ہے: ''کان دخل إلیٰ رسول اللہ (ص) عند ولادتی الحسین (ع)، فناولتہ إیاہ فی خرقۃ صفراء فرمی بہا و أخذ خرقۃ بیضاء و لفّہ فیہا ثمّ قال: خذیہ یا فاطمۃ، فإنہ إمام ابن إمام أبو الأئمۃ التسعۃ، من صلبہ أئمۃ أبرار، و التاسع قائمہم''، حسینؑ کی ولادت کے بعد رسول اللہ میرے پاس تشریف لائے، تو میں نے انھیں امام حسینؑ کو زرد کپڑے میں لپیٹ کر دیا تو آپ نے وہ کپڑا پھینک دیا اور سفید کپڑا لے کر انھیں اس میں لپیٹا، پھر فرمایا: اے فاطمہؑ اسے لے لو، کہ یہ امام، ابن امام اور نو اماموں کا باپ ہے، اس کے صلب سے نیک ائمہ پیدا ہوں گے اور نواں ان کا قائم ہوگا۔

۲۳۔ سہل بن سعد انصاری کہتے ہیں کہ میں نے جناب فاطمہؑ بنت رسول سے ائمہؑ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ''کان رسول اللہ (ص) یقول لعلیّ (ع): یا علیّ! انت الإمام و الخلیفۃ بعدی، و أنت أولی بالمؤمنین من أنفسہم، فإذا مضیت فابنک الحسن أولی بالمؤمنین من أنفسہم، فإذا مضی الحسن فابنک الحسین أولی بالمؤمنین من أنفسہم، فإذا مضی الحسین فابنہ علیّ بن الحسین أولی بالمؤمنین من أنفسہم، فإذا مضی علیٌّ فابنہ محمد أولیٰ بالمؤمنین من أنفسہم، فإذا مضی محمد فابنہ جعفر أولی بالمؤمنین من أنفسہم، فإذا مضی جعفر فابنہ موسیٰ أولی بالمؤمنین من أنفسہم، فإذا مضی موسی فابنہ علیّ أولی بالمؤمنین من أنفسہم، فإذا مضی علیّ فابنہ محمد أولی بالمؤمنین من أنفسہم، فإذا مضی محمد فابنہ علیّ أولی بالمؤمنین من أنفسہم، فإذا مضی علیّ فابنہ الحسن أولی بالمؤمنین من أنفسہم، فإذا مضی الحسن فالقائم المہدیّ أولی بالمؤمنین من أنفسہم، یفتح اللہ تعالی بہ مشارق الأرض و مغاربہا، فہم أئمۃ الحقّ و ألسنۃ الصدق، منصور من نصرہم، مخذول من خذلہم'' رسول اللہ (حضرت) علیؑ سے فرمایا کرتے تھے: ''اے علیؑ میرے بعد تم امام اور خلیفہ ہو، اور تم مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حق رکھتے (اولیٰ) ہو، جب تم (دنیا سے) چلے جاؤ گے تو تمہارا بیٹا حسنؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے اور جب حسنؑ (دنیا سے) چلے جائیں گے تو تمہارا بیٹا حسین مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے اور جب حسینؑ (دنیا سے) چلے جائیں تو ان کا فرزند علی بن الحسینؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے اور جب علیؑ (دنیا سے) چلے جائیں تو ان کا فرزند محمدؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے اور جب محمدؑ (دنیا سے) گذر جائیں تو

ان کا فرزند جعفرؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے اور جب جعفرؑ (دنیا سے) گذر جائیں تو ان کا فرزند موسیٰؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے اور جب موسیٰؑ (دنیا سے) گذر جائیں تو ان کا فرزند علیؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے اور جب علیؑ (دنیا سے) گذرجائیں تو ان کا فرزند محمدؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے اور جب محمدؑ (دنیا سے) گذرجائیں توان کا فرزند علیؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے اور جب علیؑ (دنیا سے) گذرجائیں تو ان کا فرزند حسنؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے اور جب حسنؑ (دنیا سے) گذرجائیں تو ان کا فرزند مہدی قائمؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ زمین کے شرق وغرب کو فتح کرے گا ، تو یہ سب ائمہ حق اور صداقت کی زبان ہیں ، جو ان کی مدد کرے گا وہ مدد یافتہ ہے اور جو ان کو چھوڑے گا وہ مدد سے محروم ہے[1]۔

شریعت اسلامیہ کا فلسفہ اور اس کے اصول و مصادر ۔

۱۔ سقیفہ کے تلخ واقعہ کے بعد جب آپ نے خلیفۂ اول کی مخالفت میں خطبہ دیا تو اس میں صحابہ سے خطاب کرکے یہ ارشاد فرمایا: ''أنتم عباد اللہ نصب أمرہ، و نہیہ، و حملۃ دینہ و وحیہ و أمناء اللہ علی أنفسکم، و بلغاؤہ إلی الامم، زعیم حق لہ فیکم، و عہد قدمہ إلیکم، و بقیۃ استخلفہا علیکم، کتاب اللہ الناطق، و القرآن الصادق، و النور الساطع، و الضیاء اللامع، بیّنۃ بصائرہ، منکشفۃ سرائرہ، منجلیۃ ظواہرہ، مغتبطۃ بہ أشیاعہ، قائداً إلی الرضوان اتباعہ، مؤدّ إلی النّجاۃ استماعہ، بہ تنال حجج اللہ المنورہ، و عزائمہ المفسّرۃ، و محارمہ المحذّرۃ، و بیّناتہ الجالیۃ، و براہینہ الکافیۃ، و فضائلہ المندوبۃ، و رخصہ الموہوبۃ، و شرائعہ المکتوبۃ.[2]''

۲۔ اسی خطبہ میں آپ نے فلسفۂ شریعت پر اس طرح روشنی ڈالی: ''جعل اللہ الإیمان تطہیراً لکم من الشرک، و الصلاۃ تنزیہاً لکم عن الکبر، و الزکاۃ تزکیۃ للنفس، و نماء فی الرزق، و الصیام تثبیتاً للإخلاص، و الحج تشییداً للدین، و العدل: تنسیقاً للقلوب، و طاعتنا نظاماً للملّۃ، و

[1] کفایۃ الاثر : ۱۹۳و ۲۰۰۔
[2] اس کا ترجمہ صفحہ ۱۵۶ پرپہلے گذر چکا ہے ۔

اماتنا أماناً من الفرقة و الجهاد عزّاً للإسلام، و الصبر معونة علی استیجاب الأجر، و الأمر بالمعروف مصلحة للعامة، و برّ الوالدین وقایة من السخط، وصلة الأرحام منسأة فی العمر و منماة للعدد، و القصاص حقناً للدماء و الوفاء بالنذر تعریضاً للمغفرة، و توفیة المکائیل و الموازین تغییراً للبخس، و النهی عن شرب الخمر تنزیهاً عن الرجس، و اجتناب القذف حجاباً عن اللعنة، وترک السرقة إیجاباً للعفة، و حرّم اللہ الشرک إخلاصاً له بالربوبیة''[۱]۔

۳۔ ہم سے احمد بن یحییٰ صوفی نے یہ بیان کیا ہے کہ عبد الرحمٰن بن دیس الملائی نے بیان کیا ہے کہ بشیر بن زیاد جزری نے عبد اللہ بن حسن سے اور انھوں نے اپنی والدۂ گرامی فاطمہ بنت حسینؑ سے اور انھوں نے شہزادی کائناتؑ سے یہ نقل کیا ہے : ''قال النبیّ (ص) : إذا مرض العبد أوحی اللہ إلی ملائکته أن ارفعوا عن عبدی القلم ما دام فی وثاقی، فإنّی أنا حبسته، حتی أقبضه أو اخلّی سبیله'' رسول اللہ نے فرمایا ہے جب کوئی بندہ مریض ہوتا ہے تو پروردگار عالم اپنے ملائکہ کے اوپر یہ وحی کرتا ہے کہ جب تک میرا بندہ میری ضمانت میں ہے اس سے قلم اٹھا لو، کہ میں نے اسے محبوس کیا ہے، یہاں تک کہ میں اس کی روح قبض کرلوں یا اسے آزاد چھوڑدوں ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کے کسی فرزند سے اس کا تذکرہ کیا تو اس نے کہا : میرے بابا کہا کرتے تھے : اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کی طرف یہ وحی فرمائی ہے : میرے بندہ کے لئے اسی عمل کا ثواب لکھ دو جسے وہ صحت و تندرستی کے زمانہ میں انجام دیتا تھا ۔

۴۔ حضرت علیؑ نے جناب فاطمہؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ کا بیان ہے کہ مجھ سے رسول اللہ نے یہ فرمایا ہے: ''قال لی رسول اللہ (ص) : یا حبیبة أبیها کل مسکر حرام، و کلّ مسکر خمر'' اے اپنے بابا کی چہیتی (بیٹی) ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور ہر نشہ آور (چیز) شراب ہے[۲]۔

۵۔ سلیمان بن ابو سلیمان اپنی والدہ ام سلیمان سے نقل کرتے ہیں : وہ کہتی ہیں میں پیغمبر اکرم کی زوجہ عائشہ کے پاس گئی اور ان سے قربانیوں کے گوشت کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ نے پہلے اس سے منع کیا تھا اور بعد میں اس کے

[۱] اس کا ترجمہ صفحہ ۱۵۶ پر پہلے گذر چکا ہے ۔
[۲] دلائل الامامۃ ،ص۳

کھانے کی اجازت دے دی تھی ۔ علی بن ابی طالبؑ کسی سفر سے واپس آئے تو فاطمہؑ نے ان کے سامنے اپنی کی ہوئی قربانی کا گوشت پیش کیا تو انھوں نے کہا: ''أولم ينه عنها رسول الله (ص)؟''کیا رسول اللہ نے اس سے منع نہیں فرمایا ہے تو شہزادی نے کہا: ''إنه قد رخّص فيها''آنحضرتؐ نے اس کی اجازت دے دی ہے '' عائشہ کہتی ہیں '': فدخل عليّ على رسول الله (ص) فسأله عن ذلک، فقال له: كلها من ذي الحجة إلى ذي الحجة' تب علیؑ، رسول اللہ کے پاس گئے اور آپ سے اس کا حکم دریافت کیا تو آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا: اسے ذی الحجہ سے ذی الحجہ (پورے سال)تک کھاؤ[1]۔

٦۔ شہزادی کائناتؑ نے اپنے بابا حضرت محمد مصطفیؐ سے یہ دریافت کیا: اے بابا جو بھی نماز کو حقیر (سبک) سمجھے چاہے وہ مرد ہو یا عورت اس کے لئے کیا حکم ہے؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا: ''يا فاطمة من تهاون بصلاته من الرجال و النساء ابتلاه الله بخمس عشرة خصلة: ستّ منها في دار الدنيا، و ثلاث عند موته، و ثلاث في قبره، و ثلاث في القيامة إذا خرج من قبره. أما اللّواتي تصيبه في دار الدنيا: فالاولى يرفع الله البركة من عمره، و يرفع الله البركة من رزقه، و يمحوالله عزّوجلّ سيماء الصالحين من وجهه، و كلّ عمل يعمله لا يؤجر عليه، و لا يرتفع دعاؤه إلى السماء و السادسة ليس له حظّ في دعاء الصالحين. و أما اللواتي تصيبه عند موته: فأوّلهن أنه يموت ذليلاً، و الثانية يموت جائعاً، و الثالثة يموت عطشاً، فلو سقي من أنهار الدنيا لم يرو عطشه. و أما اللواتي تصيبه في قبره: فأوّلهن يوكّل الله به ملكاً يزعجه في قبره، و الثانية يضيّق عليه قبره، و الثالثة تكون الظلمة في قبره. و أما اللواتي تصيبه يوم القيامة إذا القيامة إذا خرج من قبره: فأوّلهن أن يوكّل الله به ملكاً يسحبه على وجهه و الخلائق ينظرون إليه، و الثانية يحاسب حساباً شديداً، و الثالثة لا ينظر الله إليه و لا يزكّيه و له عذاب أليم''اے فاطمہ جو بھی نماز کو حقیر سمجھے گا (چاہے وہ مرد ہو یا عورت) اسے اللہ پندرہ مصیبتوں میں مبتلا کردے گا، ان میں سے چھ دنیاوی ہیں، تین موت کے وقت، تین قبر میں اور تین قیامت کے دن (اس وقت)جب وہ قبر سے باہر نکلے گا ۔ دنیاوی مصیبتیں یہ ہیں: اللہ اس کی عمر سے برکت اٹھا لے گا، اور اللہ اس کے رزق سے برکت ختم کردے گا، اللہ اس کے چہرہ سے صالحین کے نقوش (اوصاف) محو کردے گا، وہ

[1] اہل سنت توفیق ابو علم ،١٢٩، مسند احمد :٢٨٣،٦۔

جو عمل بھی کرے گا اسے اس کا اجر نہیں ملے گا ،اس کی دعا آسمان تک نہیں پہنچے گی اور چھٹے یہ کہ صالحین کی دعا میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا ۔اور موت کے وقت کی مصیبتیں یہ ہیں : پہلی یہ کہ ذلیل مرے گا دوسری یہ کہ بھوکا مرے گا اور تیسری یہ کہ وہ پیاسا مرے گا ،اور اگر اسے دنیا کی تمام نہروں کا پانی بھی پلا دیا جائے گا تب بھی اس کی پیاس نہیں بجھے گی۔

قبر کے اندر والی مصیبتیں یہ ہیں : پہلے اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ایسا فرشتہ معین کردے گا جو اسے اس کی قبر میں ٹیڑھا کردے گا دوسرے یہ کہ اس کے اوپر اس کی قبر تنگ ہوجائے گی،اور تیسرے یہ کہ اس کی قبر میں اندھیرا رہے گا ۔ روز قیامت قبر سے نکلنے کے بعد کی مصیبتیں یہ ہیں : پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ایسا فرشتہ مقرر کردے گا جو تمام مخلوقات کی نظروں کے سامنے اسے منہ کے بھل گھسیٹتا ہوا لائے گا ،دوسری یہ کہ اس کا حساب سخت ہوگا اور تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہیں کرے گا اسے پاکیزہ قرار نہیں دے گا،اور اس کے لئے دردناک عذاب ہے[1]۔

اخلاقیات اور سلوک

۱۔ امام حسینؑ نے اپنی والدۂ گرامی سے روایت کی ہے کہ آپ فرماتی ہیں : ''قال لی رسول اللہ (ص) : ایاکَ و البخل ، فإنّہ عاھۃ لا تکون فی کریم. إیاکَ و البخل فإنّہ شجرة فی النار ، أغصانها فی الدنیا ، فمن تعلق بغصن من أغصانها أدخلہ النار و علیک بالسخاء ، فإن السخاء شجرة من شجر الجنة،أغصانها متدلّیة إلی الأرض، فمن أخذ منها غصناً قادة ذلک الغصن إلی الجنة'' مجھ سے رسول اللہ نے یہ فرمایا ہے : تم بخل (کنجوسی) سے دور رہنا کیونکہ یہ ایک ایسی آفت ہے جو کسی کریم (شریف النفس) انسان کے اندر نہیں پائی جاتی،تم کنجوسی سے دور رہنا کیونکہ یہ جہنم کا ایک درخت ہے جس کی شاخیں دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں ، لہٰذا جو شخص بھی اس کی کسی بھی شاخ پر لٹک جائے گا تو خداوند عالم اسے جہنم میں ڈال دے گا ،اور تمہارے لئے سخاوت ضروری ہے کیونکہ سخاوت جنت کے درختوں میں

---

[1] سفینة البحار :۲،۴۳۔

سے ایک درخت ہے جس کی شاخیں زمین تک لگی (پھیلی) ہوئی ہیں چنانچہ جو بھی ان میں سے ایک شاخ کو پکڑلے گا وہ شاخ اسے جنت میں پہنچا دے گی[1]۔

۲۔جناب فاطمۂ زہرا بنت رسول اکرمؐ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے : ''شرار امتی الذین غذوا بالنعیم ،الذین یأکلون ألوان الطعام، ویلبسون ألوان الثیاب، ویتشدقون فی الکلام''میری امت کے برے لوگ وہ ہیں جو نعمتوں میں پلے بڑھے ہیں، رنگ برنگے کھانے کھاتے ہیں اور رنگ برنگے کپڑے پہنتے ہیں اور بولتے وقت کسی طرح کی احتیاط نہیں کرتے ہیں[2]۔

۳۔ جناب فاطمہ بنت امام حسینؑ نے اپنی جدہ ٔماجدہ ٔجناب فاطمۂ زہرا سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) مسجد میں داخل ہوتے تھے تو صل علی محمد و سلم کہنے کے بعد یہ کہتے تھے : ''اللّھم اغفرلی ذنوبی، وافتح لی أبواب رحمتک''بار الہٰا میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے ''اور جب مسجد سے باہر نکلتے تھے تب بھی صل علی محمد وسلم کہنے کے بعد یہ کہتے تھے : ''اللّھم اغفرلی ذنوبی، وافتح لی أبواب فضلک''بار الہٰا میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے[3]''۔

۴۔آپ فرماتی ہیں : ''البشر فی وجہ المؤمن یوجب لصاحبہ الجنة، و البشر فی وجہ المعاند المعادی یقی صاحبہ عذاب النار''مومن کے چہرہ کی شادابی اس کے لئے جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے اور بے دین دشمن کے چہرہ کی شادابی و بشاشت اسے (مسکرانے والے کو)عذاب جہنم سے بچا لیتی ہے[4]۔

۵۔جناب زید بن علیؑ نے اپنے آبائے کرام کے واسطہ سے جناب فاطمۂ زہرا سے روایت کی ہے کہ آپ فرماتی ہیں : ''سمعت النبیّ (ص) یقول: إن فی الجمعة لساعة لا یوافقھا رجل مسلم یسأل اللہ عزّوجلّ فیھا خیراً إلاّ أعطاہ . قالت : فقلت : یا رسول اللہ أیّ ساعة ہی ؟

[1] اہل البیت لتوفیق ابو علم :۱۳۰و ۱۳۱۔
[2] گذشتہ حوالہ:۱۳۱۔
[3] اہل البیت لتوفیق ابو علم ۱۲۹و ۱۳۱۔
[4] تفسیر امام ۳۵۴، دوسرے فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ تقیہ کی بنا پر ناصبیوں کی خاطر مدارات کرنا ۔

قال : إذا تدلّی نصف عین الشمس للغروب. قال : و کانت فاطمة تقول لغلامها : اصعد علی السطح، فإن رأیت نصف عین الشمس قد تدلّی للغروب فأعلمنی حتیٰ أدعو.'' میں نے خود سنا ہے کہ نبی اکرمؐ یہ فرمایا کرتے تھے جمعہ کے دن ایک ایسا وقت بھی ہوتا ہے کہ جس میں جو کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے جس خیر کا بھی سوال کرے گا وہ اسے ضرور عطا کرتا ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے دریافت کیا کہ وہ وقت کون سا ہے ؟ تو آپ نے فرمایا جب سورج کی آدھی ٹکیا غروب ہوجائے آپ کہتے ہیں کہ شہزادی کائنات اپنے غلام کو حکم دیتی تھیں کہ چھت کے اوپر چلے جاؤ اور جب تم یہ دیکھنا کہ سورج کی آدھی ٹکیا غروب ہوچکی ہے تو مجھے بتا دینا تاکہ میں دعا کرسکوں[1]۔

۶۔ابن حماد انصاری دولابی (متوفیٰ ۳۱۰ھ) کہتے ہیں کہ ہم سے ابو جعفر محمد بن عوف بن سفیان طائی حمصی نے بیان کیا ہے (وہ کہتے ہیں) ہم سے موسیٰ بن ایوب نصبی نے نقل کیا ہے (وہ کہتے ہیں) ہم سے محمد بن شعیب نے بیان کیا ہے اور انہوں نے صدقہ مولی عبد الرحمٰن بن ولید کے واسطہ سے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں : میں اپنے جد بزرگوار حضرت امام حسین بن علیؑ کے ساتھ ان کی زمین کی طرف پید لجارہا تھا ، کہ نعمان بن بشیر جو اپنے خچر پر سوار تھے وہ ہمارے پاس پہنچے اور خچر سے نیچے اتر کر امام حسینؑ سے کہا : اے ابا عبد اللہ آپ سوار ہوجائیں تو آپ نے انکار کردیا ، تو وہ اس وقت تک آپ کو قسم دیتے رہے جب تک آپ نے یہ نہیں کہا : تم مجھ سے اس چیز کا مطالبہ کر رہے ہو جو مجھے پسند نہیں ہے لیکن میں تم سے ایک حدیث بیان کر دوں جو مجھ سے میری والدۂ گرامی نے نقل کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے : ''الرجل أحقّ بصدر دابته و فراشه و الصلاة فی بیته، إلّا إماماً یجمع الناس''مرد اپنی سواری پر آگے سوار ہونے اور اپنے بستر اور اپنے گھر میں نماز پڑھنے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے مگر یہ کہ وہ امام جماعت ہو جو لوگوں کو نماز پڑھائے لہٰذا تم آگے سوار ہوجاؤ (اور میں تمہارے پیچھے بیٹھوں گا) تو نعمان نے کہا :واقعاً شہزادی نے سچ فرمایا ہے میرے والد جب کہ مدینہ کے ایک محلہ میں تھے انہوں نے مجھ سے پیغمبر اکرمؐ کی یہ حدیث بیان کی تھی کہ

[1] دلائل الامامۃ ۵۔

آنحضرتؐ نے فرمایا ہے : مگر یہ کہ وہ اجازت دے دے '' چنانچہ جب نعمان نے آپ کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو امام حسینؑ (نعمان کی خاطر)زین کے اوپر سوار ہوگئے اور نعمان زین کے پیچھے بیٹھ گئے[1] ۔

۷ ۔ ہم سے احمد بن یحییٰ اودی نے یہ روایت بیان کہ ہے کہ ہم سے جبارہ بن مغلس اور ان سے عبید بن وسیم نے حسین بن الحسن کے ذریعہ ان کی والدہ فاطمہ بنت حسن سے اور انہوں نے اپنے والد کے ذریعہ جناب فاطمہؑ زہرا کی یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے: لا یلومن إلاّ نفسہ من بات و فی یدہ غمر.وہ اپنے علاوہ کسی اور کی ملامت نہ کرے کہ جو رات میں سو جائے اور اس کے ہاتھ میں چکنائی لگی ہوئی ہو ۔

۸ ۔احمد بن یحیٰ صوفی، عبد الرحمٰن بن دبیس ،بشیر بن زیاد، عبد اللہ بن حسن اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ جناب فاطمہؑ زہرا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے : ''ما التقی جندان ظالمان إلاّ تخلّی اللہ عنھما، فلم یبال أیّھما غلب ، و ما التقی جندان ظالمان إلاّ کانت الدائرۃ علی أعتاھما.'' جب کبھی بھی دو ظالم لشکروں کے درمیان ٹکراؤ ہوتا ہے تو خداوند عالم ان دونوں سے اپنا ہاتھ کھینچ لیتا ہے،اور اسے اس کی کوئی پرواہ نہیں رہتی کہ ان میں سے کون غلبہ پائے گا ۔ اور دو ظالم لشکروں میں ٹکراؤ نہیں ہوتا مگر یہ کہ ان میں شکست اسی کی ہوتی ہے جو ان میں زیادہ سرکش ہوتا ہے۔

۹ ۔ عورتوں کے لئے سب سے بہترین چیز کے بارے میں آپ نے یہ فرمایا ہے : ''خیر لھن ألاّ یرین الرجال و لا یرونھن'' ان کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ مردوں کو نہ دیکھیں اور مرد انھیں نہ دیکھیں[2] ۔

۱۰ ۔امام جعفر صادقؑ اپنے والد گرامی امام محمد باقرؑ سے اور آپؑ اپنے والد گرامی امام زین العابدینؑ سے اور وہ اپنے والد گرامی امام حسینؑ سے اور وہ جناب فاطمہؑ سے نقل کرتے ہیں کہ شہزادی کائناتؑ نے فرمایا ہے جب پیغمبرؐ کے اوپر یہ آیت: ''لا تجعلوا

---

[1] فاطمۃ الزہرا، بہجۃ المصطفیٰ ۳۰۱میں اس کو دولابی سے روایت کیا ہے۔

[2] حلیۃ الاولیاء :۲؍۴۰۔

دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً'' ''پیغمبرؐ کو اپنے درمیان اس طرح نہ پکارا کرو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو'' نازل ہوئی۔ (سورہ نور،۶۳) آپ فرماتی ہیں: ''فهبت النبیّ (ص) أن أقول له: یا أبه، فجعلت أقول له: یا رسول الله، فأقبل علیّ فقال لی: یا بنیة لم تنزل فیک و لا أهلک من قبل، أنت منّی و أنا منک، و إنّما نزلت فی أهل الجفاء و البذخ و الکبر، قولی: یا أبه، فإنه أحبّ للقلب و أرضی للربّ ثمّ قبّل النبیّ (ص) جبهتی، ومسحنی بریقه، فما احتجت إلی طیب بعده'' تو مجھے پیغمبر اکرمؐ کو اے بابا کہہ کر پکارنے میں ہچکچاہٹ محسوس ہوئی تو میں نے آنحضرتؐ کو ''یا رسول اللہ'' کہہ کر پکارنا شروع کردیا: تو آپ میرے یہاں تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا: اے بیٹی یہ آیت تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے بارے میں نازل نہیں ہوئی ہے، تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں بلکہ یہ آیت تو سر پھرے اور متکبروں کے لئے نازل ہوئی ہے لہٰذا تم مجھے اے بابا ہی کہا کرو کیونکہ یہی میرے دل کو بھلی لگتی ہوتا ہے اور خدا اسی سے زیادہ خوش ہوتا ہے پھر نبی اکرم نے میری پیشانی کا بوسہ لیا اور اپنے لعاب دہن سے مجھ معطر فرمایا، جس کے بعد مجھے کسی خوشبو کی ضرورت نہیں ہوئی[1]۔

۱۱۔ شہزادی دو عالم فرماتی ہیں: ''من أصعد إلی الله خالص عبادته، أهبط الله إلیه أفضل مصلحته'' جو شخص خداوند عالم کی بارگاہ میں اپنی خالص عبادتیں پیش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنی سب سے افضل مصلحت نازل فرمائے گا[2]۔

۱۲۔ لیث بن ابو سلیم عبد اللہ بن حسن سے اور وہ اپنی والدہ جناب فاطمہ بنت حسینؑ سے اور وہ اپنے والد گرامی سے اور انھوں نے اپنی والدۂ گرامی جناب فاطمہؑ سے یہ روایت کی ہے: ''خیارکم ألینکم مناکب، و أکرمهم لنسائهم'' تمہارے درمیان سب سے زیادہ نیک وہ ہے جس کے کندھے نرم ہوں اور وہ اپنی عورتوں کے لئے زیادہ سے زیادہ کریم النفس ہو[3]۔

[1] مناقب ابن شہر آشوب :۳،۳۲۰۔
[2] بحار الانوار :۷۱،۱۸۴۔
[3] فاطمہؑ زہرا بہجۃ قلب المصطفی :۱،۲۷۳؛ بعض کتب میں یہ روایت پیغمبر اکرم سے بھی مروی ہے۔

۱۳۔ آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب سے یہ سوال کیا کہ عورت کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا : حیاء کی بنا پر پوشیدہ رکھی جانے والی چیز پھر آپ نے پوچھا : وہ اپنے رب سے کس وقت سب سے زیادہ قریب ہوتی ہے؟ تو انہیں اس کا جواب معلوم نہیں تھا ۔ مگر جب شہزادی کائناتؑ نے یہ سوال سنا تو فرمایا : ''أدنی ما تکون من ربھا أن تلزم قعر بیتھا، فقال رسول اللہ (ص) : ''إن فاطمۃ بضعۃ منّی'' جب وہ اپنے گھر کے اندر بیٹھی ہو تو اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب ہوتی ہے تو رسول اللہؐ نے فرمایا : بیشک فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے[1] ۔

۱۴۔ شہزادی سے ایک طولانی حدیث میں منقول ہے، آپ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسولؐ سلمان کو میری سادگی پر تعجب ہے، قسم ہے اس پروردگار کی کہ جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا پانچ سال ہوگئے کہ ہمارے پاس بھیڑ کی کھال کا ایک فرش ہے، کہ دن میں جس پر ہمارے اونٹ چارہ کھاتے ہیں اور رات میں ہم اس کے اوپر سوتے ہیں، اور ہمارا تکیہ چمڑے کا ہے کہ جس کو لیف خرما سے پُر کیا گیا ہے ۔

۱۵۔امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے: ''إن فاطمۃ بنت رسول اللہ (ص) استأذن علیھا أعمی فحجبتہ، فقال لھا النبیّ (ص) لم حجبتہ و ھو لا یراک؟ فقالت : یا رسول اللہ إن لم یکن یرانی فأنا أراہ ، و ھو یشمّ الریح ، فقال النبیّ (ص) : أشھد أنک بضعۃ منّی'' ایک روز ایک نابینا نے آپ سے گھر میں آنے کی اجازت مانگی تو آپ نے اس سے پردہ کرلیا تو نبی اکرمؐ نے فرمایا: تم نے اس سے کیوں پردہ کیا ہے؟ جب کہ وہ تمہیں دیکھ نہیں سکتا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا : اے اللہ کے رسولؐ اگر وہ مجھے نہیں دیکھ سکتا ہے تو میں تو اسے دیکھ سکتی ہوں اور وہ خوشبو تو محسوس کرتا ہے تو نبی اکرمؐ نے فرمایا : میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک تم میرا ٹکڑا ہو[2]

۱۶۔ ہم سے یزید بن سنان، حسن بن علی واسطی، بشیر بن میمون واسطی، عبد اللہ بن حسنؑ بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ نے حدیث بیان کی ہے کہ وہ کہتے ہیں : ''حدثتنی امّی فاطمۃ بنت الحسین عن فاطمۃ الکبری بنت محمد : إن رسول اللہ (ص) کان یعوذ الحسن و الحسین و

[1] بحار الانوار ۴۳،۹۲۔
[2] ملحقات احقاق الحق : ۱۰،۲۵۸۔

یعلّمها ہؤلاء الکلمات کما یعلّمها السورة من القرآن ،یقول: ''مجھ سے میری والدۂ گرامی فاطمہ بنت حسینؑ نے جناب فاطمۂ زہرا سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ان کلمات ''أعوذ بکلمات اللہ التامّة من شرّ کلّ شیطان وہامّة، و من کلّ عین لامّة[1]''میں اللہ کے مکمل کلمات کے ذریعہ ہر شیطان، طعنہ زن اور ہر نگاہ بد سے پناہ مانگتا ہوں۔

۱۷۔ شہزادی کائناتؑ فرماتی ہیں : '' دخل علیّ رسول اللہ (ص) و قد افترشت فراشی للنوم ، فقال : یا فاطمة لا تنامي إلاّ و قد عملت أربعة : ختمت القرآن، و جعلت الأنبیاء شفعائک ، و أرضیت المؤمنین عن نفسک ، و حججت و اعتمرت۔ قال ہذا و أخذ فی الصلاة ، فصبرت حتی أتمّ صلاته، قلت : یا رسول اللہ إنک أمرت بأربعة لا أقدر علیها فی ہذا الحال! فتبسّم (ص) [و قال]:إذا قرأت (قل ہو اللہ أحد) ثلاث مرّات فکأنّک ختمت القرآن ، و إذا صلّیت علیّ و علی الأنبیاء قبلی کنّا شفعاءک یوم القیامة ، و إذا استغفرت للمؤمنین رضوا کلّهم عنک ، و إذا قلت: سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ إلاّ اللہ و اللہ أکبر ،فقد حججت و اعتمرت''ایک روز جب رسول اللہ ہمارے گھر تشریف لائے تو میں سونے کے لئے اپنا بستر بچھا چکی تھی ،آپ نے فرمایا :اے فاطمۂ اس وقت تک نہ سونا جب تک یہ چار عمل انجام نہ دے لینا ، قرآن ختم کرلو،انبیاء کو اپنا شفیع بنا لو، مومنین کو اپنے سے خوش کرلو اور حج و عمرہ کرلو،آپ نے اتنا کہا اور نماز شروع کردی میں یونہی منتظر رہی یہاں تک کہ آپ نے نماز تمام کردی میں نے عرض کی : یا رسول اللہ آپ نے مجھے ایسی چار چیزوں کا حکم دیا ہے جو فی الحال میرے لئے ممکن نہیں ہیں تو آپ مسکرائے(اور فرمایا)جب تم تین بار قل ہو اللہ بڑھ لوگی تو گویا تم نے قرآن ختم کرلیا ہے اور جب تم میرے اور تمام انبیاء کے اوپر صلوات بھیجوگی تو ہم روز قیامت تمہاری شفاعت کریں گے، اور جب تم مومنین کے لئے استغفار کروگی تو وہ سب تم سے راضی ہو جائیں گے اور جب تم ''سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر''کہہ لوگی تو گویا تم نے حج اور عمرہ کرلیا ہے[2]۔

---

[1] الذریعة الطاہرہ مولفہ ابن حماد انصاری دولابی :۱۴۹،طبعہ جامعة المدرسین، قم ـکے ذریعہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا تعویذ کرتے تھے اور ان دونوں کو ان کلمات کی اسی طرح تعلیم دیتے تھے جیسے ان کو قرآن کا کوئی سورہ تعلیم دیا کرتے تھے ۔

[2] خلاصة الاذکار ،۷۰۔

١٨۔ایک مفصل حدیث میں ہے کہ ایک دن شہزادی نے پیغمبر اکرم سے کہا: ''یا أبت فدیتک ما الذی أبکاک؟اے بابا میں آپ پر قربان جاؤں، آپ کیوں رو رہے ہیں تو آنحضرتؐ نے آپ کے سامنے یہ دونوں آیتیں بیان کردیں جنہیں کچھ دیر پہلے جبرئیل امین لے کر نازل ہوئے تھے (وإن جهنّم لموعدهم أجمعين لها سبعة أبواب لكلّ باب منهم جزء مقسوم)اور بیشک جہنم ان سب کی وعدہ گاہ (مقام)ہے اس کے سات دروازے ہیں ان میں سے ہر دروازہ کا ایک طے شدہ (تقسیم شدہ) حصہ ہے تو شہزادی کائنات یہ کہتی ہوئی منھ کے بل گرپڑیں: ''الویل ثمّ الویل لمن دخل النار''ویل پر ویل ہے اس کے لئے جو جہنم میں جائے گا[1]۔

حکومت و سیاست اور تاریخ

١۔ ہم نے آپ کے جو دوخطبے پہلے نقل کئے ہیں ان سے پیغمبر اکرمؐ کے لائے ہوئے انقلاب، اس کا مستقبل، بعثت سے پہلے موجود جاہلیت، اسلامی قیادت میں آئندہ رونما ہونے والے انحرافات کے بارے میں آپ کی وسعت نظر اور بلندی فکر کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے ۔ لہٰذا ایک بار مزید غور وفکر کے ساتھ مذکورہ دونوں خطبے ملاحظہ فرمائیں اور ان کا مطالعہ کریں۔

٢۔غیب سے متعلق خبریں :جناب فاطمہ صغریٰ بنت امام حسین رضی اللہ عنہما نے اپنے والد کے ذریعہ اپنی جدۂ ماجدہ جناب فاطمہؑ زہرا سے یہ روایت نقل کی ہے وہ کہتی ہیں کہ مجھ سے رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے : ''قال لی رسول اللہ (ص) :یدفن من ولدی سبعة بشاطئ الفرات، لم یبلغهم الأوّلون، ولم یدرکهم الآخرون''میری اولاد میں سے سات لوگ فرات کے کنارے دفن ہوں گے جن تک نہ اولین پہنچ پائیں گے اور نہ ہی ان تک آخرین کی رسائی ہوگی[2]۔

ام المومنین عائشہ کہتی ہیں : ایک روز فاطمہ بالکل پیغمبر اکرم کے انداز میں چلتی ہوئی پیغمبرؐ کے پاس آئیں تو آپ نے فرمایا: اے میری بیٹی مرحبا پھر آپ نے ان کو اپنے داہنی یا بائیں طرف بٹھالیا ۔ پھر آہستہ سے ان سے کچھ کہا جس سے وہ رونے لگیں، میں

[1] بحار الانوار :٣٠٣٫٨۔
[2] بحار الانوار ١٣١٫٨۔

نے ان سے کہا پیغمبر نے تو تم سے خصوصی انداز میں گفتگو کی ہے اور پھر تم رو رہی ہو، پھر پیغمبر نے ان سے آہستہ سے کچھ اور کہا تو وہ ہنسنے لگیں تو میں نے کہا: میں نے آج تک غم سے اتنی نزدیک خوشی نہیں دیکھی (اس طرح روتے ہوئے کو ہنستا ہوا نہیں دیکھا) پھر میں نے ان سے دریافت کیا کہ پیغمبر اکرم نے کیا فرمایا تھا ؟''ماکنت لأفشی سرّ رسول اللہ (ص) حتیٰ إذا قُبض النبی (ص) سألتھا فقالت :إنہ أسرّ إلیّ فقال :إن جبرئیل (ع) کان یعارضنی بالقرآن فی کل عام مرة وإنہ عارضنی بہ العام مرّتین، ولا أراہ إلاّ قد حضر أجلی إنک أوّل أہل بیتی لحوقاً بی ونعم السلف أنا لکِ فبکیت لذالک ثم قال: الا ترضین أن تکونی سیّدة نساء ھذا الامة او نساء المومنین ؟[1] فضحکتُ ''، تو انھوں نے کہا میں رسول اللہ کا راز فاش نہیں کر سکتی، یہاں تک کہ: جب آنحضرتؐ کی وفات ہوگئی تو میں نے ان سے پھر دریافت کیا :تو انہوں نے فرمایا: آنحضرتؐ نے خاموشی سے مجھ سے یہ کہا تھا کہ جبرئیل امین ہر سال ایک بار مجھ سے قرآن مجید (کا نسخہ) ملایا کرتے تھے جب کہ انہوں نے اس سال دوبار یہی عمل انجام دیا ہے جس سے میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ میری موت نزدیک آچکی ہے یہ سن کر میں رو پڑی تھی پھر آپ نے مجھ سے یہ فرمایا : تم میرے اہل بیتؑ میں سب سے پہلے مجھ سے ملحق ہوگی اور میں تمہارے لئے بہترین سلف (گذرا ہوا) ہوں، کیا تم اس سے راضی نہیں ہوکہ تم اس امت کی تمام عورتوں کی یا تمام مومنہ عورتوں سردار ہو یہ سن کر مجھے ہنسی آگئی تھی[2]۔

۴۔ عروہ بن زبیر نے ام المومنین عائشہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ مریض ہوئے تو آپ نے اپنی بیٹی فاطمہ کو بلایا اور ان سے آہستہ سے کچھ کہا تو وہ رونے لگیں، پھر چپکے سے کچھ اور کہا تو وہ ہنسنے لگیں، تو میں نے ان سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا: ''أمّا حین بکیت أخبرنی أنہ میّت، فبکیت، ثمّ أخبرنی أنّی أوّل أہلہ لحوقاً بہ فضحکت.''جب میں روئی تھی تو

---

[1] ظاہراً یہ شک اور تردید عائشہ کی جانب سے ہے ۔
[2] مسند احمد ٦,٢٨٢۔

اس وقت آپ نے یہ فرمایا تھا کہ میری وفات نزدیک ہے تو میں رو پڑی تھی، پھر آپ نے مجھے بتایا کہ میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تم مجھ سے ملحق ہوگی تو یہ سن کر میں ہنس پڑی[1]۔

آپ کی دعاؤں کے بعض نمونے

جب رات ہوجاتی تھی تو شہزادیٔ دو عالم محراب عبادت میں کھڑی ہوجاتی تھیں اور دنیا و مافیھا سے قطع تعلق کر کے صرف اپنے پروردگار سے رابطہ قائم کر لیتی تھیں اور رات بھر نماز و تہجد اور اللہ سے رازو نیاز کرتی تھیں اور ہر ایک سے امید منقطع کر کے خوف و خشیت کی حالت میں خدا سے یہ دعا کرتی تھیں : ''اللّھمّ إنّی أسالک قوۃَ فی عبادتک، وتبصّرا فی کتابک، و فھمًا فی حکمک، اللّھمّ صلّ علی محمد و آل محمد، و لا تجعل القرآن بنا ماحلاً، و الصراط زائلاً و محمداً (ص) عنا مولّیاً ''بار الٰہا !میں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ تو ہمیں اپنی عبادت کی قوت اپنی کتاب میں بصیرت اور اپنے حکم میں فہم وفراست عطا فرما ،بارالٰہا محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور قرآن کو ہمارے ذریعہ نظر انداز کرنے والا اور صراط سے پھسل جانے والا اور حضرت محمدؐ کو ہم سے اپنا رخ پھیر لینے والا قرار نہ دینا ۔

آپ کی بعض دعائیں یہ ہیں

۱۔ ''اللّھمّ اجعل أول یومی ہذا فلاحاً، و أوسطہ صلاحاً ، و أخرہ نجاحاً، اللّھمّ صلّ علی محمد و آل محمد ، و اجعلنا ممّن أناب إلیک فقبلتہ، و توکّل علیک فکفیتہ، و تضرّع إلیک فرحمتہ''بار الٰہا !میرے اس دن کی ابتداء کو (باعث)فلاح،وسط کو صلاح (بھلائی) اور آخر کو کامیابی قرار دینا ،بار الٰہا محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور ہمیں ان لوگوں میں سے قرار دے جنھوں نے تیری بارگاہ میں توبہ کی تو، تونے اس کو قبول کرلیا ،اور تیرے اوپر توکل کیا تو، تو ان کے لئے کافی ہوگیا اور تیری بارگاہ میں گریہ و زاری کی تو، تونے ان کے اوپر رحم فرما دیا ۔

[1] گذشتہ حوالہ ۲۸۳۔

۲۔ ''اللّٰھمّ إنّي اسأ لک الھدی و التقی و العفاف و الغنی، و العمل بما تحبّ و ترضی، اللّٰھمّ إنّي أسألک من قوتک لضعفنا، و من غناک لفقرنا و فاقتنا، و من حلمک و علمک لجھلنا، اللّٰھمّ صلّ علی محمد و آل محمد، و أعنّا علی شکرک و ذکرک و طاعتک و عبادتک یا أرحم الراحمین''بار الٰہا! میں تجھ سے سوال کرتی ہوں ہدایت، تقویٰ، پاکدامنی، غنیٰ اور ایسے عمل کی، جس سے تو راضی و خوشنود رہے، بارالٰہا !میرا سوال ہے تیری قوت سے اپنے ضعف (کمزوری) کے لئے اور تیرے استغناء سے اپنے فقر و فاقہ کے لئے، اور تیرے حلم و علم سے اپنی جہالت کے لئے، بارالٰہا! محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور اپنے شکروذکراور اپنی اطاعت و عبادت کے لئے ہماری مدد فرما اے ارحم الراحمین ۔

۳۔آپ کی مشہوردعا دعائے نور: ''بسم اللّٰہ النور، بسم اللّٰہ نور النور، بسم اللّٰہ نور علی نور، بسم اللّٰہ الذی ہو مدبّر الامور، بسم اللّٰہ الذی خلق النور من النور، الحمد للّٰہ الذی خلق النور من النور، وأنزل النور علی الطور، فی کتاب مسطور، فی رقّ منشور، بقدر مقدور، علی نبیّ محبور، الحمد اللّٰہ الذی ہو بالعزّ مذکور، و بالفخر مشہور، و علی السرّاء و الضرّاء مشکور، و صلّی اللّٰہ علی سیدنا محمد و آلہ الطاہرین''اللہ کے نام سے جو نور ہے، اللہ کے نام سے جو نورٌ علیٰ نور ہے، اللہ کے نام سے جو امور کی تدبیر کرنے والاہے اللہ کے نام سے جس نے نور کو نور سے پیدا کیا، حمد ہے اس اللہ کے لئے جس نے نور کو نور سے پیدا کیا، اور نور کو (کوہ) طور پر نازل کیا، لکھی ہوئی کتاب کے اندرایک معین شدہ مقدار میں، اپنے عظیم نبیؐ کے اوپر، حمد ہے اس اللہ کے لئے جس کا تذکرہ عزت کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ اپنے فخر میں مشہور ہے نیز خوشیوں اور زحمتوں میں لائق شکر ہے اور رحمت نازل فرما ہمارے سید و سردار حضرت محمدؐاور ان کی آل طاہرین پر [1]۔

[1] بحار الانوار :۴۳،۶۶۔

شہزادی کائنات کا ادبی رتبہ

اگرچہ شہزادیؑ دو عالم کل اٹھارہ سال کی مختصر سی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوگئی تھیں لیکن تاریخی اسناد گواہ ہیں کہ دوسرے معصومینؑ کی طرح آپ بھی وقت ضرورت شرعی مسائل بیان فرماتی تھیں اور جب کبھی بھی عورتوں سے متعلق کوئی شرعی مسئلہ در پیش ہوتا تھا تو آپ اس کو باقاعدہ حل کیا کرتی تھیں ۔ ایسے موثق تاریخی اسناد موجود ہیں جن سے آپ کی علمی و ادبی شخصیت کے بارے میں بخوبی تحقیق کی جاسکتی ہے نیز مورخین نے آپ کے جن دو خطبوں کو آپ کی خطابت کے ثبوت میں نقل کیا ہے وہ دونوں ہی خطبے فی البدیہ انداز میں ارشاد فرمائے تھے یہ دونوں خطبے آپ کی خطابت و ادب اور فصاحت و بلاغت کا بہترین شاہکار ہیں ان میں سے آپ نے ایک خطبہ تو مدینہ کی عورتوں کے درمیان دیا تھا اور دوسرا خطبہ مہاجرین و انصار کے مجمع میں ارشاد فرمایا تھا[1]۔ دونوں ہی خطبے ہم پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد کے حادثات کے ذیل میں نقل کرچکے ہیں اور ان ادبی شاہکاروں کے بارے میں ڈاکٹر بستانی نے یوں اظہار خیال کیا ہے :آپ کا خطبہ حمد وثنائے الہی سے شروع ہوتا اور یہ وہ اسلوب کلام ہے جسے آپ نے ایک طرف نبی اکرمؐ سے اور دوسری جانب مولائے کائنات سے حاصل کیا ہے ۔آپ نے تسلسل کے ساتھ حمد خدا ،عطیۂ الہی پر اس کی مدح وثنااور اس کا پھر صفات خدا ،آپ کے والد کی نبوت اور اس کے پر ثمر اثرات پر روشنی ڈالی اور اس کے بعدایک بنیادی عنوان کی طرف متوجہ ہوکر نفسانی اور عبادی عطیۂ الہی کی ایسی نقشہ کشی کی کہ نبوت اور اس کے آثار و نتائج یعنی مقدمہ اور اس کے موضوع کو ایک مقام پر جمع کردیا ہے۔یہ تھی آپ کی نثر پردازی سے متعلق گفتگو،آپ کی منظوم فصاحت و بلاغت کے حوالے سے بھی کچھ ادبی نمونہ ہم یہاں پیش کر رہے ہیں :ا۔ وفات رسولؐ کے بعد جب پیغمبرؐ کو دفن کر دیا گیا تو شہزادی انس بن مالک کے پاس تشریف لائیں اور کہا :اے انس !تم نے کیسے اپنے کو آمادہ کیا رسول اکرمؐ کے جسم اطہر پر خاک ڈالنے کے لئے ؟یہ کہہ کے رونے لگیں اور برجستہ یہ مرثیہ پڑھا :اغبرّ آفاق السماء و کوّرت شمس النهار و أظلم العصران فالارض من بعد النبي کئیبة اسفاً علیه کثیرة

[1] تاریخ ادب عربی (فی ضوء المنهج الاسلامی) ۲۵۷،۲۶۲۔

الرجفان فلیبکہ شرق البلاد و غربھاولتبکہ مضر وکلّ یمان یا خاتم الرسل المبارک ضوؤہ صلّی علیک منزل القرآن ترجمہ:ا۔ آسمان تک ساری فضا غبار آلود ہے اور سورج کو گہن لگا ہوا ہے،ظہر و عصر کے اوقات تاریک ہوگئے ہیں ۔

۲۔ رحلت پیغمبرؐ کے بعد زمین پوری طرح سے افسردہ و رنجیدہ ہے ،اور شدت غم کی وجہ سے اس پر لرزہ طاری ہے ۔

۳۔ دنیای مشرق و مغرب کو چاہیے کہ پیغمبر اکرمؐ کے غم میں گریہ کریں اور قبیلہ ''مضر'' اور قبیلۂ ''یمان'' کو یہ حق پہونچتا ہے کہ وہ آنسو بہائیں۔

۴۔بلند پہاڑ اور خانہ خدا کہ جو حجاب وارکان سے آراستہ ہے اس کے لئے سزاوار ہے کہ وہ رسول پر گریہ کرے ۔ پھر شہزادی نے قبر رسولؐ سے ایک مٹھی خاک اٹھائی اور اس کو آنکھوں اور چہرے پر ملتے ہوئے یہ اشعار کہے:ماذا علی من شمّ تربۃ احمد ان لایشمّ مدی الزمان غوالیا صبّت عليَّ مصائب لو أنّھا صبّت علی الأیّام عُدن لیالیا ا۔جس کسی نے تربت پیغمبرؐ کی پاک و پاکیزہ خوشبو سونگھی ہے اس کو دنیا کے اور عطر کی کیا ضرورت ہے ۔

۲۔ غم و مصیبت کے مجھ پر وہ پہاڑ ٹوٹے کہ اگر روز روشن پر نازل ہوتے تو سیاہ رات کے مانند تاریک ہو جاتے ۔ آپ کے مرثیہ کے بعض اشعار یہ ہیں :قل للمغیّب تحت اطباق الثری ان کنت تسمع صرختي و ندائیا صبّت عليّ مصائب لو أنّھا صبّت علی الأیّام صرن لیالیاقد کنتُ ذات حمیٰ بظلّ محمد لا أختشي ضیماً و کان جمالیا فالیوم اخشع للذلیل و اتّقي ضیمي و ادفع ظالمي بردائیا فاذا بکت قمریّۃ في لیلھا شجناً علی غصن بکیت صباحیافلأ جعلن الحزن بعدک مونسي ولأجعلن الدمع فیک و شاحیاما ذا علی من شمّ تربۃ احمد ان لایشمّ مدی الزمان غوالی[1] ا۔اس سے کہو کہ جو زمین کی تہوں میں پوشیدہ ہے کیا میری آہ و فغاں،اور میری نالہ و فریاد کی آواز کو سنتے ہیں ۔

۲۔ مجھ پر وہ مصیبتیں پڑیں کہ اگر دنوں پر پڑتیں تو وہ رات کے مانند تاریک ہو جاتے ۔

---

[1] اعیان الشیعہ ،ج۱،ص۳۲۳ مطبوعہ بیروت ۔

۳۔ میں محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سایہ میں حمایت یافتہ تھی۔مجھے کسی دشمنی اور کینہ کا خوف نہیں تھا اور وہ (میرے نانا) مرا حُسن و جمال تھے۔

۴۔آج میں پست و حقیر لوگوں کے سامنے ہراساں ہوں کہ کہیں وہ مجھ پر ظلم نہ کریں اور ظالم کو میں اپنی ردا سے دور کر رہی ہوں۔

۵۔اگر قمری (پرندہ)،راتوں کو شاخ پر بیٹھی گریہ کرتی ہے تو میں صبح کو گریہ کرتی ہوں۔

٦۔آپ کے بعد میں نے حزن و الم کو اپنا مونس و مددگار بنا لیا ہے،اور اپنے آنسوٴں کو اپنا اسلحہ قرار دیا ہے۔

۷۔جس نے بھی خاک قبر نبیؐ کو سونگھ لیا ہے اسے دنیا کے اور خوشبوٴں کی کیا ضرورت ہے۔ محمد بن مفضل سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبد اللہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہراءؑ دوڑی ہوئی مسجد میں آئیں اور نبی اکرمؐ کو مخاطب کر کے یوں ارشاد فرمایا :قد کان بعدک انباء و ھنبثۃ لو کنت شاھدَ ھا لم تکثر الخطب انا فقد ناک فقد الارض و ابلھا و اختلَّ قومک لما غبت و انقلبوا أبدت رجال لنا فحوی صدورھم لما قضیت و حالت دونک الترب[1]۔ (بابا) آپ کے بعد پیہم طرح طرح کی مصیبتیں اور بلائیں نازل ہوئیں،اگر آپ موجود ہوتے تو یہ مصیبتیں اس قدر زیادہ نہیں ہوتیں۔

۲۔ ہم نے آپ کو کھو دیا گویا زمین باران رحمت سے محروم ہوگئی،اور آپ کی قوم مختل و پریشاں ہے آیئے دیکھئے کہ کیسے وہ راہ راست سے منحرف ہوگئی ہے۔

۳۔ جیسے ہی آپ گئے اور قبر کی مٹی نے ہمارے اور آپ کے درمیان فاصلہ ڈال دیا ویسے ہی آپ کی امت کے کچھ لوگوں نے اپنے سینہ کے اسرار کو ظاہر کر دیا۔ آپؑ سے روایت نقل کرنے والے راوی اور محدثین ہم پہلے بھی یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ شہزادی کائنات علم و تقویٰ کے زیر سایہ پروان چڑھی تھیں اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کی ایک کتاب بھی تھی جس کا نام

---

[1] کشف الغمہ ،ج۲،ص ۱۱۵، مطبوعہ بیروت ،اعیان الشیعہ ،ج۱،ص ۳۱۸، مطبوعہ بیروت ۔

''مصحف فاطمہؑ''ہے اور وہ اہل بیتؑ کے پاس موجود تھی اسی طرح آپ علم کی نشر و اشاعت اور دولت علم کو لٹانے میں سب سے پیش پیش نظر آتی ہیں اس کے ساتھ اپنی اولاد اور اپنے گھر کے خادموں اور کنیزوں (ام ایمن اور فضہ) کی تربیت میں بھی آپ کا اتنا اہم کردار نظر آتا ہے کہ جناب فضہ نے تقریباً بیس سال تک قرآن مجید کی زبان میں گفتگو کی تھی ۔ علم کی نشر و اشاعت میں آپ کے اہم کردار کا اندازہ ان راویوں سے بھی لگایا جاسکتا ہے جنہوں نے آپ سے روایتیں نقل کی ہیں جن میں سے کچھ کے نام مندرجہ ذیل ہیں ۔

۱۔ابن ابی ملیکہ ۲۔ابو ایوب انصاری۳۔ابو سعید خدری۴۔ابو ہریرہ ۵۔اسماء بنت عمیس ۶۔ام کلثوم ۷۔بشیر بن زید ۸۔جابر بن عبد اللہ انصاری ۹۔حسن بن علیؑ۱۰۔حسین بن علیؑ۱۱۔حکم بن ابی نعیم ۱۲۔ربعی بن خراش۱۳۔زینب بنت ابی رافع۱۴۔زینب بنت علیؑ۱۵۔سلمان فارسی ۱۶۔سہل بن سعد انصاری۱۷۔شیب بن ابی رافع ۱۸۔عباس بن عبد المطلب۱۹۔عبد اللہ بن حسن ۲۰۔عبد اللہ بن عباس ۲۱۔عبد اللہ بن مسعود ۲۲۔علی بن ابی طالبؑ ۲۳۔علی بن الحسینؑ۲۴۔عوانہ بن حکم ۲۵۔فاطمہ بنت الحسینؑ۲۶۔قاسم بن ابی سعید الخدری۲۷۔ہارون بن خارجہ ۲۸۔ہشام بن محمد ۲۹۔یزید بن عبد الملک[1]۔

[1] مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے : مسند فاطمہؑ زہراؑ ، مولفہ شیخ عزیز اللہ عطاردی ص۵۹۰۔۶۰۲۔